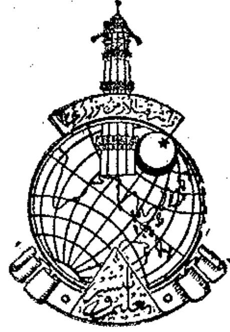
مجلة الجامعة

ربوہ



مصلح موعود نمبر

شمارہ ۱۴

اطلبوا العلم

خلا

صدر انجمن

خانہ نمبر

رجہ نمبر

کتابی نمبر

اظہارِ تشکر

مجلۃ الجامعہ کے اس شمارے کے مضامین کی تیاری میں عزیزم مرزا غلام احمد صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کا خصوصی حصّہ ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ انکی سعی کو مشکور بنائے۔ آمین ؂

(سیّد داؤد احمد)

جلد ۴ | مجلۃ الجامعہ | نمبر ۲

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مصنف	صفحہ
۱	اداریہ		۵
۲	پیشگوئی مصلح موعود		۸
۳	حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں انبیاء سابقہ و صلحاء امّت کی بشارات	احمد مرزا	۹
۴	حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات وکشوف در دیا و تحریرات	سید محمود احمد ناصر استاذ الجامعہ	۲۱
۵	حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی نظر میں حضرت مصلح موعودؓ کا مقام	نصر اللہ خاں ناصر شاہد سابق متعلم جامعہ	۶۷
۶	حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں سیّدنا المصلح الموعودؓ کے خطوط (غیر مطبوعہ)		۷۵
۷	مَیں ہی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہوں	خطبہ جمعہ در بارہ مصلح موعود	۸۱
۸	سیّدنا المصلح الموعود کا جلسہ ہوشیار پور میں اپنے دعویٰ کے متعلق پُرشوکت اعلان		۹۳
۹	جلسہائے مصلح موعود لاہور، لدھیانہ اور دہلی میں حضرت مصلح موعود کے پُرشوکت اعلانات		۱۱۹
۱۰	حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک صاحب طرز تذکرہ مصنف کی حیثیت سے۔	جناب اختر اورینوی صدر شعبہ اُردو پٹنہ یونیورسٹی بہار	۱۲۴
۱۱	حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک غیر مطبوعہ نظم		۱۳۴
۱۲	یادِ محمودؓ	جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ	۱۳۹

"حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا"

جامعہ احمدیہ کا علمی و ادبی رسالہ

سمیع اللہ شاہد
جامعہ احمدیہ ربوہ
ضلع جھنگ

مجلۃ الجامعۃ

(نگران)

سیّد داؤد احمد

(مدیر)

ملک سیف الرحمن

(مصلح موعود نمبر)

قیمت سالانہ چھ روپے  مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ

قیمت مصلح موعود نمبر تین روپے

اطلبوا ال

صدر

داخلہ نمبر

درجہ نمبر

کتابی نمبر

فقرہ کہنا شروع کیا اور وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد پھر پہلے سے بھی زیادہ خطرناک راستہ آیا اور پہلے سے بھی زیادہ بھیانک شکلیں نظر آنے لگیں حتیٰ کہ بعض سر کٹے ہوئے جن کے ساتھ دھڑ نہ تھے ہوا میں معلق ہوئے سامنے آئے اور طرح طرح کی شکلیں بناتے اور منہ چڑاتے۔ مجھے غصہ آتا۔ لیکن معاً فرشتہ کی نصیحت یاد آجاتی اور میں پہلے سے بھی بلند آواز سے "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہنے لگتا اور پھر وہ نظارہ بدل جاتا یہاں تک کہ سب بلائیں دُور ہو گئیں اور میں منزل مقصود پر خیریت سے پہنچ گیا۔"

یہ ایک پیش خبری تھی اور پھر جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو سب سے پہلی مشکل جو آپ کے سامنے آئی وہ جماعت کے بعض افراد کی مخالفت تھی۔ آپ کو اس بات سے طبعاً گھبراہٹ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت میں کسی قسم کا اختلاف پیدا ہو۔ اور وہ جنہوں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ مل کر کام کیا ہے ان میں سے کوئی کسی وجہ سے جماعت کی برکات سے محروم ہو جائے۔ یہ لوگ جو آج خلافت کا انکار کر رہے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہے تھے آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ کی باتیں سُنی تھیں۔ آپ کو ان لوگوں کی علیحدگی اپنے جسم کے ٹکڑے الگ کرنے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ لیکن دوسری طرف نظام خلافت کو قائم و دائم رکھنے کا سوال تھا جو جماعتی اتحاد کی جان اور آپ کے عقیدہ کے مطابق عین دینِ اسلام تھا اور یہ لوگ اس بنیادی اور مذہبی عقیدہ کے خلاف کوشاں تھے اور اس کی جڑیں کاٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ تاہم جماعت کے اصرار کی بناء پر جب حالات و واقعات نے خلافت کا بوجھ آپ کے کندھوں پر ڈال دیا تو آپ نے پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ ان فرائض کی بجا آوری کے لئے کمر ہمت باندھ لی جو اس اہم عہدہ پر متمکن ہونے کی وجہ سے آپ پر عائد ہوتے تھے۔ سب سے پہلا مرحلہ جماعتی اتحاد کو قائم رکھنے اور احمدیوں کے اعتماد کو بحال کرنے کا تھا۔ بعض با اثر عناصر کی مخالفت کی وجہ سے آپکا یہ فکر بیجا نہ تھا کہ جماعت کا سوادِ اعظم ان لوگوں کے وسیع پروپیگنڈا سے کہیں متاثر نہ ہو جائے۔ اس لئے عام احمدیوں کے سامنے اصل حالات کی وضاحت وقت کا اہم ترین اور فوری تقاضا تھا تاکہ جماعت کے ان دھاگوں کو منتشر ہونے سے بچایا جائے اور ایک مضبوط رسی کی صورت میں ان کو مجتمع رکھا جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان بکھرے موتیوں کو حسبِ سابق خلافت کی خوبصورت مالا میں پروئے رہنے کا شرف حاصل رہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اسی اہم کام کی طرف توجہ دی۔ آپ کے ارشاد کے ماتحت اخبارات، رسالوں اور اشتہاروں کے ذریعہ اصل صورتِ حال کی وضاحت کی گئی۔ اس کے علاوہ جماعت کے صاحب علم بزرگوں کو ملک کے چاروں اطراف میں بھیج دیا گیا تاکہ وہ بیرونی جماعتوں کے سامنے صورتِ مسئلہ کی وضاحت کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم بتا کر اختلافی مسائل کی حقیقت سے ان کو آگاہ کریں۔ یہ کام مشکل بھی تھا اور خطرناک بھی یہ ایک قسم کی رسّہ کشی کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ بے پناہ اثر کے مقابلہ میں خلوص اور سوالا کریم پر توکل نے کئی معرکے جیتے۔ اہل حق کو چپہ چپہ اور بالشت بالشت کے لئے روحانی اور علمی جنگ لڑنا پڑی۔ یہ دن بہت ہی عجیب و غریب تھے۔ اہل حق اور اہل تفریق کی روحانی جنگ کا یہ نظارہ جیسے جیسے

اپنے تقویٰ اور ظرف کے مطابق روحانی اور علمی ہتھیار استعمال کئے گئے وہ دیکھنے اور سُننے والوں کو کبھی نہیں بھول سکتے جہاں ہر مخلص احمدی جوش سے بھرا ہوا اور اپنے علم اور روحانی استعداد کے مطابق دلائل حقہ کی تلاش میں دن رات ایک کئے ہوئے تھا وہاں اپنے ماضی کو بھولنے والے کئے گئے عہد کو توڑنے والے حق کو مٹانے اور ذاتی اقتدار کیلئے پاؤں جمانے کی کوشش کرنیوالے جو کچھ کر رہے تھے وہ بھی ناقابلِ فراموش واقعہ تھا۔ ان لوگوں کی طرف سے چھوٹے پیمانہ پر بالکل وہی حالات پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں باغی عنصر نے پیدا کر دیئے تھے۔ لیکن آخر الامر حق کے مقابلہ میں باطل نے شکست کھائی اور چند ماہ شب و روز کی محنت اور جد و جہد کے بعد قادرِ مطلق خدا نے اپنے خلیفہ برحق کو فتح مبین عطا کی۔

ان ابتدائی کوششوں کے بعد آپ نے خلافت کے استحکام کے سلسلہ میں علمی اور عملی تاریخی اور واقعاتی غرض ہر لحاظ سے اس مسئلہ کو کھول کھول کر بیان فرما دیا۔ ضرورتِ خلافت، منصب خلافت، خلافت اور صدر انجمن احمدیہ، انتخابِ خلفاء، کیا خلفاء کا عزل جائز ہے۔ خلافت کب تک، خلیفہ کی اطاعت اور جماعت غرض ہر پہلو کو آپ نے مختلف مواقع پر اس قدر واضح اور مبرہن فرما دیا کہ جماعت احمدیہ بفضلہ تعالیٰ خلافت کے ایک مضبوط اور مستحکم تر قلعہ کے اندر ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گئی۔

خلافت کب تک کے سلسلہ میں جماعت کی ذمہ داریوں کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے ایک موقع پر فرمایا:-

"خلیفہ کا انتخاب ظاہری لحاظ سے بیشک تمہارے ہاتھوں میں ہے تم اس کے متعلق دیکھ سکتے ہو اور غور کر سکتے ہو مگر باطنی طور پر یہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور جب تک تم لوگ اپنی اصلاح کی فکر رکھو گے ان قواعد اور اصول کو نہ بھولو گے جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ضروری ہیں تم میں خدا تعالیٰ خلیفہ مقرر کرتا رہیگا اور اس سے وہ عصمت حاصل رہے گی جو اس کام کیلئے ضروری ہے۔" پس خلافت کے قائم رہنے یا چھن جانے کا تعلق مسلمانوں کے اپنے اعمال سے ہے کیونکہ خلافت راشدہ اللہ تعالیٰ کی ایک موعود نعمت اور برکت ہے جو خود مسلمانوں کے اختیار و انتخاب کے ذریعہ ان کو ملتی ہے اس لئے اس کا دوام اور اس کی درازی مومنوں کے اپنے اخلاص اور ان کی دینی سوجھ بوجھ اور صلاحیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ مسلمان جب تک سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانیوالے عمل صالح کرنیوالے خلافت کی قدر پہچاننے والے اور اس کے تقاضوں کے مطابق اتحاد و اتفاق کیلئے مثالی کردار ادا کرنے والے اور خلیفۂ وقت کی اطاعت میں دوسروں کے لئے نمونہ بننے والے رہیں گے یہ موعود نعمت ان کو عطا ہوتی رہے گی اور ان کے لئے رحمت کا یہ باب سینکڑوں ہزاروں سال تک کھلا رہ کر ان کی طاقت و سطوت کا موجب بنتا چلا جائے گا۔

(م یس ر)

۱۳	ہمارے محسن آقا ۔ سیدنا محمود رضی اللہ عنہ	مولانا برکات احمد راجیکی مرحوم	۱۵۰
۱۴	سیدنا المصلح الموعود کے علم لدنی کے اثرات	مولوی محمد اسد اللہ کاشمیری مربی سلسلہ گلگت	۱۵۸
۱۵	حضرت مصلح موعودؓ کے حسن و احسان کی ایمان افروز یادیں ۔		۱۶۳
۱۶	الہامات حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ		۱۸۵
۱۷	حضرت مصلح موعودؓ کے رویاء و کشوف		۲۰۱

اداریہ

حضرت مصلح موعودؓ اور استحکام خلافت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہایت عظیم الشان اور بلند مقام جس کی ایک دلکش جھلک آپ مجلہ کے آئندہ صفحات میں دیکھیں گے ۔ اس کا اظہار آپ کے ایک اہم کارنامہ جماعت میں خلافت حقہ اسلامیہ کی وضاحت اور اس کے استحکام سے ہوتا ہے ۔ جن حالات میں آپ خلیفہ منتخب ہوئے وہ کئی لحاظ سے انتہائی نازک اور سخت مشکلات سے پُر تھے ۔ بے پناہ ذمہ داریاں، کمزور صحت، شدید مخالفت اور سخت محنت، ایسے حالات میں مفوضہ فرائض سے باحسن وجوہ عہدہ برآ ہونا اور اصل مقصد سے توجہ ہٹانے والی مختلف النوع الجھنوں سے اپنا دامن بچا کر چلنا ۔ یہ کارنامہ خداوند تعالیٰ کی خاص نصرت کے بغیر ممکن نہ تھا ۔ یہ نصرت کیسے حاصل ہو؟ اس کا طریق کیا ہو؟ اس کے متعلق کافی عرصہ پہلے بذریعہ رویا آپ کو بتا دیا گیا تھا ۔ چنانچہ ۱۹۱۲ء میں جب آپ شملہ میں قیام فرما تھے آپ نے ایک رویا دیکھا جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ نے ایک موقع پر فرمایا :-

"میں نے دیکھا کہ کوئی بہت بڑا اور اہم کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے راستہ میں مشکلات کے پہاڑ ہیں ۔ میں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر جانا چاہتا ہوں ۔ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تمہیں پتہ ہے اس کام کی تکمیل کے راستہ میں بہت سی روکاوٹیں ہیں ۔ یہ راستہ بڑا خطرناک ہے اس میں بڑے مصائب اور ڈراؤنے نظارے ہیں ۔ ایسا نہ ہو تم ان سے متاثر ہو جاؤ اور منزل پر پہنچنے سے رہ جاؤ اور پھر کہا کہ میں تمہیں ایسا طریق بتاؤں جس سے تم محفوظ رہو ۔ میں نے کہا ہاں بتاؤ ۔ اس پر اس نے کہا کہ بہت بھیانک نظارے ہوں گے مگر تم ادھر اُدھر نہ دیکھنا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہونا "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہتے ہوئے سیدھے چلے جانا ۔ ان بھیانک آوازوں کی غرض یہ ہوگی کہ تم انکی طرف متوجہ ہو جاؤ ۔ اگر تم ان کی طرف متوجہ ہو گئے تو اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہ جاؤ گے ۔ اس لئے اپنے کام میں لگ جاؤ ۔ چنانچہ میں جب چلا تو میں نے دیکھا کہ نہایت اندھیرا اور گھنا جنگل تھا اور ڈر اور خوف کے بہت سے سامان جمع تھے اور جنگل بالکل سنسان تھا ۔ جب میں ایک خاص مقام پر پہنچا جو بہت ہی بھیانک تھا تو بعض لوگ آئے اور مجھے تنگ کرنا شروع کیا تب مجھے معاً خیال آیا کہ فرشتہ نے مجھے کہا تھا کہ "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہتے ہوئے چلے جانا ۔ اس پر میں نے ذرا بلند آواز سے یہ

پیشگوئی مصلح موعودؓ

خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو جو ہشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اُس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دُنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء تبلیغ رسالت جلد اوّل)

احمد مرزا

حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں انبیاء سابقہ اور صلحاء اُمّت کی بشارات

(۱)

خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعے آئندہ زمانے میں آنے والے انبیاء، صلحاء اور دوسرے رُوحانی وجودوں کی خبر دیتا ہے۔ خدا کے یہ برگزیدہ بندے اس علیم وخبیر ہستی سے اطلاع پاکر بعد میں ظاہر ہونے والی روحانی شخصیات کی وہ خاص صفات اور نشانیاں بیان کرتے ہیں جن سے ان رُوحانی وجودوں کے ہم عصر لوگ ان کو شناخت کر سکتے ہیں۔ ان روحانی وجودوں کے ظہور کی قبل از وقت خبر دینے کا خدائی طریق یہ معلوم ہوتا ہے کہ موعود نبی۔ مامور یا مصلح کی شخصیت جتنی عظیم، مقتدر اور ہمہ گیر ہو گی۔ اتنی ہی کثرت سے اس کے متعلق قدیم نوشتوں میں پیشگوئیاں کی گئی ہوں گی۔ اگر کسی مامور کا زمانہ ماموریت محدود اور مختصر ہے اور اس کا حلقہ اثر کسی خاص قوم تک محدود ہے تو اس کے بارے میں اس کثرت سے خبر نہ دی گئی ہو گی جس کثرت سے کسی ایسے مامور کی خبر دی جائے گی۔ جس کی شخصیت اپنی قوت قدسی روحانی تاثیر اور اثر و جذب کے اعتبار سے ایک لمبے زمانے اور ایک بڑے حلقے کے لئے فیض رساں بنائی گئی ہو۔ گویا قدیم نوشتوں میں کسی خاص رُوحانی شخصیت کے بارے میں کثرت اور تکرار کے ساتھ خبروں کا پایا جانا اس خاص وجود کی عظمت اور عالم روحانی میں اس کی بلندیٔ مرتبہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس کثرت اور تکرار اور تواتر کے ساتھ حضرت خاتم النبیین سرور کونین سید الانبیاء والاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر آپ کی بعثت سے قبل کے تمام انبیاء، صلحاء اور اولیاء دیتے رہے ہیں۔ اس کثرت اور تکرار کے ساتھ کسی اور روحانی وجود کی خبر نہیں دی گئی۔ یہ کثرت اور تکرار آپ کے اس بلند مرتبہ روحانی مقام کی طرف اشارہ کرتی ہے جس پر خدا تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرمایا ہے اور جس سے آگے بڑھنا ابن آدم کے لئے مقدر نہیں۔

اسی طرح موجودہ زمانہ میں بھی جسے مذہبی نوشتوں میں آخری زمانے کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ایک نبی کے ظہور کی خبر تمام سابقہ انبیاء کرام و صلحائے عظام دیتے آئے ہیں۔ آج ہر قوم اور ہر مذہب کے پیرو ایک موعود کے انتظار میں چشم براہ ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ زمانہ کرشن کے دوبارہ ظہور کا ہے۔ یہودی ایلیا اور عیسائی مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں۔ مسلمان بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور مہدی کی بعثت کا انتظار کر رہے ہیں۔

انتظار اور امید کی یہ کیفیت ان خبروں کے زیر اثر پیدا ہوئی ہے جو ان اقوام کے بزرگ مامورین نے اپنے پیروؤں کو آخری زمانے کے ایک مامور کے متعلق دی تھیں اور جس کے قبول کر لینے کی ہدایت کی تھی۔ دراصل یہ تمام خبریں ایک ہی روحانی وجود کی طرف اشارہ کرتی ہیں جس کو اس زمانے کی اصلاح اور مذاہب کے احیاء کے لئے خدا کی طرف سے ماموریت کی خدمت سپرد کی جانی مقدر تھی۔ اس مامور کے متعلق اس کثرت سے خدائی نوشتوں میں خبروں کے پائے جانے کی وجہ اس موعود کی عظمت اور اس کے روحانی مرتبہ کی بلندی ہے۔ چونکہ اس موعود نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر اور آپ کی متابعت میں آپ کی نیابت کے لئے تمام انبیاء سابقہ کی جملہ صفات سے متصف ہو کر اور خود ان سب کے لباس میں ملبوس اور ان کے رنگ میں رنگین ہو کر آنا تھا اس لئے خدائی سنت کے مطابق اس کے ظہور کی خبر بھی دنیا کی ابتداء سے ہی تمام روحانی وجودوں کی طرف سے دی جاتی رہی ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ زمانہ حاضرہ کے لئے دنیا کی کتب مقدسہ میں پائی جانے والی ان پیشگوئیوں کے مصداق اس زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ذات بابرکات ہے۔ جن کا نزول ہندوؤں کے لئے بطور کرشن، بدھیوں اور عیسائیوں کے لئے بطور مسیح اور مسلمانوں کے لئے بطور مسیح و مہدی ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس موعود نبی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے جہاں اور بہت سے نشانات اور معجزات آپ کی تائید میں ظاہر فرمائے ہیں۔ وہاں ایک نشان جو خاص شان اور اہمیت کا حامل ہے وہ اس مسیح کی اولاد کے بارے میں بشارات ہیں۔ چنانچہ جہاں قدیم نوشتوں میں اس موعود نبی کی بعثت کی خبریں دی گئی ہیں وہاں ان صحف سابقہ میں اس کی اولاد کے بارے میں بھی خاص خبر دی گئی ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کی اولاد میں ایک ایسے شخص کی پیدائش کی خبر ملتی ہے جو خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے تحت اس موعود کی تائید اور اس کے جاری کردہ سلسلہ کی خدمت اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے دین کی احیاء اور اصلاح خلق کے لئے کوشش اور جدوجہد کرتا رہے گا۔ جیسا کہ ان صفحات کے مطالعہ سے ثابت ہو جائے گا۔ مسیح موعود اور مہدی مسعود علیہ السلام کے یہ خاص فرزند جن کے لئے انبیائے سابقہ اور اولیائے امت اپنے اپنے وقت میں پیشگوئی فرماتے رہے ہیں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

خدائی بشارات کے سلسلہ میں ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ اس کی طرف سے صرف اس صورت میں کسی مامور کو اولاد کی بشارت دی جاتی ہے جب اس مولود اولاد کا نیک اور صالح ہونا مقدر ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس ضمن میں فرماتے ہیں :

"إنّ اللّٰہ لا یبشّر الانبیاء والاولیاء إلّا اذا قدّر تولید الصالحین۔" [1]

کہ "خدا تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت صرف اسی صورت میں دیتا ہے جبکہ نیک اور صالح اولاد کی ولادت مقدر ہو"

[1] آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸ ۔ حاشیہ

پس انبیائے کرام اور صلحائے سابقین کی زبان مبارک سے اس زمانے کے موعود کے ایک لڑکے کی پیدائش کی خبر دینا ہی اپنی ذات میں اس بات کی ضمانت ہے کہ اس لڑکے کا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہونا اور عالم روحانی میں عظیم الشان مرتبہ پر فائز ہونا مقدر تھا۔ لیکن یہ ایک عجیب امر ہے کہ ان قدیم نوشتوں میں نہ صرف یہ کہ اس موعود بیٹے کی پیدائش کی خبر ہی دی گئی ہے بلکہ اس کی مختلف النوع صلاحیتوں اور قابلیتوں کا ایک نقشہ بھی کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔ اور ان عظیم روحانی انقلابات کا ذکر بھی ان پیشگوئیوں میں پایا جاتا ہے۔ جو اس عظیم المرتبہ مصلح کے ذریعے اس زمانے میں رونما ہونے تھے۔

(۱) اس موعود فرزند کے متعلق حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے علاوہ جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ قدیم روحانی صحیفوں میں بھی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کی پیشگوئی کے تذکرہ میں یہود کی شریعت کی بنیادی کتاب طالمود میں لکھا ہے :

"یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) وفات پا جائے گا اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی۔ اس رائے کے ثبوت میں یسعیاہ باب ۴۲ کی آیت ۴ کو پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے۔ وہ ماندہ نہ ہوگا۔ اور ہمت نہ ہارے گا۔ جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے۔" [1]

(۲) بائیبل کی دوسری پیشگوئی جس میں المصلح الموعودؓ کے بارے میں خبر دی گئی ہے۔ انجیل متی میں مذکور ہے۔ جہاں آخری زمانے کی نشانیاں اور مسیحؑ کی آمد ثانی کے موقعہ پر واقعہ ہونے والے آسمانی انقلابات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے :۔

"اس وقت آسمان کی بادشاہی ان دس کنواریوں کی مانند ہوگی۔ جو اپنی مشعلیں لے کر دولہا کے استقبال کو نکلیں۔ ان میں پانچ بیوقوف اور پانچ عقلمند تھیں۔ جو بیوقوف تھیں انہوں نے اپنی مشعلیں تو لے لیں۔ مگر تیل اپنے ساتھ نہ لیا مگر عقلمندوں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ اپنی کپیوں میں تیل بھی لے لیا۔ اور جب دولہا نے دیر لگائی تو سب اونگھنے لگیں۔ اور سو گئیں۔ آدھی رات کو دھوم مچی کہ دیکھو دولہا آ گیا! اس کے استقبال کو نکلو۔ اس وقت وہ سب کنواریاں اٹھ کر اپنی اپنی مشعل درست کرنے لگیں اور بیوقوفوں نے عقلمندوں سے کہا کہ اپنے تیل میں سے کچھ ہم کو دے دو۔ کیونکہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں عقلمندوں نے جواب دیا کہ شاید ہمارے تمہارے دونوں کے لئے کافی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ بیچنے والوں کے پاس جا کر اپنے واسطے مول لے لو۔ جب وہ مول لینے جا رہی تھیں تو دولہا آ پہنچا اور

[1] طالمود مرتبہ جوزف برکلے۔ باب پنجم صفحہ ۳۷ مطبوعہ لندن ۱۸۷۸ء

جو تیار تھیں وہ اس کے ساتھ شادی کے جشن میں اندر چلی گئیں۔ اور دروازہ بند ہو گیا۔ پھر وہ باقی کنواریاں بھی آئیں۔ اور کہنے لگیں اے خداوند! اے خداوند! ہمارے لئے دروازہ کھول دے۔ اس نے جواب میں کہا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں تم کو نہیں جانتا"۔[1]

حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جلسہ مصلح موعود منعقدہ ہوشیارپور بتاریخ ۲۰ فروری ۱۹۴۴ء کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے اپنی ایک رویا بیان کی۔ جو حضور نے اسی سال ۵، ۶ جنوری کی درمیانی رات کو دیکھی تھی۔ حضور فرماتے ہیں:

"میں نے ان سے کہا۔ میں وہی ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ یہ دراصل انجیل کی ایک پیشگوئی ہے۔ جس میں حضرت مسیح ناصریؑ فرماتے ہیں۔ جب میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو بعض قومیں مجھ پر ایمان لائیں گی اور بعض انکار کر دیں گی"۔ ....

اس تمثیل میں حضرت مسیح ناصریؑ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ "جب میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو کچھ قومیں جو ہوشیار ہونگی۔ وہ مجھے مان لیں گی۔ لیکن کچھ اپنی غفلت کی وجہ سے مجھے ماننے سے محروم رہ جائیں گی۔ پس اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رویاء کی حالت میں میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ میں ہوں۔ جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ وہ میں ہوں جس کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں انتظار کر رہی تھیں۔ تو کچھ نوجوان عورتیں جو سات یا نو ہیں اور جو کنارہ سمندر پر بیٹھی ہوئی میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ ان الفاظ کے سنتے ہی دوڑتے ہوئے میری طرف آئیں۔ اور انہوں نے میرے ارد گرد گھیرا ڈال لیا اور کہا۔ ہاں ہاں تم سچ کہتے ہو۔ ہم انیس سو سال سے تمہارا انتظار کر رہی تھیں"۔

پھر اسی تقریر میں حضور فرماتے ہیں:

"میں آج اسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے قبضہ و تصرف میں میری جان ہے۔ کہ میں نے جو رویا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح آئی ہے .... اور میں نے اس کشف میں خدا کے حکم سے یہ کہا کہ میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی ہیں"۔[2]

[1] انجیل متی باب ۲۵ - آیت ۱-۱۳ ۔ [2] الفضل مصلح موعودؓ نمبر مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۵۶ء

(۴) بائبل کی ان پیشگوئیوں کے بعد ہم زرتشت علیہ السلام (جو مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار قبل ایران میں گذرے ہیں) کی بڑی واضح پیشگوئی درج کرتے ہیں۔ یہ پیشگوئی زرتشتی مذہب کے صحیفہ دساتیر میں دین زرتشت کے مجدد ساسان اوّل نے تحریر کی ہے۔ اس پیشگوئی میں زرتشت علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دیتے ہیں۔ نیز ایک فارسی الاصل نبی کے ظہور کی خبر دیتے ہوئے آپ کی اولاد میں خلافت و پیشوائی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اصل پیشگوئی پہلوی زبان میں ہے۔ جس کو زرتشتی اصحاب نے فارسی میں ڈھالا ہے۔

"چوں چنیں کارہا کنند از تازیاں مردے پیدا شود۔ کہ از پیروان او دیہیم و تخت و کشور و آئین ہمہ برافتند وشوند سرکشان زیر دستاں بینند۔ بجائے پیکرگاہ و آتشکدہ خانہ آباد سے بیکر شدہ نماز بروں ....

"دبازستانند جائے آتشکدہ ہائے مدائن و گردپائے آں و توس و بلخ و جاہائے بزرگ۔ و آئین گر ایشاں مردے باشد سخنور و سخن او درہم پیچیدہ۔

"چوں ہزار سال تازی آئین را گذرد چناں شود آں آئین از جدائی ہا کہ اگر بائین گر نمائید نداندش .... در افتند درہم و کنند خاک ہستی در روز بروز جدائی و دشمنی در آنہا افزوں شود .... پس شما یا بید خوبی را گر ماند یکدم از ہمیں خرج انگیزم از کسانِ تو کسے و آئین و آب تو بہ تو رسانم و پیغمبری و پیشوائی از فرزندانِ تو برنگیرم"۔

ترجمہ: جب ایرانی، ایسے کام کریں گے تو عربوں میں ایک مرد پیدا ہو گا۔ جس کے ماننے والوں کے ہاتھوں سے ایران کا تاج و تخت، سلطنت اور قانون سب درہم برہم ہو جائے گا۔ اور سرکش مغلوب ہو جائیں گے اور وہ بتکدہ یا آتشکدہ کے بجائے خانہ آباد کو بتوں سے پاک کر کے اس کی طرف نماز پڑھیں گے اور اس کو اپنا قبلہ بنائیں گے۔

"اور وہ (نبی عربیؐ کے پیرو) آتشکدوں کی جگہوں پر اور مدائن اور اس کے نواحی علاقے، اور توس و بلخ اور ان کے مقامات مقدسہ پر قبضہ کر لیں گے۔ اور وہ شارع بہت سخنور ہوگا اور اس کا کلام پیچیدہ۔

"پھر شریعت عربی پر ہزار سال گذر جائیں گے تو تفرقوں سے دین ایسا ہو جائے گا کہ اگر اسے خود شارعؐ کے سامنے پیش کیا جائے۔ تو وہ بھی اسے پہچان نہ سکے گا ..... اور ان کے اندر انشقاق اور اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اور وہ روز بروز اختلاف اور باہمی دشمنی میں بڑھتے چلے جائیں گے .... جب ایسا ہو گا تو تمہیں خوشخبری ہو کہ اگر زمانہ میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو تیرے لوگوں میں سے (فارسی الاصل) ایک

شخص کو کھڑا کروں گا۔ جو تیری گمشدہ عزت و آبرو واپس لائے گا اور اسے دوبارہ قائم کرے گا۔ بغیر پیغمبری و پیشوائی (نبوت و خلافت) تیری نسل سے نہیں اٹھاؤں گا۔"

پیشگوئی مندرجہ بالا کے آخری فقرہ کہ "پیغمبری و پیشوائی فرزندان تو بر گیرم" میں یہ اشارہ ہے کہ آخری زمانے کا موعود جب آئے گا تو اس کی اولاد اس کی جانشین ہوگی۔

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

"دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و خلفاء ہے تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہِ راست پر آجائیں۔ اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔" [1]

(۴) ان تمام پیشگوئیوں سے زیادہ اہم وہ پیشگوئیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مسیح کی بعثت ثانی اور اس کی موعود اولاد کے بارے میں ملتی ہیں۔ ان میں بڑی وضاحت کے ساتھ آخری زمانے میں مسیح کے آنے اور اس کو خدا کی طرف سے مبارک و طیب اولاد دیئے جانے کا ذکر ہے۔ [1]

احادیث نبوی کے مستند اور صحیح ترین مجموعہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"کُنّا جلوسًا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فانزلت علیہ سورۃ الجمعۃ وفیہ وآخرین منہم لمّا یلحقوا بہم۔ قال قلت من ہم یا رسول اللہ۔ فلم یراجعہ حتّی سأل ثلاثًا وفینا سلمان الفارسی وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یدہ علی سلمان ثمّ قال لو کان الایمانُ عند الثریا لنالہٗ رجالٌ او رجلٌ من ھٰؤلاء" [2]

ترجمہ: ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ اور اس میں یہ آیت بھی تھی وآخرین منہم لمّا یلحقوا بہم۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ میں نے آپؐ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! یہ آخرین کون ہوں گے۔ حضورؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے تین بار دریافت کیا۔ پھر کہتے ہیں :

اور ہم میں سلمان فارسی بھی موجود تھے۔ حضورؐ نے سلمان پر ہاتھ رکھا اور فرمایا "اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے تو ان میں سے ایک شخص یا چند اشخاص اسے پا لیں گے۔"

امت محمدیہ کے اکثر علماء نے اس آیہ کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ آخری زمانے میں اسلام

---

[1] سبز اشتہار صفحہ ۱۹۔ [2] بخاری۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ جمعہ۔ زیر آیت : وآخرین منہم لمّا یلحقوا بہم۔

کے احیاء کے لئے مسیح کا آنا مقدر ہے۔ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس مسیح کے مشن کی تکمیل اور اس کے مذہب کی اشاعت کے لئے خدا تعالیٰ اس کے خاندان اور اولاد میں سے بعض اور وجود بھی کھڑا کرے گا۔ جو اس کے نقش قدم پر چل کر اس کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔

(۵) مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت عبداللہ بن عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں :

"ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہٗ" [1]

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے۔ اور ان کو اولاد دی جائے گی۔"

اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

"قد اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ان المسیح الموعود یتزوج و یولد لہٗ ففی ھٰذا اشارۃ الی انّ اللہ یؤتیہ ولدًا صالحًا یشابہ اباہ ولا یأباہ ویکون من عباد اللہ المکرمین۔" [2]

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا۔ جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔"

ایک اور مقام پر اسی پیشگوئی پر بحث فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

"یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک شخص کو پیدا کرے گا۔ جو اس کا جانشین ہوگا۔ اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔" [3]

جس طرح خدا تعالیٰ نے قدیم انبیاء کرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری زمانے کے مامور اور اس کے موعود فرزند کے بارے میں خبر دی تھی۔ اسی طرح امت محمدیہ کے مجددین اور علماء کو بھی اس مامور کی آمد اور اس کے عظیم فرزند کی خبر دی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ روضہ قیومیہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک کشف کا ذکر ہے :

---

[1] مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۸۰ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام [2] آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸ [3] حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۳

(۶) "ایک دن حضرت سید عبدالقادر جیلانی کسی جنگل میں مراقبہ فرمائے ہوئے بیٹھے تھے۔ ناگہاں آسمان سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا۔ جس سے تمام عالم نورانی ہوگیا۔ یہ نور ساعۃً فساعۃً بڑھتا گیا۔ اور روشن ہوتا گیا۔ اس سے امت مرحومہ کے اولین و آخرین اولیاء نے روشنی حاصل کی۔ حضرت نے تامل فرمایا کہ اس مثال میں کس صاحب کمال کا وجود با جود مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ القاء ہوا کہ اس نور کا صاحب تمام اُمت کے اولیاء اولین و آخرین سے افضل تر ہے۔ پانسو سال بعد ظہور فرما ہو کر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تجدید کرے گا۔ جو اس کی صحبت سے فیضیاب ہوگا۔ وہ سعادت مند ہوگا۔ اس کے فرزند اور خلیفہ بارگاہِ احدیت کے صدر نشینوں میں سے ہیں" [۱]

(۷) اسی طرح حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب ولی نے بھی اس آخری زمانے کے مامور کے بارے میں پیشگوئی فرمائی ہے۔ آپ امت مسلمہ کے مشہور صاحب کشف و الہام بزرگ گزرے ہیں۔ چنانچہ آپ کے درجات اور مراتب کا ذکر کرتے ہوئے "اربعین فی احوال المہدیین" میں تحریر ہے:

"نعمت اللہ ولی کہ مرد صاحب باطن و از اولیائے کامل در ہندوستان مشہور اند۔ وطنے اوشاں در اطراف دہلی است۔ زمانہ شاں پانصد و شصت ہجری است۔ دیوانِ او معلوم مے شود" [۲]

کہ "نعمت اللہ ولی جو مرد صاحب باطن بزرگ تھے اور ہندوستان کے اولیائے کاملین میں سے مشہور ہیں۔ آپ کا وطن دہلی کے مضافات میں تھا۔ آپ کے دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۵۶۰ ہجری کے قریب ہوئے ہیں"

آپ نے آخری زمانہ میں مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی منظوم کلام میں فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں

قدرت کردگار مے بینم — حالتِ روزگار مے بینم
از نجوم ایں سخن نمی گویم — بلکہ از کردگار مے بینم"

"یعنی جو کچھ میں ان ابیات میں لکھوں گا۔ وہ منجمانہ خبر نہیں بلکہ الہامی طور پر مجھ کو خدا تعالیٰ سے معلوم ہوا ہے"

غین و رے سال چوں گذشت از سال [۱۲۰۰] — بو العجب کاروبار مے بینم

یعنی بارہ سو سال کے گزرتے ہی عجیب عجیب کام مجھ کو نظر آتے ہیں۔ مطلب یہ کہ

[۱] حدیقہ محمودیہ ترجمہ روضہ قیومیہ صفحہ ۳۲۔

[۲] اربعین فی احوال المہدیین۔ المرقوم ۲۵ محرم الحرام ۱۳۶۸ھ مصری گنج کلکتہ

تیرھویں صدی کے شروع ہوتے ہی ایک انقلاب دنیا میں آئے گا۔ اور تعجب انگیز باتیں ظہور میں آئیں گی۔ اور ہجرت کے بارہ سو سال گزرنے کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں کہ بوالعجب کام ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے"

گرد آئینۂ ضمیر جہاں — گرد و زنگ و غبار مے بینم

یعنی تیرھویں صدی سے دنیا سے صلاح و تقویٰ اُٹھ جائے گی۔ فتنوں کی گرد اُٹھے گی۔ گناہوں کا زنگ ترقی کرے گا۔ اور کینوں کے غبار ہر طرف پھیلیں گے یعنی عام عداوتیں پھیل جائیں گی۔ تفرقہ اور عناد بڑھ جائے گا۔ اور محبت اور ہمدردی اُٹھ جائے گی۔ مگر ان باتوں کو دیکھ کر غم نہیں کرنا چاہیئے"

ظلمت ظلم ظالمانِ دیار — بے حد و بے شمار مے بینم

"یعنی ملکوں میں ظلم کا اندھیرا انتہا کو پہنچ جائے گا۔ اور حاکم رعیت پر اور ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر اور ایک شریک شریک پر ظلم کرے گا اور ایسے لوگ کم ہوں گے جو عدل پہ قائم رہیں"

جنگ و آشوب فتنہ و بیداد — درمیان و کنار مے بینم

"یعنی ہندوستان کے درمیان میں اور اس کے کناروں میں بڑے بڑے فتنے اٹھیں گے اور جنگ ہوگا اور ظلم ہوگا"

بندہ را خواجہ وش ہمے یابم — خواجہ را بندہ وار مے بینم

"یعنی ایسے انقلاب ظہور میں آئیں گے کہ خواجہ بندہ اور بندہ خواجہ ہو جائے گا یعنی امیر سے فقیر اور فقیر سے امیر بن جائے گا"

سکۂ نو زنند بر رُخِ زر — درہمش کم عیار مے بینم

"یعنی ہندوستان کی پہلی بادشاہی جاتی رہے گی۔ اور نیا سکّہ چلے گا۔ جو کم عیار ہوگا۔ اور یہ سب کچھ تیرھویں صدی میں ظہور میں آجائے گا"

بعض اشجار بوستانِ جہاں — بے بہار و ثمار مے بینم

"یعنی قحط پڑیں گے اور باغات کو پھل نہیں لگیں گے"

غم مخور زانکہ من دریں تشویش — خرمی وصلِ یار مے بینم

"یعنی اس تشویش اور فتنے کے زمانے میں جو تیرھویں صدی کا زمانہ ہے غم نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وصل یار کی خوشی بھی ان فتنوں کے ساتھ اور ان کے درمیان ہے۔ مطلب یہ کہ جب تیرھویں صدی کے یہ تمام فتنے کمال کو پہنچ جائیں گے تو وصل یار کی

خوشی اخیر صدی میں ظاہر ہو گی یعنی خدا تعالیٰ رحمت کے ساتھ توجہ کرے گا۔"

چوں زمستانِ بےچمن بگذشت   شمسِ خوشش بہارے بینم

"یعنی جب کہ زمستانِ بےچمن مراد یہ ہے کہ جب تیرھویں صدی کا موسم خزاں گذر جائے گا۔ تو چودھویں صدی کے سر پہ آفتاب بہار نکلے گا۔ یعنی مجدد وقت کا ظہور ہو گا۔"

دَورِ او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

"یعنی جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گذر جائے گا۔ تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔"

ان اشعار میں مسیح موعود اور مہدی مسعود کے ظہور سے قبل کے انقلابات کا نقشہ کھینچا گیا ہے پھر مسیح موعود کے زمانے اور نام کی تعیین کی گئی ہے۔"

اح م د مے خوانم   نام آں نامدار مے بینم

اور واضح طور پر پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس کے کام کی تکمیل کے لئے۔ اس کے بعد اس کا ایک خاص بیٹا اس کا جانشین ہو گا۔ خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

دَورِ او چوں شود تمام بکام   پسرش یادگار مے بینم

کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں :

"یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا۔ جو اسی کے نمونہ پر ہو گا۔ اور اسی کے رنگ سے رنگین ہو جائے گا۔ اور وہ اس کے بعد اس کی یادگار ہو گا۔ یہ درحقیقت اس عاجز کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے[1]۔"

(۸) آٹھویں پیشگوئی حضرت امام یحییٰ بن عقب کی ہے۔ آپ پانچویں صدی ہجری میں بلند پایہ بزرگ گذرے ہیں۔ آپ نے اپنی نظم میں آخری زمانے میں نمودار ہونے والے انقلابات کا ذکر کرتے ہوئے مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور آپ کے موعود فرزند کی پیدائش کی خبر دی ہے۔

آپ فرماتے ہیں :

رئیت من الاسرار عجیب حال   واسباب سیظهرها مقال
ویظهر فی السماء عظیم نجیم   له ذنب کمثل الرمح العالی
فتلك دلائل الاخر نجم حقاً   ستملك السواحل والقلال

[1] نشان آسمانی صفحہ ۱۳

فتلك دلائل المهدی حقاً   سیملك للبلاد بلا محال
ویحضر الغیب ساحته   وتانسه الوحوش من الجبال
ویاتی بالبراهین اللواتی   لیسامة البریة بالکمال
ومحمود سیظهر بعد هذا   ویملك الشام بلا قتال

تطیع له حصون الشام جمعاً
وینفق ماله فی کل حال"

میں نے اسرار سے عجیب حالات و اسباب مطالعہ کئے ہیں جن کو میں اپنے اس کلام میں ظاہر کرتا ہوں۔ آسمان پر ایک بہت بڑا ستارہ ظاہر ہو گا۔ جس کی دم ہوا کی طرح بلند ہو گی۔ یہ نشان فرنگیوں کے غلبہ کے زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ جو اس زمانے میں دریاؤں کے ساحلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں تک کے مالک ہو جائیں گے اور یہ علامات اس بات کی دلیل ہوں گے کہ مہدی کا ظہور ہو گیا ہے۔ وہ تمام شہروں کا مالک ہو جائے گا۔ پہاڑوں میں رہنے والے وحشی اس سے محبت رکھیں گے اور شہروں کے باشندے اس کی اطاعت قبول کریں گے۔ وہ کفر اور ضلالت کو دنیا سے نابود کر دے گا۔ اور اپنے ساتھ ایسے زبردست دلائل اور براہین لے کر آئے گا کہ ان لوگوں کے کمال کا اعتراف کرنا پڑے گا۔"

اور پھر

ومحمود سیظهر بعد هذا   ویملك الشام بلا قتال
تطیع له حصون الشام جمعاً   وینفق ماله فی کل حال !

"اس کے بعد محمود ظاہر ہو گا جو ملک شام کو بغیر جنگ کے فتح کرے گا۔ شام کے قلعے اس کی اطاعت قبول کریں گے۔ اور وہ اپنے مال کو بے حساب اور ہر حالت میں خرچ کرتا رہیگا۔"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس عظیم فرزند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے بارے میں اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

"میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے۔ جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جب مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ "محمود"۔[1]

حضرت امام یحییٰ بن عقب کی پیشگوئی کے آخری دو اشعار میں شام کی فتح کا تذکرہ ہے۔

[1] تریاق القلوب صفحہ ۴۰

اس پیشگوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ حضرت سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے دس سال بعد ۱۹۲۴ء میں شام جانے، وہاں کے علماء کو پیغامِ حق پہنچانے اور وہاں مشن کھولنے کی توفیق ملی۔ اس امر کی تائید کہ حضرت امام یحییٰ بن عقب کی اس پیشگوئی کی مندرجہ بالا تشریح درست ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :-

"وقد اشیر فی بعض الاحادیث ان المسیح الموعود والدجال المعہود
ان فی بعض البلاد الشرقیۃ یعنی فی ملک الھند ثم یسافر المسیح الموعود
او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق"۔[1]

کہ "بعض احادیث میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا کہ مسیح موعود اور دجالِ معہود کسی مشرقی ملک میں ظاہر ہوں گے۔ پھر مسیح موعود یا ان کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق کی طرف سفر کرتا ہوا جائے گا۔"

---

[1] حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۷۔

سید محمود احمد ناصر
استاذ الجامعہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کشوف رؤیا اور تحریرات

جزء اوّل

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت دی گئی کہ ایک مبارک خاتون آپ کے عقد میں آئے گی اور اللہ تعالیٰ آپ کو دین اسلام کی حمایت کیلئے ایک مبارک خاندان اور نسل عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ایک دفعہ جس کو قریباً اکیس برس کا عرصہ ہوا ہے مجھ کو یہ الہام ہوا : اُشْكُرْ نِعْمَتِيْ رَأَيْتَ خَدِيْجَتِيْ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۔ ترجمہ : میری نعمت کا شکر کر۔ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ آج تو حظِ عظیم کا مالک ہے۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸)

اسی کی تائید میں وہ الہام ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۲ حاشیہ در حاشیہ اور صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اور وہ یہ ہے :

أَرَدْتُ أَنْ أَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ آدَمَ يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ......
يَا أَحْمَدُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۲، ۴۹۶۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے آدم جس سے نئے سرے اسلام کے نوروں کی بنیاد پڑے گی یعنی ایک عظیم الشان تجدید ہوگی اور پوشیدہ برکات ظاہر ہوں گے۔ اور فیج اعوج کے زمانہ کی غلطیاں اور غلط تفسیریں کاٹ کر پھینک دی جائیں گی اور ایک نئی جماعت اسلام کی حمایت کے لئے اس سے قائم ہوگی۔ تو مع اپنی زوجہ کے بہشت میں داخل ہو۔ اسی لحاظ سے الہام میں میرا نام آدم رکھا گیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ

جانا تھا کہ نئے معارف اور نئے حقائق اور نئی زمین اور نیا آسمان اور نئے نشان ہوں گے۔ اور نیز یہ کہ مجھ سے ایک نیا خاندان شروع ہوگا۔ سو اس نے ایک نئے خاندان کے لئے مجھے اس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا۔ اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا اور مریم کی طرح اس سے تجھے پاک اولاد دی جائے گی۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۶۰۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۲۸۸/۱۶۰)

"قریباً اٹھارہ برس سے یہ ایک پیشگوئی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَالنَّسَبَ ترجمہ: وہ خدا سچا خدا ہے۔ جس نے تمہاری دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا۔ اور خود تمہاری نسب کو شریف بنایا۔ جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب ہے۔ اس پیشگوئی کو دوسرے الہامات میں اور بھی تصریح سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس شہر کا نام بھی لیا گیا تھا جو دہلی ہے۔ اور یہ پیشگوئی بہت سے لوگوں کو سنائی گئی تھی جن میں سے ایک شیخ حامد علی اور میاں جان محمد اور بعض دوسرے دوست ہیں۔ اور ایسا ہی ہندوؤں میں سے شرمپت اور ملا وامل کھتری ساکنان قادیان کو قبل از وقت یہ پیشگوئی بتلائی گئی تھی۔ اور جیسا کہ لکھا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ بغیر سابق تعلقات قرابت اور رشتہ کے دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندان سیادت میں میری شادی ہوگئی اور یہ خاندان خواجہ میر درد کی لڑکی کی اولاد میں سے ہے۔ جو مشاہیر اکابر سادات دہلی میں سے ہے۔ جن کو سلطنت چغتائی کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر عطا ہوئے تھے اور اب تک اس جاگیر میں سے تقسیم ہوکر اس خاندان کے تمام لوگ جو خواجہ میر درد کے ورثا ہیں اپنے اپنے حصے پاتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ یہ خاندان دہلوی جس سے دامادی کا مجھے تعلق ہے صرف اسی وجہ سے فضیلت نہیں رکھتا کہ وہ اہل بیت اور سیدی سادات ہیں بلکہ اس وجہ سے بھی فضیلت رکھتا ہے کہ یہ لوگ دختر زادہ خواجہ میر درد ہیں اور دہلی میں یہ خاندان سلطنت چغتائیہ کے زمانہ میں اپنی صحت نسب اور اور شہرت خاندان سیادت اور نجابت اور شرافت میں ایسا مشہور رہا ہے کہ اسی عظمت اور شہرت اور بزرگی خاندان سیادت کی وجہ سے بعض نوابوں نے ان کو لڑکیاں دیں۔ جیسا کہ ریاست لوہارو کا خاندان۔ غرض یہ خاندان اپنی ذاتی خوبیوں اور نجابتوں کی وجہ سے اور نیز خواجہ میر درد کی دختر زادگان ہونے کے باعث سے ایسی عظمت کی نگاہ سے دہلی میں دیکھا جاتا ہے کہ گویا دہلی سے مراد انہی عزیزوں کا وجود تھا۔"

سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ

اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے۔ دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔ اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی۔ اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہانوں کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔ سو اس میں وہ پیشگوئی مخفی ہے جس کی تصریح براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۰ و صفحہ ۵۵۷ میں موجود ہے۔ اور وہ یہ الہام ہے:

سبحان اللّٰہ تبارک و تعالیٰ زاد مجدک ینقطع آباءک ویُبدء منک نصرتک بالرعب و احییتک بالصدق ایھا الصدیق نُصِرتَ وقالوا لات حین مناص۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اور عربی الہام کا ترجمہ یہ ہے کہ تمام پاکیاں خدا کے لئے ہیں جو بڑی برکتوں والا اور عالی ذات ہے۔ اس نے تیری خاندانی بزرگی کو تیرے وجود کے ساتھ زیادہ کیا۔ اب ایسا ہوگا کہ آئندہ تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع کیا جائے گا۔ اور ابتدا خاندان کا تجھ سے ہوگا۔ تجھے رعب کے ساتھ نصرت دی گئی ہے اور صدق کے ساتھ تو اے صدیق زندہ کیا گیا۔ نصرت تیرے شامل حال ہوئی۔ اور دشمنوں نے کہا اب گریز کی جگہ نہیں۔ اور اردو الہام کا خلاصہ یہ ہے کہ میں اپنی قدرت کے نشان دکھلاؤں گا۔ اور ایک چمک پیدا ہوگی۔ جیسا کہ بجلی سے آسمان کے کناروں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس چمک سے میں لوگوں کو دکھلاؤں گا کہ تو سچا ہے۔ اگر دنیا نے قبول نہ کیا۔ تو کیا حرج کہ میں اپنا قبول کرنا لوگوں پر ظاہر کر دوں گا۔ اور جیسا کہ سخت حملوں کے ساتھ تکذیب ہوئی۔ ایسا ہی سخت حملوں کے ساتھ میں تیری سچائی ظاہر کر دوں گا۔

غرض اس جگہ عربی الہام میں جیسا کہ نصرت کا لفظ واقع ہے۔ اسی طرح میری خاتون کا نام نصرت جہاں بیگم رکھا گیا۔ جس سے یہ معنی ہیں کہ جہان کو فائدہ پہنچانے کے لئے آسمان سے نصرت شامل حال ہوگی۔ اور اردو الہام جو ابھی لکھا گیا ہے۔ ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مبنی ہے۔ کیونکہ یہ الہام یہ خبر دیتا ہے۔ کہ ایک وہ وقت آتا ہے۔ جو سخت تکذیب ہوگی۔ اور سخت اہانت اور تحقیر ہوگی۔ تب خدا کی غیرت جوش میں آئے گی۔ اور جیسا کہ سختی کے ساتھ تکذیب ہوئی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ سخت حملوں کے ساتھ اور آسمانی نشانوں کے ساتھ سچائی کا ثبوت دے گا۔ اور اس کتاب کو پڑھ کر ہر ایک منصف معلوم کرے گا کہ یہ پیشگوئی کیسی صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔ اور الہام مذکورہ بالا یعنی یہ الہام کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَالنَّسَبَ جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا

نے تجھے ہر ایک پہلو اور ہر ایک طرف سے خاندانی نجابت کا شرف بخشا ہے۔ کیا نیز آبائی خاندان اور کیا دامادی کے رشتہ کا خاندان دونوں برگزیدہ ہیں۔ یعنی جس جگہ تعلق دامادی کا ہوا ہے۔ وہ بھی شریف خاندان سادات ہے۔ اور تمہارا آبائی خاندان بھی جو بنی فارس اور بنی فاطمہؓ کے خون سے مرکب ہے۔ خدا کے نزدیک شرف اور مرتبت رکھتا ہے۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۴۷-۱۵۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب شحنۂ حق صفحہ ۴۳ و ۴۴ میں فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ مسجد میں بوقت عصر یہ الہام ہوا کہ میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی۔ اس میں یہ ایک فارسی فقرہ بھی ہے:

ہرچہ باید نوعروسے را ہمہ ساماں کنم — وآنچہ مطلوبِ شما باشد عطائے آں کنم

اور الہامات میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ قوم کے شریف اور عالی خاندان ہوں گے۔ چنانچہ ایک الہام میں تھا کہ خدا نے تمہیں اچھے خاندان میں پیدا کیا اور پھر اچھے خاندان سے دامادی کا تعلق بخشا۔ سو قبل از ظہور یہ تمام الہام لالہ شرمپت کو سنا دیا گیا۔ پھر بخوبی اسے معلوم ہے کہ بغیر ظاہری تلاش اور محنت کے محض خدا تعالیٰ کی طرف سے تقریب نکل آئی۔ یعنی نہایت نجیب اور شریف اور عالی نسب سیّد سادات جو خواجہ میر درد صاحب مرحوم دہلوی کے روشن خاندان کی یادگار ہیں جن کے علوّ خاندان کو دیکھ کر بعض نوابوں نے انہیں لڑکیاں دی تھیں۔ جیسے نواب امین الدین خان والد بزرگوار نواب علاء الدین خاں صاحب والئ ریاست لوہارو کی لڑکی میر ناصر نواب صاحب خسر اس عاجز کے بڑے بھائی کو بیاہی گئی۔ ایسے بزرگوار خاندانِ سادات سے یہ تعلق قرابت اس عاجز کو پیدا ہوا۔ اور اس نکاح کے تمام ضروری مصارف تیاری مکان وغیرہ تک ایسی آسانی سے خدا تعالیٰ نے بہم پہنچائے۔ کہ ایک ذرہ بھی فکر کرنا نہ پڑا۔ اور اب تک اسی اپنے وعدہ کو پورا کئے چلا جاتا ہے۔"

(شحنۂ حق صفحہ ۴۳ و ۴۴)

"اس جگہ یہ عجیب نکتہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ سادات کی اولاد کو کثرت سے دنیا میں بڑھاوے تو ایک شریف عورت فارسی الاصل کو یعنی شہربانو کو ان کی دادی بنایا اور اس سے اہل بیت اور فارسی خاندان کے خون کو باہم ملا دیا۔ اور ایسا ہی اس جگہ بھی جب خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس عاجز کو دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا کرے۔ اور بہت سی اولاد اور ذریت مجھ سے دنیا میں پھیلاوے جیسا کہ اس کے الہام میں ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۰ میں درج ہے

تو پھر دوبارہ اس نے فارسی خاندان اور سادات کے خون کو باہم ملایا۔ اور پھر میری اولاد کے لئے تیسری مرتبہ ان دونوں خونوں کو ملایا۔ صرف فرق یہ رہا کہ حسینی خاندان کے قائم کرنے کے وقت مرد یعنی حسینؓ اولاد فاطمہ میں سے تھا۔ اور اس جگہ عورت یعنی میری بیوی اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے ہے یعنی سیّد ہے جس کا نام بجائے شہربانو کے نصرت جہاں بیگم ہے۔"

(تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۲۸)

"تخمیناً سولہ برس کا عرصہ گذرا ہے کہ میں نے شیخ حامد علی اور لالہ شرمپت کھتری ساکن قادیان اور لالہ ملاوامل کھتری ساکن قادیان اور جان محمد مرحوم ساکن قادیان اور بہت سے اور لوگوں کو یہ خبر دی تھی۔ کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک شریف خاندان میں وہ میری شادی کرے گا۔ اور وہ قوم کے سیّد[1] ہوں گے اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا اور اس سے اولاد ہوگی۔

---

[1] ہمارا خاندان جو ایک ریاست کا خاندان تھا۔ اس میں عادۃ اللہ اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ بعض بزرگ دادیاں ہماری شریف سادات کی لڑکیاں تھیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے بعض الہامات میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس عاجز کے خون کی بنی فاطمہ کے خون سے آمیزش ہے۔ اور درحقیقت وہ کشف براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۳ کا جس میں لکھا ہے کہ میں نے دیکھا کہ میرا سر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مادر مہربان کی طرح اپنی ران پر رکھا ہوا ہے۔ اس سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے الہام مندرجہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۰ میں یہ بشارت دی تھی۔ سُبحان اللہ تبارک و تعالیٰ زاد مجدک ینقطع آباؤک ویبدء منک۔ یعنی سب پاکیاں خدا کے لئے ہیں جو نہایت برکت والا اور عالی ذات ہے۔ اس نے تیری بزرگی کو زیادہ کیا۔ اب سے تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہوگا اور ابتداء خاندان کا تجھ سے کیا جائے گا۔ یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام اپنے نئے خاندان کا بانی ہوا۔ ایسا ہی تو بھی ہوگا۔ کیونکہ الہام میں بار بار اس عاجز کا نام ابراہیم رکھا گیا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۶۱ میں یہ الہام ہے: سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ صَافَیْنَاهُ وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ تَفَرَّدْنَا بِذٰلِكَ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی۔ یعنی اے ابراہیم تجھ پر سلام۔ ہم نے ابراہیم سے صافی محبت کی اور اس کو غم سے نجات دی۔ ہم ہی اس بات سے خاص ہیں۔ پس اگر تم مقام اصطفاء چاہتے ہو تو تم اس مقام پر اپنا قدم عبودیت رکھو۔ جو ابراہیم یعنی اس عاجز کا مقام ہے۔"

(تریاق القلوب حاشیہ) صفحہ ۴۷

اور یہ خواب ان ایام میں آئی تھی کہ جب میں بعض اعراض اور امراض کی وجہ سے بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا۔ بلکہ قریب ہی وہ زمانہ گذر چکا تھا جبکہ مجھے دق کی بیماری ہوگئی تھی۔ اور باعث گوشہ گزینی اور ترکِ دنیا کے اہتمامات تاہل سے دل سخت ناکارہ تھا۔ اور عیالداری کے بوجھ سے طبیعت متنفر تھی۔ تو اس حالت پُر ملامت کے تصور کے وقت یہ الہام ہوا تھا:

ہر چہ باید نو عروسے را ہمہ ساماں کنم

یعنی اس شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ ان تمام ضروریات کا رفع کرنا میرے ذمہ رہے گا۔ سو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے وعدہ کے موافق اس شادی کے بعد ہر ایک بارِ شادی سے مجھے سبکدوش رکھا۔ اور مجھے بہت آرام پہنچایا۔ کوئی باپ دنیا میں کسی بیٹے کی پرورش نہیں کرتا۔ جیسا کہ اس نے میری کی اور کوئی والدہ پوری ہوشیاری سے دن رات اپنے بچہ کی ایسی خبر نہیں رکھتی جیسا کہ اس نے میری رکھی۔ اور جیسا کہ اس نے بہت عرصہ پہلے براہین احمدیہ میں یہ وعدہ کیا تھا۔ یَا آدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔ ایسا ہی وہ بجا لایا۔ معاش کا غم کرنے کے لئے کوئی گھڑی اس نے میرے لئے خالی نہ رکھی اور خانہ داری کی مہمات کے لئے کوئی اضطراب اس نے میرے نزدیک نہ آنے دیا۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۷۳-۷۴-۷۵)

"خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ میری پیشگوئی سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیشگوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہوں جیسا کہ براہین احمدیہ وغیرہ کتابوں کی پیشگوئیاں کہ میں تجھے اسّی برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دوں گا۔ اور مخالفوں کے ہر ایک الزام سے تجھے بری کروں گا۔ اور تجھے ایک بڑا خاندان بناؤں گا۔ اور تجھ سے ایک عظیم الشان انسان پیدا کروں گا۔ اور تیرے تابعین سے دنیا بھر جائے گی۔"

(حاشیہ تریاق القلوب صفحہ ۲۴)

"اکثر الہامات میرے پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور دشمنوں کے بد ارادوں کا ان میں جواب ہے۔ مثلاً چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تبھی جلدی مر گیا۔ اس لئے پہلے ہی سے اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ ثَمَانِیْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِکَ اَوْ تَزِیْدُ عَلَیْہِ سِنِیْنًا وَتَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا۔ یعنی تیری عمر اسّی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ۔ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دُور کی نسل کو دیکھ لے گا

اور یہ الہام تقریباً پینتیس برس سے ہو چکا ہے اور لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ دشمن یہ بھی تمنا کریں گے کہ یہ شخص منقطع النسل رہ کر نابود ہو جائے۔ تا نادانوں کی نظر میں یہ بھی ایک نشان ہو۔ لہٰذا اس نے پہلے سے براہین احمدیہ میں خبر دے دی کہ یَنْقَطِعُ اٰبَاءُکَ وَیُبْدَءُ مِنْکَ۔ یعنی تیرے بزرگوں کی پہلی نسلیں منقطع ہو جائیں گی اور ان کے ذکر کا کوئی نام و نشان نہ رہیگا۔ اور خدا تجھ سے ایک بنیاد ڈالے گا۔ اسی بنیاد کی مانند جو ابراہیم سے ڈالی گئی۔ اسی مناسبت سے خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام ابراہیم رکھا جیسا کہ فرمایا: سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ صَافَیْنَاہُ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاہِیْمَ مُصَلًّی۔ وَقُلْ رَّبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ۔ یعنی سلام ہے ابراہیم پر (یعنی اس عاجز پر) ہم نے اس سے خالص دوستی کی اور ہر ایک غم سے اس کو نجات دے دی اور تم جو پیروی کرتے ہو تم اپنی نماز گاہ ابراہیم کے قدموں کی جگہ بناؤ۔ یعنی پیروی کرو تا نجات پاؤ۔ اور پھر فرمایا۔ کہہ اے میرے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو بہتر وارث ہے۔ اس الہام میں یہ اشارہ ہے کہ خدا اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ اور ابراہیم کی طرح کثرت نسل کرے گا۔ اور بہتیرے اس نسل سے برکت پائیں گے۔"

(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۱۸ تا ۲۲۰ شائع کردہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ)

"چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا۔ تبھی جلدی مر گیا۔ اس لئے پہلے ہی سے اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ ثَمَانِیْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِکَ اَوْ تَزِیْدُ عَلَیْہِ سِنِیْنًا وَتَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا۔ یعنی تیری عمر اسّی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ۔ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ دُور کی نسل دیکھ لیگا۔ اور یہ الہام تقریباً پینتیس برس سے ہو چکا ہے۔ اور لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔"

(اربعین صفحہ ۳۶ شائع کردہ الشرکۃ الاسلامیہ)

"اُشْکُرْ نِعْمَتِیْ رَأَیْتَ خَدِیْجَتِیْ۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸۔ ترجمہ:۔ میرا شکر کر تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ یہ ایک بشارت کئی سال پہلے اس نکاح کی طرف تھی جو سادات کے گھر میں دہلی میں ہوا جس سے بفضلہ تعالیٰ چار لڑکے پیدا ہوئے اور خدیجہ اس لئے میری بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے۔ جیسا کہ اس جگہ بھی مبارک نسل کا وعدہ تھا اور نیز یہ اس طرف اشارہ تھا کہ وہ بیوی سادات کی قوم میں سے ہوگی۔ اسی کے مطابق دوسرا الہام ہے اور وہ یہ ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّہْرَ وَالنَّسَبَ۔ یعنی وہ خدا جس نے باعتبار رشتہ دامادی اور باعتبار نسب تمہیں عزت بخشی۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۲۴/۱۴۸) (نزول المسیح)

"ایسا ہی خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ دشمن یہ بھی تمنا کریں گے کہ یہ شخص منقطع النسل ہو کر نابود ہو جائے تا نادانوں کی نظر میں یہ بھی ایک نشان ہو۔ لہٰذا اس نے پہلے سے براہین احمدیہ میں خبر دے دی کہ یَنْقَطِعُ اٰبَاؤُکَ وَیُبْدَءُ مِنْکَ۔ یعنی تیرے بزرگوں کی پہلی نسلیں منقطع ہو جائیں گی اور ان کے ذکر کا نام و نشان نہ رہے گا اور خدا تجھ سے ایک نئی بنیاد ڈالے گا۔ اسی بنیاد کی مانند جو ابراہیم سے ڈالی گئی۔ اسی مناسبت سے خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام ابراہیم رکھا۔ جیسا کہ فرمایا: سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ صَافَیْنَاهُ وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی قُلْ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ۔ یعنی سلام ہے ابراہیم پر (یعنی اس عاجز پر) ہم نے اس سے خالص دوستی کی۔ اور ہر ایک غم سے اس کو نجات دے دی۔ اور تم جو پیروی کرتے ہو تم اپنی نماز گاہ ابراہیم کے قدموں کی جگہ بناؤ۔ اور تو بہتر وارث ہے۔ اس الہام میں یہ اشارہ ہے کہ خدا اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ اور ابراہیم کی طرح کثرت نسل کرے گا۔ اور بہتیرے اس نسل سے برکت پائیں گے۔"

(اربعین صفحہ ۳۷ و ۳۸)

"پھر خدائے کریم جل شانہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ:
تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہو گی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔ اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی۔ اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔ اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہو گا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا۔ اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہو گی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔"

(اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس مبارک زوجہ کے متعلق یہ الہامات ہوئے:

"اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَهْلِکَ۔ اِنَّکَ مِنِّیْ وَ اَهْلُکَ"

(اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

پھر فرماتے ہیں:—

"اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَهْلِکَ هٰذِهٖ"

(بدر ۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء۔ الحکم ۲۶ جنوری ۱۹۰۸ء)

جزءِ دوم

اس مبارک خاندان کے ظہور کی عمومی بشارات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعض مبارک اور صالح فرزندان کی ولادت کی خصوصی بشارات بھی عطا ہوئیں۔ جو درج ذیل ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا الہام قَدْ بَلَغَتْ اٰیَاتِیْ تحریر فرما کر اس کے متعلق حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"خدا نے میری تائید میں سو کے قریب نشان ظاہر فرمائے ہیں۔ چنانچہ چار لڑکے چار پیشگوئیوں کے مطابق پیدا ہوئے ہیں۔ جن کا مفصل ذکر کتاب تریاق القلوب میں ہے۔"

(حاشیہ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۳۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اَرْبَعَةً مِّنَ الْبَنِیْنَ وَاَنْجَزَ وَعْدَهٗ مِنَ الْاِحْسَانِ"

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۵، شائع کردہ بشیر)

"اکتالیسواں نشان یہ ہے کہ عرصہ بیس یا اکیس برس کا گذر گیا ہے کہ میں نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں چار لڑکے دوں گا جو عمر پا دیں گے۔ اسی پیشگوئی کی طرف مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۳۹ میں اشارہ ہے یعنی اس عبارت میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اَرْبَعَةً مِّنَ الْبَنِیْنَ وَاَنْجَزَ وَعْدَهٗ مِنَ الْاِحْسَانِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے جس نے پیرانہ سالی میں چار لڑکے مجھے دیئے اور اپنا وعدہ پورا کیا (جو میں چار لڑکے دوں گا) چنانچہ وہ چار لڑکے یہ ہیں:— (۱) محمود احمد (۲) بشیر احمد (۳) شریف احمد (۴) مبارک احمد جو زندہ موجود ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۸)

" سو جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا تعالیٰ نے چار لڑکوں کا بذریعہ الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ دیا۔ اور پھر ہر ایک پسر کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے پیدا ہونے کے بارہ میں وعدہ دیا اور جیسا کہ میں پہلے اس سے لکھ چکا ہوں یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان ہے کہ اس نے ہر چہار لڑکوں کے پیدا ہونے کا اس وقت وعدہ دیا جبکہ ان میں سے ایک بھی موجود نہ تھا " (تریاق القلوب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مکتوب مورخہ ۲۷ جون ۱۸۹۹ء بنام سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی فرماتے ہیں :

" قریباً چودہ برس کا عرصہ گذرا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میری اس بیوی کو چوتھا لڑکا پیدا ہوا ہے اور تین پہلے موجود ہیں۔ اور یہ بھی خواب میں دیکھا تھا کہ اس پسر چہارم کا عقیقہ بروز دوشنبہ یعنی پیر کو ہوا ہے اور جس وقت یہ خواب دیکھی تھی اس وقت ایک لڑکا بھی نہ تھا۔ یعنی کوئی بھی نہیں تھا۔ اور خواب میں دیکھا تھا کہ اس بیوی سے میرے چار لڑکے ہیں اور چاروں میری نظر کے سامنے موجود ہیں اور چھوٹے لڑکے کا عقیقہ پیر کو ہوا ہے۔

اب جبکہ یہ لڑکا یعنی مبارک احمد پیدا ہوا تو وہ خواب بھول گئے اور عقیقہ اتوار کے دن مقرر ہوا۔ لیکن خدائی قدرت ہے کہ اس قدر بارش ہوئی کہ اتوار میں عقیقہ کا سامان نہ ہو سکا۔ اور ہر طرف سے حارج پیش آئے۔ ناچار پیر کے دن عقیقہ قرار پایا۔ پھر ساتھ یاد آیا کہ قریباً چودہ برس گذر گئے کہ خواب میں دیکھا تھا کہ ایک چوتھا لڑکا پیدا ہو گا۔ اور اس کا عقیقہ پیر کے دن ہو گا۔ تب وہ اضطراب ایک خوشی کے ساتھ مبدّل ہو گیا۔ کہ کیونکر خدا تعالیٰ نے اپنی بات کو پورا کیا۔ اور ہم سب زور لگا رہے تھے کہ عقیقہ اتوار کے دن ہو گا۔ مگر کچھ بھی پیش نہ گئی اور عقیقہ پیر کو ہوا۔ یہ پیشگوئی بڑی بھاری تھی۔ کہ اس چودہ برس کے عرصہ میں یہ پیشگوئی کہ چار لڑکے پیدا ہوں گے اور پھر چہارم کا عقیقہ پیر کے دن ہو گا۔ انسان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس مدت تک چار لڑکے پیدا ہو سکیں زندہ بھی رہیں۔ یہ خدا کے کام ہیں۔ مگر افسوس کہ ہماری قوم دیکھتی ہے۔ پھر آنکھ بند کر لیتی ہے۔"

(تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں :

" ایسا ہی پیشگوئی کے مطابق میرے گھر میں چار لڑکے پیدا ہوئے اور پسر چہارم کی پیدائش تک پیشگوئی کے مطابق عبدالحق غزنوی زندہ رہا۔ اس میں کیسی قدرت الٰہی پائی جاتی ہے "

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳، مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

" وَاِنَّ اللّٰہَ بَشَّرَنِیْ فِیْ اَبْنَائِیْ بِشَارَۃً بَعْدَ بِشَارَۃٍ حَتّٰی بَلَغَ عَدَدُھُمْ اِلٰی ثَلَاثَۃٍ وَاَنْبَأَنِیْ بِھِمْ قَبْلَ وُجُوْدِھِمْ بِالْاِلْھَامِ فَاَشَعْتُ ھٰذِہِ الْاَنْبَاءَ قَبْلَ ظُھُوْرِھَا فِی الْخَوَاصِ وَالْعَوَامِ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ تِلْکَ الْاِشْتِھَارَاتِ ثُمَّ تَمُرُّوْنَ بِھَا غَافِلِیْنَ مِنَ النَّصَفَاتِ "

(انجام آتھم)

" پھر ایک اور نشان یہ ہے جو یہ تین لڑکے جو موجود ہیں ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے آنے کی خبر دی گئی ہے چنانچہ محمود جو بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی معہ محمود کے نام کے موجود ہے جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارہ میں شائع کیا گیا تھا۔ جو رسالہ کی طرح کئی ورقوں کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے اور بشیر جو درمیانی لڑکا ہے اس کی خبر ایک سفید اشتہار میں موجود ہے جو سبز اشتہار کے تین سال بعد شائع کیا گیا تھا اور شریف جو سب سے چھوٹا لڑکا ہے اس کے تولد کی نسبت پیشگوئی ضیاء الحق اور انوار الاسلام میں موجود ہے۔ اب دیکھو کہ کیا یہ خدائے عالم الغیب کا نشان نہیں ہے۔ کہ ہر ایک بشارت کے وقت میں قبل از وقت وہ بشارت دیتا رہا "

(روحانی خزائن جلد ۱۱ ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۲۹/۱۵)

ان فرزندان گرامی کے متعلق حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری بھی عطا کی گئی۔ چنانچہ الہام ہوا :

" تَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا اَبْنَاءَ الْقَمَرِ "

(تذکرہ صفحہ ۲۸۶)

حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا :-

" میری شادی ہوئی اور میں ایک مہینہ قادیان ٹھہر کر پھر واپس دہلی گئی۔ تو ان ایّام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے ایک خط لکھا کہ میں نے خواب میں تمہارے تین جوان لڑکے دیکھے ہیں "

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت نمبر ۱۹)

" صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

" ایک گھنٹہ ہوا ہو گا۔ ہم نے دیکھا کہ والدہ محمود قرآن شریف آگے رکھے پڑھتی ہیں۔ جب یہ آیت پڑھی کہ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا جب اُولٰٓئِکَ پڑھا تو محمود سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر دوبارہ اُولٰٓئِکَ پڑھا تو بشیر آ کھڑا ہوا۔ پھر

شریف آگیا۔ پھر فرمایا جو پہلے بنے وہ پہلے ہے۔"
(تذکرۃ المہدی مصنفہ پیر سراج الحق صاحب حصہ دوم ص۳۰ بحوالہ تذکرہ نیا ایڈیشن ص۹۴، ۹۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام میں اپنی اولاد خصوصاً ان فرزندانِ مبارک کے خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور خاص جذباتِ تشکر کا اظہار فرمایا ہے اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور ان کے لئے درد اور سوز سے بھری ہوئی دعائیں مانگی ہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

ے

"کیونکر ہو شکر تیرا، تیرا ہے جو ہے میرا　　تو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا　　دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرور　　تو نے مجھے دیئے ہیں یہ تین تیرے چاکر
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا ربِّ اکبر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہے آج ختمِ قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں　　تو نے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے قرباں
اے میرے ربِّ محسن کیونکر ہو شکرِ احساں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

پھر فرماتے ہیں:

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے　　سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں　　یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت　　کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رُشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر　　رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
تو ہے ہمارا رہبر ـ تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو　　جاں پُر ز نور رکھیو دل پُر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

میری دعائیں ساری کریو قبول باری　　میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا　　دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اس کے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر　　تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندے　　کر ان سے دور یا رب دنیا کے سارے پھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے　　کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میرے دل کے جانی اے شاہِ دو جہانی　　کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بختِ جاودانی اور فیضِ آسمانی
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری — رحمت سے ان کو رکھنا میں تیرے منہ کے واری
اپنی پناہ میں رکھیو سن کر یہ میری زاری
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے واحد یگانہ اے خالقِ زمانہ — میری دعائیں سن لے اور عرض چاکرانہ
تیرے سپرد تینوں دیں کے قمر بنانا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

فکروں سے دل حزیں ہے جاں درد سے قریں ہے — جو صبر کی تھی طاقت مجھ میں وہ اب نہیں ہے
ہر غم سے دور رکھنا تو ربّ العالمیں ہے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اقبال کو بڑھانا اب فضل لے کے آنا — ہر رنج سے بچانا دکھ درد سے چھڑانا
خود میرے کام آنا یا رب نہ آزمانا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر — یہ ہادیٔ جہاں ہوں - یہ ہوویں نور یکسر
یہ مرجع شہاں ہوں - یہ ہوویں مہرِ انور
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اہلِ وقار ہوویں - فخرِ دیار ہوویں — حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں - اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

حضور علیہ السلام اپنی ایک اور نظم میں فرماتے ہیں :

خدا نے چار لڑکے اور یہ دختر — عطا کی پس یہ احساں ہے سراسر
یہ کیا احساں ہے تیرا بندہ پرور — کروں کس منہ سے شکر اے میرے داور
اگر ہر بال ہو جاوے سخن ور! — تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر
کریما! دور کر تو ان سے ہر شر — رحیما نیک کر اور پھر معمّر
پڑھایا جس نے اس پر بھی کرم کر — جزا دے دین اور دنیا میں بہتر
رہِ تعلیم اک تو نے بتا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیئے ہیں تو نے مجھ کو چار فرزند — اگرچہ مجھ کو بس تجھ سے ہے پیوند
بنا ان کو نکوکار و خردمند — کرم سے ان پہ کر راہِ بدی بند
ہدایت کر انہیں میرے خداوند — کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پند
تو خود کر پیرو ارشاد اے میرے اخوند — وہ تیرے ہیں ہماری عمر تا چند
یہ سب تیرا کرم ہے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مرے مولیٰ مری یہ اک دعا ہے — تری درگاہ میں عجز و بکا ہے
وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے — زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے — ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے — وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے
عجب محسن ہے تو بحر الایادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

نجات ان کو عطا کر گندگی سے — برات ان کو عطا کر بندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے — بچانا اے خدا! بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال — نہ آوے ان کے گھر تک رعبِ دجال
بچانا ان کو ہر غم سے بہر حال — نہ ہوں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پامال
یہی امید ہے دل نے بتا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ — نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ — مرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا
یہی امید ہے اے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا — مصیبت کا الم کا بے بسی کا
یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا — جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تو نے پہلے سے سنا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

پھر حضور فرماتے ہیں :

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد — بشارت تونے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد" — بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

خبر مجھ کو یہ تونے بارہا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

میری اولاد سب تیری عطا ہے — ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہیں — یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے

یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی!
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

دیئے تونے مجھے یہ مہرو ماہتاب — یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
دکھایا تونے وہ اے ربِّ ارباب — کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب

یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک نظم میں جو حضور نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان سے خدا تعالیٰ کے شکر اور دعا کے طور پر کہی۔

فرماتے ہیں :

"تونے اس عاجز کو چار دیئے ہیں لڑکے
تیری بخشش ہے یہ اور فضل نمایاں تیرا
پہلا فرزند ہے محمود مبارک چوتھا
دونوں کے بیچ بشیر اور شریف احساں تیرا
تونے ان چاروں کی پہلے سے بشارت دی تھی
تو وہ حاکم ہے کہ ٹلتا نہیں فرمان تیرا

پھر فرماتے ہیں :

اس جہاں میں ہے وہ جنت میں ہی بے ریب وگماں
جو اک بندۂ توکّل سے ہے مہماں تیرا
میری اولاد کو تو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ نمایاں تیرا

عمر دے رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا
اب مجھے زندگی میں ان کی مصیبت نہ دکھا
بخش دے میرے گنہ اور جو عصیاں تیرا
اس جہاں سے نہ بتیں کیڑے، یہ کر فضل ان پر
ہر کوئی ان میں سے کہلائے مسلماں تیرا
غیر ممکن ہے کہ تم پھر سے پاؤں یہ مراد
بات جب بنتی ہے جب سارا ہو ساماں تیرا

جزسوم

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک مبارک خاندان اور مطہر بیٹوں کی بشارت کے ساتھ ساتھ ایک خاص موعود بیٹے کی بھی بشارت دی۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کی زبردست تائید فرمائے گا۔ اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ یہ جلیل القدر پیش گوئی بڑی وضاحت کے ساتھ سیدنا محمود حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود گرامی کے ذریعہ پوری ہوئی۔

پسر موعود کے متعلق اس خاص پیشگوئی سے قبل جو "مصلح موعود" کی پیشگوئی کے نام سے معروف ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ کچھ عرصہ خلوت میں رہ کر خصوصی عبادات اور مجاہدات میں صرف کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ اس غرض کے لئے ہوشیارپور کو انتخاب کیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"خداوند کریم جلّ شانہٗ نے اس شہر کا نام بتا دیا ہے۔ کہ جس میں کچھ مدت بطور خلوت رہنا چاہیئے۔ اور وہ ہوشیارپور ہے۔"

(مکتوب بنام چوہدری رستم علی صاحب تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۱۳۸)

بدر جلد ۶ نمبر ۳۶ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء میں لکھا ہے :

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام مشہور ہو چکا ہے۔ با یں الفاظ یا بایں معنی
"ایک معاملہ کی عقدہ کشائی ہوشیارپور میں ہوگی۔"

(تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۱۳۸)

میاں عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پہلے حضور کا ارادہ چلّہ کشی کیلئے سوجان پور ضلع گورداسپور میں جانے کا تھا مگر بعد میں الہام ہوا کہ "تمہاری عقدہ کشائی ہوشیارپور میں ہوگی"۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۷۹ بحوالہ تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۱۴۸)

۱۸۸۶ء کے اوائل میں ہوشیارپور میں چلہ کشی کے بعد حضور علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے الہامی الفاظ شائع فرمائے۔ اس کے بعد حضور نے اپنے متعدد اشتہارات، رسائل اور کتب میں اس موعود بیٹے کی پیشگوئی کا تذکرہ فرمایا۔ حضور تحریر فرماتے ہیں :-

"خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے جل شانہٗ و عزّ اسمہٗ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لاویں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عمانوایل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ و عظمت و دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکتوں سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ

نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا"۔

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

پھر آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں :-

"اِنَّ اللّٰهَ بَشَّرَنِيْ وَقَالَ سَمِعْتُ تَضَرُّعَاتِكَ وَدَعَوَاتِكَ وَاِنِّيْ مُعْطِيْكَ مَا سَأَلْتَ مِنِّيْ وَاَنْتَ مِنَ الْمُنْعَمِيْنَ۔ وَمَا اَدْرَاكَ مَا اُعْطِيْكَ آيَةَ رَحْمَةٍ وَّفَضْلٍ وَّقُرْبَةٍ وَّفَتْحٍ وَّظَفَرٍ فَسَلَامٌ عَلَيْكَ۔ اَنْتَ مِنَ الْمُظَفَّرِيْنَ۔ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اِسْمُهٗ عَنْمُوَائِيْلُ وَبَشِيْرٌ اَنِيْقُ الشَّكْلِ دَقِيْقُ الْعَقْلِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ يَاْتِيْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْفَضْلُ يَنْزِلُ بِنُزُوْلِهٖ وَهُوَ نُوْرٌ وَّمُبَارَكٌ وَّطَيِّبٌ وَّمِنَ الْمُطَهَّرِيْنَ۔ يُفْشِي الْبَرَكَاتِ وَيُغَذِّي الْخَلْقَ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَيَنْصُرُ الدِّيْنَ۔

وَيَسْمُوْ وَيَعْلُوْ وَيَرْقٰى وَيُعَالِجُ كُلَّ عَلِيْلٍ وَّمَرْضٰى وَكَانَ بِاَنْفَاسِهٖ مِنَ الشَّافِيْنَ۔ وَاِنَّهٗ آيَةٌ مِّنْ آيَاتِيْ وَعَلَمٌ لِّتَاْيِيْدَاتِيْ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا اِنِّيْ مَعَكَ بِفَضْلِيَ الْمُبِيْنِ۔ وَلِيَجِيْئَ الْحَقُّ بِمَجِيْئِهٖ وَيَزْهَقَ الْبَاطِلُ بِظُهُوْرِهٖ وَلِيَتَجَلّٰى قُدْرَتِيْ وَيَظْهَرَ عَظْمَتِيْ وَيَعْلُوَ الدِّيْنَ وَيَلْمَعَ الْبَرَاهِيْنُ۔ وَلِيَنْجُوْا طُلَّابُ الْحَيَاتِ مِنْ اَكْفَانِ مَوْتِ الْاِيْمَانِ وَالنُّوْرِ۔ وَلِيُبْعَثَ اَصْحَابُ الْقُبُوْرِ مِنَ الْقُبُوْرِ۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَكِتَابِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا عَلٰى خَطَاءٍ وَّلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ فَسَيُعْطٰى لَكَ غُلَامٌ زَكِيٌّ مِّنْ صُلْبِكَ وَذُرِّيَّتِكَ وَنَسْلِكَ وَيَكُوْنُ مِنْ عِبَادِنَا الْوَجِيْهِيْنَ۔ ضَيْفٌ جَمِيْلٌ يَاْتِيْكَ مِنْ لَّدُنَّا۔ نَقِيٌّ مِّنْ كُلِّ دَرَنٍ وَّشَيْنٍ وَّشَنَارٍ وَّشَرَارَةٍ وَّعَيْبٍ وَّعَارٍ وَّعَرَارَةٍ وَّمِنَ الطَّيِّبِيْنَ۔

وَهُوَ كَلِمَةُ اللّٰهِ۔ خُلِقَ مِنْ كَلِمَاتٍ تَمْجِيْدِيَّةٍ وَّهُوَ فَهِيْمٌ وَّذَهِيْنٌ وَّحَسِيْنٌ قَدْ مُلِئَ قَلْبُهٗ عِلْمًا۔ وَّبَاطِنُهٗ حِلْمًا۔ وَصَدْرُهٗ سِلْمًا۔ وَاُعْطِيَ لَهٗ نَفَسٌ مَّسِيْحِيٌّ وَّبُوْرِكَ بِالرُّوْحِ الْاَمِيْنِ۔ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ۔ فَوَاهًا لَّكَ يَا يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ يَاْتِيْ فِيْكَ اَرْوَاحُ الْمُبَارَكِيْنَ۔ وَلَدٌ صَالِحٌ كَرِيْمٌ ذَكِيٌّ مُّبَارَكٌ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ يَظْهَرُ بِظُهُوْرِهٖ

جلالُ ربّ العالمین۔ یأتیکَ نورٌ ممسوحٌ بعطرِ الرحمٰن۔ القائمُ تحت ظلِّ اللہِ المنّان۔ یَفُکُّ رقابَ الأسارٰی وینجی المسجونین۔ یُعظَّمُ شانہ ویُرفَعُ اِسمہ وبرھانہ۔ ویُنشَرُ ذِکرہ وریحانہ إلٰی أقصی الأرضین۔ إمامٌ ھمامٌ۔ یُبارِکُ منہ أقوامٌ۔ ویأتی معہ شفاءٌ ولا یُبقی سقامٌ۔ وینتفع بہ انام۔ ویَمُرُّ سریعًا سریعًا کأنہ عرام۔ ثم یرفع الٰی نقطتہ النفسیۃ التی ھی لہ مقام۔ وکان أمرًا مقضیًّا قدّرہ قادرٌ علّامٌ۔ فتبارک اللہ خیرُ المقدّرین۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۷، ۵۷۸)

"وقد أخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم أن المسیح الموعود یتزوّج ویُولَدُ لَہُ ففی ھذا إشارۃٌ إلٰی أن اللہ یعطیہ ولدًا صالحًا یشابہ أباہ ولا یأباہ ویکون من عباد اللہ المکرمین۔ والسرُّ فی ذالک ان اللہ لا یبشّر الانبیاء والأولیاء بذرّیّۃ إلّا إذا قدّر تولیدَ الصالحین۔ وھذہ ھی البشارۃ التی قد بشّرتُ بھا من سنین ومن قبل ھٰذہ الدعوٰی لیعرّفنی اللہ بھذا العلم فی أعین الذین یستشرفون وکانوا للمسیح کالمعلوذین۔"

(آئینہ کمالات اسلام حاشیہ صفحہ ۵۷۸، ۵۷۹)

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذرّیت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا۔ اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔ سو ان دنوں کے منتظر رہو۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک شناخت اس کے وقت میں ہوتی ہے۔ اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے۔ جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔"

(الوصیت حاشیہ صفحہ ۸)

"شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہو گا۔"

(خط بنام حضرت خلیفہ اوّل ۸ رجون ۱۸۸۶ء)

"بطور نمونہ چند الہامات اس جگہ لکھتا ہوں۔ ان میں سے بعض الہامات بیس برس کے عرصہ سے ہیں جو مختلف ترتیبوں اور کمی بیشی کے ساتھ بار بار القاء ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں ۔۔۔

إنّا نبشّرک بغلامٍ حلیمٍ مظھر الحق والعلاء کأن اللہ نزل من السماء اِسمہ عمانوئیل۔"

(انجام آتھم صفحہ ۵۱-۶۲)

"بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثیل بن کر آوے۔ کیونکہ نبیوں کے مثیل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذرّیت سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہو گی۔ وہ آسمان سے اترے گا۔ اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا۔ وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔ **فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کأنّ اللہ** نزل من السماء۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹ مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ۔ پہلا ایڈیشن صفحہ ۱۵۶)

"ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت توریت میں بعض پیشگوئیاں ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر پوری نہیں ہو سکیں بلکہ وہ بواسطہ ان خلفاء کرام کے پوری کی گئیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی میں فانی تھے۔ سو اس میں کون کلام کر سکتا ہے۔ جو ایک مامور من اللہ کی نسبت جن جن فتوحات اور امور عظیم کا تذکرہ پیشگوئیوں کے لباس میں ہوتا ہے اس میں یہ ہرگز ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ وہ سب کچھ اس کے ذریعہ سے پورا بھی ہو جائے۔ بلکہ اس کے خاص متبعین اس کے ہاتھوں اور پیروں کی طرح سمجھے جاتے ہیں .... اس میں کونسا تکلف ہے کہ اگر فرض کے طور پر تسلیم کر لیں کہ بعض پیشگوئیوں کا اپنی ظاہری صورت پر بھی پورا ہونا ضروری ہے تو ساتھ اس کے یہ بھی تسلیم کر لینا چاہیئے کہ وہ پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی۔ اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے ان کی تکمیل کرائی جائے گی کہ جو پورے طور پر پیروی کی راہوں میں فانی ہونے کی وجہ سے اور نیز آسمانی روح کے لینے کے باعث سے اس عاجز کے وجود کے ہی حکم میں ہوں گے۔ اور ایک پیشگوئی بھی جو براہین احمدیہ میں درج ہو چکی ہے اس کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

وہ الہام یہ ہے:

یا عیسٰی إنّی متوفّیک ورافعک إلیّ وجاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا إلٰی یوم القیامۃ۔ اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذرّیت میں سے ہے۔ جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا۔ کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۷۴، ۱۷۵ مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ)

"خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا جس میں میں روح القدس کی برکات پھونکوں گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہو گا۔ اور مظہر الحق والعلاء ہو گا۔ گویا خدا آسمان

سے نازل ہوا۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۰ مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ)

منظوم کلام میں فرماتے ہیں :

"بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
مری ہر بات کو تو نے چلا دی — مری ہر روک بھی تو نے اُٹھا دی
مری ہر پیشگوئی خود بتا دی — تَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا بھی دکھا دی
جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ"

اس موعود بیٹے کی بشارت کے متعلق صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے سلسلہ میں بھی سخت تفرقہ پڑے گا۔ اور فتنہ انداز اور ہوا و ہوس کے بندے جدا ہو جائیں گے۔ پھر خدا تعالیٰ اس تفرقہ کو مٹا دے گا۔ باقی جو کٹنے کے لائق اور راستی سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور فتنہ پرداز ہیں وہ کٹ جائیں گے۔ اور دنیا میں ایک حشر برپا ہوگا وہ اوّل الحشر ہوگا۔ اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے۔ اور ایسا کشت و خون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائے گی اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کرے گی۔ ایک عالمگیر تباہی آوے گی اور ان تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اس کے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ تم اس موعود کو پہچان لینا۔" (تذکرۃ المہدی حصہ دوم ص۳۔ تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۷۹۵)

جزو چہارم

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی اشاعت کے بعد جو مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی کے الہامی الفاظ پر مشتمل ہے۔ مخالفین نے وقتاً فوقتاً اس پر اعتراض کیا۔ کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ چنانچہ

اس اشتہار کی اشاعت کے بعد حضور علیہ السلام کے گھر ایک صاحبزادی پیدا ہوئی۔ جس کا نام عصمت رکھا گیا۔ اس کی پیدائش پر بہت شور و غوغا کیا گیا۔ کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ حالانکہ پیشگوئی میں کہیں اشارہ بھی نہ تھا کہ اشتہار کی اشاعت کے معاً بعد پیدا ہونے والا بچہ ہی پسر موعود ہوگا۔ اسی طرح اس کے کچھ عرصہ کے بعد حضور کے گھر میں ایک بیٹا ہوا جو بشیر اوّل کے نام سے معروف ہے اس بچہ کی خوردسالی میں وفات پر بھی مخالفین نے تمسخر اور استہزاء کے ساتھ ہنگامہ آرائی کی حالانکہ کسی الہام میں اس بچہ کو عمر پانے والا موعود مصلح نہیں قرار دیا گیا تھا۔

مخالفین کے ان مسلسل اعتراضات کا جواب حضور نے اپنی متعدد تحریرات میں دیا۔ ان اعتراضات کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس کے ردّ میں حضور علیہ السلام نے جو تحریرات لکھیں ان سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ موعود مصلح حضور کا حقیقی و صلبی بیٹا ہوگا۔ نہ کہ بعض لوگوں کے مفروضات کے مطابق کوئی سینکڑوں سال بعد میں آنے والا وجود۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس موعود بیٹے کی ولادت کی مدّت معیّن طور پر نو سال کے اندر مقرر کر دی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اشتہار بعنوان "اشتہار واجب الاظہار" مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں فرماتے ہیں :

"اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء پر جس میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح ہے۔ جو بصفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا۔ دو شخص سکنہ قادیان یعنی حافظ سلطان کشمیری و صابر علی نے روبرو مرزا نواب بیگ و میاں شمس الدین اور مرزا غلام علی ساکنان قادیان یہ دروغ بے فروغ برپا کیا ہے۔ کہ ہماری دانست میں عرصہ ڈیڑھ ماہ سے صاحب اشتہار کے گھر لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ قول ان مردمان کا سراسر افتراء اور دروغ و بمقتضائے کینہ و حسد و عناد جبلّی ہے۔ جس سے وہ نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے اس قول دروغ کا ردّ واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں کہ ابھی تک جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء ہے۔ ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰۔۲۲ سال سے زیادہ ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔"

اسی اشتہار کے آخر میں اس پیشگوئی کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"ماسوا اس کے ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیشگوئی کا اگر بنظر یکجائی دیکھا جائے۔ تو ایسا بشری طاقتوں سے بالاتر ہے۔ جس کے نشان الٰہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا۔ اور

اگر شک ہو تو اس قسم کی پیش گوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے۔ اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم اللہ جل شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف الرحیم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ واولیٰ واکمل وافضل واتم ہے۔ کیونکہ مُردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دُعا کر کے ایک رُوح واپس منگوایا جائے۔ اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت بائبل میں لکھا گیا۔ جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے۔ اور پھر باوصف ان سب عقلی ونقلی جرح وقدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مردہ صرف چند منٹ کے لئے زندہ رہتا ہے اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے جس کے دنیا میں آنے سے نہ دنیا کو کچھ عملی فائدہ پہنچتا تھا۔ نہ خود اس کو آرام ملتا تھا۔ اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ سو اگر مسیح علیہ السلام کی دُعا سے بھی کوئی رُوح دنیا میں آئی۔ تو درحقیقت اس کا آنا نہ آنا برابر تھا بلکہ اگر بالفرض محال اگر ایسی روح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی تب بھی ایک ناقص رُوح کسی رذیل یا دنیا پرست کی جو أَحَسُّ مِّنَ النَّاسِ دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی۔ مگر اس جگہ بفضلہ تعالیٰ واحسانہ وببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دُعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ جس کی ظاہری اور باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردہ کی بھی رُوح ہی دعا سے واپس آتی ہے۔ اور اس جگہ بھی دعا سے ایک رُوح ہی منگوائی گئی ہے۔ مگر ان رُوحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مُرتد ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا ؞

اے لوگو! میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتا بلکہ وہی خاک اس کے سر پر، اس کی آنکھوں پر، اس کے منہ پر گر کر اس کو ذلیل ورسوا کرے گی۔ اور ہمارے نبی کریم کی شان وشوکت اس کی عداوت اور اس کے بخل سے کم نہیں ہوگی۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ ظاہر کرے گا۔ کیا تم فجر کے قریب آفتاب کو نکلنے سے روک سکتے ہو۔ ایسے ہی تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ صداقت کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ خدا تعالیٰ تمہارے کینوں اور بخلوں کو دُور کرے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

پھر فرماتے ہیں :-

"بالآخر ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک بڑی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اب کی دفعہ لڑکا عطا نہیں کیا۔ کیونکہ اگر وہ اب کی دفعہ ہی پیدا ہوتا ایسے لوگوں پر کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ جو پہلے ہی سے یہ کہتے تھے کہ قواعد طبی کی رُو سے حمل موجودہ کی علامات سے ایک حکیم آدمی بتلا سکتا ہے۔ کہ کیا پیدا ہوگا۔ اور پنڈت لیکھرام پشاوری اور بعض دیگر مخالف اس عاجز پر یہ الزام رکھتے تھے کہ ان کو فن طبابت میں مہارت ہے۔ انہوں نے طب کے ذریعہ معلوم کر لیا ہوگا کہ لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ اسی طرح ایک صاحب محمد رمضان نام نے پنجابی اخبار ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء میں چھپوایا کہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دینا منجانب اللہ ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور جس نے ارسطو کا درکس دیکھا ہوگا۔ حاملہ عورت کا قارورہ دیکھ کر لڑکا یا لڑکی کا پیدا ہونا ٹھیک ٹھیک بتلا سکتا ہے۔ اور بعض مخالف مسلمان یہ بھی کہتے تھے۔ کہ اصل میں ڈیڑھ ماہ سے یعنی پیشگوئی بیان کرنے سے پہلے لڑکا پیدا ہو چکا ہے جس کو فریب کے طور پر چھپا رکھا ہے۔ اور عنقریب مشہور کیا جائے گا کہ پیدا ہو گیا۔ سو یہ اچھا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تولد فرزند مسعود موعود کو دوسرے وقت پر ڈال دیا۔ ورنہ اگر اب کی دفعہ ہی پیدا ہو جاتا تو ان متزایات مذکورہ بالا کا کون فیصلہ کرتا۔ لیکن اب تولد فرزند موصوف کی بشارت محض غیب ہے نہ کوئی حمل موجود ہے نہ ارسطو کے درکس یا جالینوس کے قواعد حمل دانی بالمعارضہ پیش ہو سکیں۔ اور نہ اب کوئی بچہ چھپایا ہوا ہے تا وہ مدت کے بعد نکالا جائے۔ بلکہ نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں اور یہ معلوم کہ اس عرصہ تک کس قسم کی اولاد خواہ نخواہ پیدا ہوگی چہ جائیکہ لڑکا پیدا ہونے پر کسی اٹکل سے قطع اور یقین کیا جائے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اشتہار مورخہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں تحریر فرماتے ہیں :-

"واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو لپسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو اوّل تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفاتِ خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی ہے اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہر ایک انسان کا شہادت دیتا ہے۔ کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے۔ انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے۔ نہ یہ کہ صرف پیشگوئی ہے۔ ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی۔ تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے۔

یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ کریم جلّشانہٗ کا ہے۔ اس لئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے۔ جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔ آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شائع کیا جاوے گا۔" والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اشتہار موسومہ محک اخیار و اشرار میں فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک مومن اور پاک باطن اپنے ذاتی تجربہ سے اس بات کا گواہ ہے کہ جو لوگ صدق دل سے اپنے مولیٰ کریم جلّشانہٗ سے کامل وفاداری اختیار کرتے ہیں۔ وہ اپنے ایمان اور صبر کے اندازہ پر مصیبتوں میں ڈالے جاتے ہیں اور سخت سخت آزمائشوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور ان کو بد باطن لوگوں سے بہت کچھ رنجدہ باتیں سننی پڑتی ہیں۔ اور انواع و اقسام کی مصائب و شدائد کو اٹھانا پڑتا ہے اور نا اہل لوگ طرح طرح کے منصوبے اور رنگا رنگ کے بہتان ان کے حق میں باندھتے ہیں۔ اور ان کے نابود کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ یہی عادت اللہ ان لوگوں سے جاری ہے جن پر اس کی عنایت ہے۔ غرض جو اس کی نگاہ میں راستباز و صادق ہیں۔ وہ ہمیشہ جاہلوں کی زبان اور ہاتھ سے تکلیفیں اٹھاتے چلے آئے ہیں۔ چونکہ سنت اللہ قدیم سے یہی ہے۔ اس لئے اگر ہم بھی خویش و بیگانہ سے کچھ آزار اٹھائیں تو ہمیں شکر بجا لانا چاہیئے۔ اور خوش ہونا چاہیئے کہ ہم اس محبوب حقیقی کی نظر میں اس لائق ٹھہرے کہ اس کی راہ میں دکھ دیئے جائیں۔ اور ستائے جائیں۔ سو اس طرح پر دکھ اٹھانا تو ہماری عین سعادت ہے۔ لیکن جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ بعض دشمنانِ دین اپنی افترا پردازی سے صرف ہماری ایذا رسانی پر کفایت نہیں کرتے بلکہ بے تمیز اور بے خبر لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں تو اس صورت میں ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ حتی الوسع ان ناواقف لوگوں کو فتنہ سے بچاویں۔ سو واضح ہو کہ بعض مخالف نا خدا ترس جن کے دلوں کو زنگِ تعصب و بخل نے سیاہ کر رکھا ہے۔ ہمارے اشتہار مطبوعہ ۸ ؍ اپریل ۱۸۸۶ء کو یہودیوں کی طرح محرف و مبدّل کرتے اور کچھ کے کچھ معنی بنا کر سادہ لوح لوگوں کو سناتے ہیں اور نیز اپنی طرف سے اشتہارات شائع کرتے ہیں تا دھوکہ دے کر ان کے ذہن نشین کریں کہ جو لڑکا ہونے کی پیشگوئی تھی اس کا وقت گذر گیا۔ اور وہ غلط نکلی۔ ہم اس کے جواب میں صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنا کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ہم افسوس بھی کرتے ہیں کہ ان بے عزتوں اور ذلّتوں کو باعث

حد درجہ کے کینہ اور بخل اور تعصب کے اب کسی لعنت ملامت کا بھی کچھ خوف اور اندیشہ نہیں رہا۔ اور جو شرم اور حیا اور خدا ترسی لازمہ انسانیت ہے وہ سب نیک خصلتیں ایسی ان کی سرشت سے اٹھ گئی ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ نے ان میں وہ پیدا ہی نہیں کیں۔ اور جیسے ایک بیمار اپنی صحت یابی سے ناامید ہو کر اور صرف چند روزہ زندگی سمجھ کر سب پرہیزیں توڑ دیتا ہے اور جو چاہتا ہے کھا پی لیتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی اپنی مرض کینہ اور تعصب اور دشمنی کو ایک آزار لاعلاج خیال کر کے دل کھول کر بد پرہیزیاں اور بے راہیاں شروع کی ہیں۔ جن کا انجام بخیر نہیں۔ تعصب اور کینہ کے سخت جنون نے کیسی ان کی عقل مار دی ہے۔ نہیں دیکھتے کہ اشتہار ۲۲ ؍ مارچ ۱۸۸۶ء صاف صاف تولّد فرزند موصوف کے لئے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے اور اشتہار ۸ ؍ اپریل ۱۸۸۶ء میں کسی برس یا مہینہ کا ذکر نہیں اور نہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جو نو برس کی میعاد رکھی گئی تھی۔ اب وہ منسوخ ہو گئی ہے۔" ....

پھر فرماتے ہیں:۔

"بعض جاہل جہالت کی وجہ سے یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ جب پہلے لڑکے کا اشتہار دیا تھا، اس وقت لڑکی کیوں پیدا ہوئی۔ مگر وہ خوب جانتے ہیں کہ اس اعتراض میں وہ سراسر خیانت کر رہے ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں تو ہمیں دکھلا دیں کہ پہلے اشتہار میں یہ لکھا تھا۔ کہ پہلے ہی حمل میں بلا واسطہ لڑکا پیدا ہو جائیگا۔ اور اگر پیدا ہونے کے لئے کوئی وقت اس اشتہار میں بتلایا نہیں گیا تھا۔ تو کیا خدا کو اختیار نہیں تھا کہ جس وقت چاہتا اپنے وعدہ کو پورا کرتا۔ ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل کے ساتھ سوچو۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۲ حاشیہ ص ۳۶/۴۴) (سراج منیر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سرمہ چشم آریہ میں فرماتے ہیں:۔

"افسوس کہ بہت لوگ حسد اور عناد کے اشتعال میں پڑ کر حقیقت حال کو نہیں سوچتے۔ جیسا کہ انہیں ان پیشگوئیوں کے متعلق ایک صاحب پنڈت لیکھرام نے ناحق اپنا اندرونی بخل اور ناانصافی اور ہٹ دھرمی ظاہر کرنے کے لئے جا بجا اشتہار میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ لڑکا موصوف بصفات جس کا اشتہار ۲۰ ؍ فروری ۱۸۸۶ء میں ذکر ہے ضرور حمل موجودہ میں ہی پیدا ہو جائے گا۔ ہرگز اس سے تخلف نہیں کرے گا۔ وہ ظہور میں نہیں آئی حالانکہ

ایسا اوران شرائط سے کوئی اشتہار اس طرف سے شائع نہیں ہوا۔ اور اگر ہے تو کیوں پیش نہیں کیا حقیقت حال تو یہ ہے کہ آنکھوں کی بینائی کچھ ضرر نہیں کر سکتی بلکہ دلوں کی بینائی جو تعصب کے نجاسات سے پیدا ہوتی ہے۔ وہی ضرر کرتی ہے "

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۸۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نسیم دعوت صفحہ ۸۱ میں فرماتے ہیں :۔

" ان اشتہارات میں جو میرے پر حملہ کرنے کے لئے آریہ صاحبوں نے شائع کئے ہیں۔ میری بعض پیشگوئیوں پر ناسمجھی سے بعض اعتراض بھی کر دیئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حال میں یا پہلے لڑکا ہونے کی پیش گوئی کی تھی۔ اور لڑکی پیدا ہوئی۔ پس اس قدر جواب کافی ہے کہ اگر وہ کتابوں کو دیکھ کر دیانت کے طریق کو اختیار کرتے تو ایسا اعتراض کبھی نہ کرتے۔ مجھے تو ایسا الہام کوئی یاد نہیں کہ جس کا یہ مضمون ہو۔ کہ ابھی ضرور بلا فاصلہ لڑکا پیدا ہوگا۔ اگر ان کو یاد ہے تو وہ پیش کردیں۔ ورنہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہماری طرف سے جواب کافی ہے "

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شریر ہندو معترض کا قول اور اس کا جواب شحنۂ حق صفحہ ۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

" اقول۔ وہ اشتہار جس میں ہماری طرف سے الہامی یا تشریح کے طور پر اس حصر کے لفظ موجود ہیں جو اسی حمل میں وہ لڑکا پیدا ہوگا۔ اس سے ہرگز ہرگز تخلف نہیں کریگا۔ ضرور اس میں پیدا ہوجائے گا۔ وہی اشتہار ایک جلسہ منعقد کر کے بحاضری چند مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے پیش کردینا چاہیئے۔ تا دروغ گو کی سیاہ روئی سب پر کھل جائے لیکن اگر اشتہار کے پیش ہونے کے بعد اشتہار کی عبارت سے یہی بات بہ بداہت ثابت ہوتی ہو کہ شاید وہ لڑکا اب ہو۔ یا بعد میں ہو۔ تو پھر ایسے بے شرم دروغگو کے لئے جو برخلاف ہماری تشریح مندرجہ اشتہار کے ناحق بار بار خلق اللہ کو دھوکہ دے۔ صرف لعنۃ اللہ علیہ کہنا کافی نہیں بلکہ اس کو کسی قدر سزا دینا بھی ضروری ہے "

۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں حضور علیہ السلام نے مصلح موعود کے تولد کی میعاد نو برس بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا :

" آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے۔ یا بالضرور اس کے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا

ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا "

حضور علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے مطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو حضور علیہ السلام کے گھر ایک فرزند کی ولادت ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے اس موقعہ پر ایک اشتہار شائع فرمایا۔ اس پر حضور نے تحریر فرمایا :

" اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو قریب ہے ضرور پیدا ہوجائے گا۔ آج ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک "

(اشتہار ۷ اگست ۱۸۸۷ء)

یہ بچہ جو بشیر اوّل کے نام سے معروف ہے۔ ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگیا۔ اس کی وفات پر مخالفین نے نہایت مکروہ رنگ میں ہنگامہ آرائی کی اور یہ افترا کیا کہ اس بچہ کو الہاماً مصلح موعود قرار دیا گیا تھا مگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی بھی مصلح موعود کی پیش گوئی کو قطعی رنگ میں اس بچہ پر چسپاں نہیں کیا تھا۔ گو اپنے اجتہاد سے کبھی کبھی حضور کو یہ خیال آتا رہا کہ شاید یہی بچّہ وہ مصلح موعود ہو۔ چنانچہ اس بچہ کی وفات پر حضور نے جو خط حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر فرمایا۔ اس میں لکھا :

" جب بشیر پیدا ہوا تو اس کی پیدائش کے بعد صدہا خطوط پنجاب اور ہندوستان سے اس مضمون کے پہنچے کہ آیا یہ لڑکا وہی ہے جس کے ہاتھ پر لوگ ہدایت پائیں گے تو سب کو یہی جواب دیا گیا کہ اس بارہ میں صفائی سے اب تک کوئی الہام نہیں ہوا۔ ہاں گمان غالب ہے کہ یہی ہو۔ کیونکہ اس کی ذاتی بزرگی الہامات میں بیان کی گئی ہے۔ ایسے جوابات کی یہ وجہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے پسر متوفی کے استعدادی کمالات اس عاجز پر کھول دیئے تھے۔ اور اس بناء پر قیاسی طور پر گمان کیا گیا تھا کہ غالباً یہی مصلح موعود ہے۔ کیونکہ اس کی ذاتی استعداد اور مطہر اور مقدس ہونے کی حالت جو اس کی پیدائش کے بعد الہامات میں بیان کی گئی مصلح موعود کے برابر بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر تھی مگر پیدائش کے بعد کوئی ایسا الہام نہیں ہوا کہ یہی مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے "

بشیر اول کی ذاتی استعدادوں کے کمالات کے بارہ میں الہامات کی روشنی میں حضور علیہ السلام

نے اشتہار ۱۰ جولائی کے تتمہ میں اس بچہ کو چراغ دین قرار دیا تھا اس کی وفات پر مخالفین کی مفسدہ پردازی کے موقع پر حضور علیہ السلام نے ایک تفصیلی اشتہار موسومہ "حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر" شائع فرمایا۔ یہ اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر شائع کئے جانے کی وجہ سے "سبز اشتہار" کے نام سے معروف ہے۔

اس میں حضور فرماتے ہیں :۔

"اب ناظرین پر منکشف ہو کہ بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کرکے اپنے اشتہارات اخبارات میں طرز سے لکھتے ہیں کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی بعضوں نے اپنی طرف سے افترا کرکے یہ بھی اپنے اشتہار میں لکھا کہ اس بچہ کی نسبت یہ الہام بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ بادشاہوں کی بیٹیاں بیاہنے والا ہوگا۔ لیکن ناظرین پر منکشف ہو کہ جن لوگوں نے یہ نکتہ چینی کی ہے انہوں نے بڑا دھوکہ کھایا ہے۔ یا دھوکہ دینا چاہا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست ۱۸۸۷ء تک جو پسر متوفی کی (پیدائش) کا مہینہ ہے جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں جن کا لیکھرام پشاوری نے وجہ ثبوت کے طور پر اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا ہے۔ بلکہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار اور نیز ۷ اگست ۱۸۸۷ء کا اشتہار کہ جو ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کی بنا پر اور اس کے حوالہ سے بروز تولد بشیر شائع کیا گیا تھا۔ صاف بتلا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر یہ تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے۔"

(سبز اشتہار صفحہ اوّل)

"یہ بھی یاد رہے کہ اگر ہم اس خیال کی بنا پر کہ الہامی طور پر ذاتی بزرگیاں پسر متوفی کی ظاہر ہوئی تھیں اور اس کا نام مبشر اور بشیر اور نور اللہ اور صیب اور چراغ دین وغیرہ اسماء مشتمل کاملیت ذاتی اور روشن فطرت کے رکھے گئے ہیں۔ کوئی مفصل اور مبسوط اشتہار بھی شائع کرتے اور اس میں بحوالہ ان ناموں کے اپنی یہ رائے لکھتے کہ شاید مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا ہوگا۔ تب بھی صاحبان بصیرت کی نظر میں یہ اجتہادی بیان ہمارا قابل اعتراض نہ ٹھہرتا۔ کیونکہ ان کا منصفانہ خیال اور ان کی عارفانہ نگاہ فی الفور انہیں سمجھا دیتی کہ یہ اجتہاد صرف چند ایسے ناموں کی صورت پر نظر کرکے کیا گیا ہے۔ جو فی حدّ ذاتہ صاف اور کھلے کھلے نہیں ہیں بلکہ ذو الوجوہ اور تاویل طلب ہیں۔ سو ان کی نظر میں اگر یہ اجتہادی غلطی بھی متصور ہوتی تو وہ بھی ایک ادنیٰ درجہ کی اور نہایت کم وزن اور خفیف سی ان کے خیال میں دکھائی دیتی۔ کیونکہ ہر چند ایک غبی اور کور دل انسان کو خدا کا وہ قانون قدرت سمجھانا بہت مشکل ہے جو قدیم سے اس کی نسبت بابت وحی اور رؤیا اور کشوف اور الہامات

متعلق ہے لیکن جو عارف اور بابصیرت آدمی ہیں وہ خوب سمجھے ہوئے ہیں کہ پیشگوئیوں وغیرہ کے بارہ میں اگر کوئی اجتہادی غلطی بھی ہو جائے تو وہ محل نکتہ چینی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اکثر نبیوں اور اولوالعزم رسولوں کو بھی اپنے مجمل مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص وتعیین میں ایسی ہلکی ہلکی غلطیاں پیش آتی رہی ہیں اور ان کے بیدار اور روشن ضمیر پیرو ہرگز ان غلطیوں سے حیرت وسرگردانی میں نہیں پڑے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ غلطیاں نفس الہامات ومکاشفات میں نہیں ہیں۔ بلکہ تاویل کرنے میں غلطی وقوع میں آگئی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں اجتہادی غلطی علماء ظاہر و باطن کی ان کی کسر شان کا موجب نہیں ہو سکتی اور ہم نے کوئی ایسی اجتہادی غلطی بھی نہیں کی جس کو ہم قطعی اور یقینی طور پر کسی اشتہار کے ذریعہ شائع کرتے۔ تو کیوں بشیر اوّل کی وفات پر ہمارے کوتہ اندیش مخالفوں نے اس قدر زہر اگلا ہے۔"

(سبز اشتہار صفحہ ۴ و ۵)

مخالفین کی یہ فتنہ آرائی اس رنگ میں بھی مفید ہوئی کہ سبز اشتہار میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح موعود کے ظہور اور اسے اپنے حقیقی بیٹوں میں سے ہونے کی بشارت کی خوب وضاحت فرما دی۔

چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس عاجز کی کسی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں۔ الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا۔ اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء واشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء سو مطابق پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا پیدا ہو گیا۔ اور فوت بھی ہو گیا۔ اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔"

(سبز اشتہار حاشیہ ص۷)

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔ (۱) اوّل یہ کہ کوئی مصیبت اور غم واندوہ نازل کرکے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ

هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۔ الجزو نمبر ۲ ۔ یعنی ہمارا یہی قانونِ قدرت ہے کہ ہم مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالا کرتے ہیں اور صبر کرنے والوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی ہے اور کامیابی کی راہیں انہیں پر کھولی جاتی ہیں۔ جو صبر کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں ۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں پس اول اس نے قسم اول کے انزال رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا تا بَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ کا سامان مومنوں کے لئے تیار کرکے اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے۔ سو وہ ہزاروں مومنوں کے لئے جو اس کی موت کے غم میں محض لِلّٰہ شریک ہوئے بطور فرط کے ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کا شفیع ٹھہر گیا۔ اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں ان کو پہنچا گیا۔ اور یہ بات کھلی کھلی الہام الٰہی نے ظاہر کر دی کہ بشیر جو فوت ہوگیا ہے وہ بے فائدہ نہیں آیا تھا بلکہ اس کی موت ان سب لوگوں کی زندگی کا موجب ہوگی جنہوں نے محض لِلّٰہ اس کی موت سے غم کیا۔ اور اس ابتلاء کی برداشت کر گئے جو اس کی موت سے ظہور میں آیا۔ غرض بشیر ہزاروں صابرین و صادقین کے لئے ایک شفیع کی طرح پیدا ہوا تھا اور اس پاک آنے والے اور پاک جانے والے کی موت ان سب مومنوں کے گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا۔ جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارہ میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ یَخْلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی۔ اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے۔ کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا۔ اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔"

(سبز اشتہار حاشیہ صفحہ ۱۵)

اسی طرح فرماتے ہیں :-

۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے۔ اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہو۔ اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہو سکتا۔ اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ "وہ رجس سے (گناہ سے) بکلّی پاک ہے"۔ یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر

دلالت کرتی ہے۔ اور یہ دھوکہ کھانا نہیں چاہیئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے۔ کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں۔ اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے۔ وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے۔ کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا۔ اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہوگیا ہے۔ پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا۔ کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے۔ اور بشیر اول جو فوت ہوگیا ہے۔ بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔"

(سبز اشتہار)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بشیر اول کی وفات کے موقعہ پر جو خط حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے نام لکھا۔ اس میں مذکورہ بالا مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے مصلح موعود کے حسن و احسان میں حضور علیہ السلام کے نظیر ہونے کا الہام بھی درج فرمایا۔

چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بیس فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جو بظاہر ایک لڑکے کی بابت پیشگوئی سمجھی گئی تھی وہ درحقیقت دو لڑکوں کی بابت پیشگوئی تھی۔ یعنی اشتہار مذکور کی پہلی یہ عبارت کہ (خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ وہ رجس سے (یعنی گناہ سے) پاک ہے۔ اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے) یہ تمام عبارت اس پسر متوفی کے حق میں ہے اور مہمان کا لفظ جو اس کے حق میں استعمال کیا گیا ہے یہ اس کی چند روزہ زندگی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے۔ اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے۔ اور بعد کا وہ فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے۔ اور اخیر تک اس کی تعریف ہے۔ چنانچہ آپ کو اور اجمالاً سب کو معلوم ہے کہ بشیر کی موت سے پہلے ۱۰ر جولائی ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی شائع ہو چکی ہے۔ کہ لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ جو اولوالعزم ہوگا۔ اور ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں بھی وہ فقرہ الہامی کہ انہوں نے کہا آنیوالا یہی ہے۔ یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور بشیر کی موت سے پہلے جب آپ قادیان کے لئے تشریف لائے۔ تو زبانی بھی اس آنے والے لڑکے کے بارہ میں آپ کو الہام سنا دیا گیا تھا۔ یعنی یہ کہ ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ۔ وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ سو اس الہام نے پہلے سے ظاہر کر دیا کہ ایک لڑکا نہیں بلکہ دو ہیں۔ ہاں کسی مدت تک یہی غلطی

رہی کہ لڑکا ایک ہی سمجھا گیا۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی جو لڑکے کی بابت تھی وہ درحقیقت دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی۔ جو غلطی سے ایک سمجھی گئی۔ اور پھر بعد میں بشیر کی موت سے خود الہام نے اس غلطی کو رفع کر دیا۔ اگر الہام اس غلطی کو بشیر کی موت سے پہلے رفع نہ کرتا تو ایک غبی کو شبہات پیدا ہونے ممکن تھے "

(مکتوب بنام حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ)

اس خط کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ ذکر کرتے ہوئے کہ بشیر اوّل مصلح موعود کے لئے ارہاص کے طور پر تھا۔ فرماتے ہیں :-

" اور چونکہ اس پسر متوفی کو اس آنے والے فرزند سے تعلقات شدیدہ تھے۔ اور اس کے وجود کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اس لئے الہامی عبارت میں جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں درج تھی ان دونوں کے ذکر کو ایسا مخلوط کیا گیا کہ گویا ایک ہی کا ذکر ہے۔ ایک الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام بشیر بھی رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ یہ وہی بشیر ہے جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ جس کی نسبت فرمایا۔ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ یخلق مَا یَشَاءُ۔ یہی حقیقت حال ہے جو میں نے آپ کو لکھی۔ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ "

———

جزء پنجم ۵

پسر موعود کے مقام اور اس کے ساتھ وابستہ واقعات کے متعلق پیش خبریاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہوئیں۔ ان میں سے بعض میں حکمت الٰہیہ کے ماتحت اخفا کا ایک پہلو رکھا گیا تھا۔ اور اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ پسر موعود کے زمانہ میں بعض ایسی آفات کا ظہور مقدر تھا جن کا نمونہ انسانی تاریخ میں نہ ملتا ہو۔ حکمتِ الٰہیہ نے یہ اخفاء اس طور پر رکھا کہ حضور علیہ السلام کے خواب میں پیر منظور محمد صاحب کے ہاں ان کی اہلیہ محمدی بیگم کے بطن سے ایک بیٹے کی خبر دی۔ جو خاص صفات عالیہ سے موصوف اور زلزلہ ساعت کے ساتھ مشابہ آفات کے ظہور کا پیش رو ہوگا۔ مگر جیسا کہ بعد کے واقعات سے ثابت ہوا کہ "منظور محمد" اور "محمدی بیگم" سے مراد پیر صاحب موصوف اور ان کی اہلیہ نہیں بلکہ حقیقی منظور محمد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی اور آلِ محمد سے تعلق رکھنے والی مبارک خاتون حضرت اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ اور میاں منظور محمد کے بیٹے سے مراد حضرت سیدنا محمود خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

بدر ۲۳ فروری اور الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۶ء میں لکھا ہے :

" دیکھا کہ منظور محمد صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور دریافت کرتے ہیں کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے۔ تب خواب سے حالت الہام کی طرف چلی گئی اور یہ معلوم ہوا کہ بشیر الدولہ "

فرمایا " کئی آدمیوں کے واسطے دعا کی جاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس کی طرف اشارہ ہے۔ ممکن ہے کہ بشیر الدولہ کے لفظ سے یہ مراد ہو کہ ایسا لڑکا میاں منظور محمد کے پیدا ہوگا۔ جس کا پیدا ہونا موجب خوشحالی اور دولتمندی ہو جائے۔ اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ وہ لڑکا خود اقبال مند اور صاحب دولت ہو۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ کب اور کس وقت یہ لڑکا پیدا ہوگا۔ خدا نے کوئی وقت ظاہر نہیں فرمایا۔ ممکن ہے کہ جلد ہو یا خدا اس میں تاخیر ڈال دے "

(تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۵۹۱)

۷ جون ۱۹۰۶ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

" بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کے دو نام ہوں گے۔

(۱) بشیر الدولہ (۲) عالم کباب

یہ ہر دو نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے ہیں۔ اور ان کی تعبیر اور تفہیم یہ ہے

(۱) بشیر الدولہ سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری دولت اور اقبال کے لئے بشارت دینے والا ہوگا اور اس کے پیدا ہونے کے بعد یا اس کی ہوش سنبھالنے کے بعد زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں ظہور میں آئیں گی۔ اور گروہِ کثیر مخلوقات کا ہماری طرف رجوع کرے گا اور عظیم الشان فتح ظہور میں آئے گی۔

(۲) عالم کباب سے یہ مراد ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک وہ اپنی بُرائی بھلائی شناخت کرے۔ دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی۔ گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس وجہ سے اس لڑکے کا نام عالم کباب رکھا گیا۔ غرض وہ لڑکا اس لحاظ سے کہ ہماری دولت اور اقبال کی ترقی کے لئے ایک نشان ہوگا، بشیر الدولہ کہلائے گا۔ اور اس لحاظ سے کہ مخالفوں کے لئے قیامت کا نمونہ ہوگا۔ عالم کباب کے نام سے موسوم ہوگا "

(بدر ۱۴ جون ۱۹۰۶ء والحکم ۱۰ جون ۱۹۰۶ء بحوالہ تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۶۱۱)

" اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس لڑکے کے دو نام ہیں :

(۱) شادی خان کیونکہ وہ اس جماعت کے لئے شادی کا موجب ہوگا۔

(۲) کلمۃ اللہ خان۔ کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا۔ جو ابتداء سے مقرر تھا۔ اس زمانہ میں پورا ہو جائیگا۔

اور ضرور ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے۔ جب تک یہ پیشگوئی پوری ہو۔ اور گذشتہ الہام اے ورڈ اینڈ ٹو گرلز اس پیشگوئی کو بیان کرتا ہے جس کے معنی ہیں ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔ کیونکہ میاں منظور محمد کی دو لڑکیاں ہیں اور جب کلمۃ اللہ پیدا ہوگا۔ تب یہ بات پوری ہو جائے گی۔ ایک کلمہ اور دو لڑکیاں ۔"

(بدر یکم جون ۱۹۰۶ء بحوالہ تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۶۱۴ و ۶۱۵)

۱۹ر جون ۱۹۰۶ء ۔ فرمایا :-

"میاں منظور محمد صاحب کے اس بیٹے کا نام جو بطور نشان ہوگا۔ بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے :

(۱) کلمۃ العزیز (۲) کلمۃ اللہ خان (۳) ورڈ (۴) بشیر الدولہ (۵) شادی خان (۶) عالم کباب۔ (۷) ناصر الدین (۸) فاتح الدین (۹) ھٰذا یَوْمٌ مُّبَارَکٌ ۔"

(بدر ۲۱ر جون ۱۹۰۶ء و الحکم ۲۴ر جون ۱۹۰۶ء بحوالہ تذکرہ نیا ایڈیشن ص۶۲۰)

حقیقۃ الوحی میں حضور تحریر فرماتے ہیں :-

"پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا۔ بہت جلد آنے والا ہے۔ اور اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ہماری ترقی سلسلہ کے لئے بشارت دے گا۔ اسی طرح اس کا نام عالم کباب ہوگا۔ کیونکہ اگر لوگ توجہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی۔ ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا۔ جو وقت پر ظاہر ہوگا۔ اور اس کے لئے اور نام بھی ہوں گے۔ مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔ اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا ہے۔ اور جواب بھی دیا ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ رَبِّ اَخِّرْ وَقْتَ ھٰذَا۔ اَخَّرَہُ اللّٰہُ اِلٰی وَقْتٍ مُّسَمًّی۔ یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے۔ اور یہ وحی الٰہی قریباً چار ماہ سے اخبار البدر اور الحکم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر ہو گئی۔ اس لئے ضرور تھا کہ لڑکا پیدا ہونے میں بھی تاخیر ہوتی۔ لہٰذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷ر جولائی ۱۹۰۶ء میں بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کا ایک نشان ہے اور نیز وحی الٰہی کی سچائی کا ایک نشان ہے۔ جو لڑکی پیدا ہونے سے قریباً چار ماہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ مگر یہ ضرور ہوگا کہ کم درجہ کے زلزلے آتے رہیں گے۔ اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رُکی رہے۔ جب تک وہ موعود لڑکا پیدا ہو۔ یاد رہے کہ

خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دے دی۔ کہ اس میں بموجب وعدہ اَخَّرَہُ اللّٰہُ اِلٰی وَقْتٍ مُّسَمًّی۔ ابھی تاخیر ہے۔ اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا۔ تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامنگیر ہوتا۔ کہ شاید وہ وقت آ گیا اور تاخیر کا کچھ اعتبار نہ ہوتا۔ اور اب تو تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو کر معیّن ہو گئی ۔"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۰۰ و ۱۰۱)

پھر حقیقۃ الوحی میں اپنا یہ الہام "**بھونچال آیا اور شدت آیا اور زمین تہ و بالا کر دی**" درج کر کے حاشیہ میں اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

"اس بارہ میں خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے جیسا کہ یسعیاہ نبی کے زمانہ میں ہوا کہ اس نبی کی پیشگوئی کے مطابق پہلے ایک عورت مسماۃ علمہ کو لڑکا پیدا ہوا۔ پھر بعد اس کے حزقیاہ بادشاہ نے فتح پر فتح پائی۔ اسی طرح اس زلزلہ سے پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی کو جس کا نام محمدی بیگم ہے۔ لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس بڑے زلزلہ کے لئے نشان ہوگا۔ جو قیامت کا نمونہ ہوگا۔ مگر ضروری ہے کہ اس سے پہلے اور زلزلے بھی آویں گے۔ اس لڑکے کے مفصلہ ذیل نام ہوں گے :-

(۱) بشیر الدولہ کیونکہ ہماری فتح کا نشان ہوگا (۲) کلمۃ اللہ خاں یعنی خدا کا کلمہ (۳) عالم کباب (۴) ورڈ (۵) شادی خان (۶) کلمۃ العزیز وغیرہ۔ کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا۔ جس سے حق کا غلبہ ہوگا۔ تمام انبیاء خدا ہی کے کلمے ہیں۔ اس لئے اس کا نام کلمہ رکھا۔ غیر معمولی بات نہیں ہے۔ وہ لڑکا اب کی دفعہ پیدا نہیں ہوا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اَخَّرَہُ اللّٰہُ اِلٰی وَقْتٍ مُّسَمًّی۔ یعنی وہ زلزلۃ الساعۃ جس کے لئے وہ لڑکا نشانی ہوگا۔ ہم نے اس کو ایک اور وقت پر ڈال دیا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۶ حاشیہ)

جزء ششم

مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی کے علاوہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متعدد تحریرات ہیں۔ جن میں نام لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آمدہ بشارات کا بھی تذکرہ ہے۔ ان میں سے بعض تحریرات سے یقینی معلوم ہو جاتا ہے کہ بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ امر واضح ہو گیا تھا کہ پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق سیدنا محمود ہی ہیں۔ یہ تحریرات درج ذیل کی جاتی ہیں :

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں تحریر فرماتے ہیں :

"خدائے عزّ و جل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے۔ یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا۔ تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزّ و جل اس دن کو ختم نہیں کرے گا۔ جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرلے۔ ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

پس اگر حضرت باری جلّ شانہ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے کہ جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے۔ ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔ ورنہ وہ بفضلہ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔ اور ہمارے بعض حاسدین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری کوئی ذاتی غرض اولاد کے متعلق نہیں اور نہ کوئی نفسانی راحت ان کی زندگی سے وابستہ ہے پس یہ ان کی بڑی غلطی ہے کہ جو انہوں نے بشیر احمد کی وفات پر ظاہر کی اور بغلیں بجائیں انہیں یقیناً یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہماری اتنی اولاد ہو جس قدر درختوں کے تمام دنیا میں پتے ہیں۔ اور وہ سب فوت ہو جائیں تو ان کا مرنا ہماری سچی اور حقیقی لذت اور راحت میں کچھ خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ [illegible] کی محبت میت کی محبت سے اس قدر ہمارے دل پر زیادہ تر غالب ہے کہ اگر وہ محبوب حقیقی [illegible] ہو تو ہم خلیل اللہ کی طرح اپنے کسی پیارے بیٹے کو بدست خود ذبح کرنے کو تیار ہیں۔ کیونکہ واقعی طور پر بجز اس ایک کے ہمارا کوئی پیارا نہیں۔ جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ"

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سراج منیر میں فرماتے ہیں :

"پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں۔ اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۶)

حاشیہ میں فرماتے ہیں :-

"سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ کہ اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل کیساتھ سوچو۔"

(ایضاً)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول المسیح میں فرماتے ہیں :

"مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ چنانچہ قبل از ولادت بذریعہ اشتہار کے وہ پیشگوئی شائع ہوئی۔ پھر بعد اس کے وہ لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام اسی رؤیا کے مطابق محمود احمد رکھا گیا۔ اور یہ پہلا لڑکا ہے جو سب سے بڑا ہے۔"

(نزول المسیح صفحہ ۹۴)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب سر الخلافہ میں فرماتے ہیں :-

"وربما نریٰ فی منامٍ أن رجلاً جاء من مقامٍ فلا یجیءُ من رئیناہ بل یجیءُ من ضاھاہ فی بعض الصفاتِ او شابھہ فی الحسنات او السیئاتِ و اقص علیک قصّةً عجیبة وحکایةً غریبة انہ لی کان ابناً صغیراً وکان اسمہٗ بشیراً فتوفاہ اللہُ فی ایّام الرضاع واللہ خیرٌ وأبقیٰ للذین آثروا سُبُلَ التقویٰ والارتیاع فأُلہمتُ من ربّی إنّا نردّہٗ إلیک تفضّلاً علیک وکذالک رأت اُمّہٗ فی رؤیاھا أن البشیر قد جاء قال إنّی اُعانقک أشدّ المعانقة ولا اُفارق بالسرعة فأعطانی اللہ بعدہٗ ابناً آخر وھو خیر المعطین۔"

(سر الخلافہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تریاق القلوب میں فرماتے ہیں :-

"میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی۔ اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا

یہ پایا کہ "محمود"۔

تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے اور یہ اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہزاروں آدمیوں میں شائع کیا گیا۔ اور اب تک اس میں سے بہت سے اشتہارات میرے پاس موجود ہیں۔"

(تریاق القلوب)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

"محمود جو میرا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ چنانچہ اب تک ہمارے مخالفوں کے گھروں میں صدہا یہ سبز رنگ اشتہار پڑے ہوئے ہوں گے۔ اور ایسا ہی دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار بھی ہر ایک گھر میں موجود ہوں گے۔ پھر جبکہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی۔ اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا۔ جو اس سے بے خبر ہو۔ تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی میں نے اشتہار میں خبر دی ہے۔ جس کے عنوان پر تکمیل تبلیغ موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے صفحہ ۴ میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے ؎

اے فخر رُسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدہ ز رہ دُور آمدہ

(تریاق القلوب صفحہ ۴۲ و ۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

"چونتیسواں نشان یہ ہے کہ میرا ایک لڑکا فوت ہو گیا تھا اور مخالفوں نے جیسا کہ ان کی عادت ہے اس لڑکے کے مرنے پر بڑی خوشی ظاہر کی تھی۔ تب خدا نے مجھے بشارت دے کر فرمایا کہ اس کے عوض میں جلد ایک اور لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کا نام محمود ہوگا۔ اور اس کا نام ایک دیوار پر لکھا ہوا مجھے دکھایا گیا۔ تب میں نے ایک سبز رنگ اشتہار میں ہزارہا موافقوں اور مخالفوں میں پیشگوئی شائع کی۔ اور ابھی ستر دن پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گزرے تھے کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

" ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہو گیا تو نادان مولویوں اور ان کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی۔ اور بار بار ان کو کہا گیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔ پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خوردسالی میں فوت ہو جاتا۔ تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔ تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔ چنانچہ میرے اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہو گا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔"
یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے۔ اور سترھویں سال میں ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶۰)

حضرت مولوی شیر علیؓ صاحب کی ایک روایت بھی اس طرف اشارہ کرتی ہے :

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں :

"میں تو چھوٹا تھا۔ مولوی شیر علیؓ صاحب نے مجلس سے آکر سنایا تھا..... کہ محمودؔ ایک تیز روشنی والا لیمپ لے کر سڑک پر کھڑا ہے۔ اور سڑک پر اس کی تیز روشنی پڑ رہی ہے۔"

(تذکرہ دوسرا ایڈیشن صفحہ ۷۹۱، ۷۹۲)

جزہفتم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں متفرق طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ سابقہ تحریرات کے علاوہ بھی موجود ہے جو درج ذیل ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں :

" کاغذات کی پڑتال کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کی ایک کاپی آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مجھے مل گئی۔ اس میں ۱۸۹۲ء کے الہامات درج ہیں..... اس کاپی میں

۵ دسمبر ۱۸۹۷ء کی تاریخ کے نیچے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ اوّل گویا محمود کے کپڑوں کو آگ لگ گئی ہے۔ میں نے بجھا دی ہے۔ پھر ایک اور شخص کے آگ لگی ہے اور اس کو بھی میں نے بجھا دیا ہے۔ پھر میرے کپڑوں کو آگ لگا دی ہے اور میں نے اپنے اوپر پانی ڈال لیا ہے۔ اور آگ بجھ گئی ہے۔ گو آگیں سب بجھ گئی ہیں۔ مگر کچھ سیاہ داغ سا بازو پر نمودار ہے اور حقیر ہے۔ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ"

(الفضل مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۳۸ء)

"۲۰ اگست ۱۸۹۲ء روز شنبہ آج رات بوقت ۲ بجے میں نے دیکھا کہ ایک سانپ صاحبجان مرحوم کے گھر میں پھرتا ہے۔ پھر وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اور محمد سعید نے اس کے سر پر انگلی رکھی تا اس کو قتل کرے۔ پھر میں نے بھی انگلی رکھی۔ تب اس کے سر میں آگ لگ گئی۔ مگر مجھے معلوم ہوا۔ کہ میری انگلی کو اس نے کاٹا ہے۔ انگلی داہنی طرف کی سبابہ تھی متورم ہو گئی۔ اور اندیشہ رہا۔ کہ اس کا اثر دل پر نہ پہنچے۔ مگر پہنچا معلوم نہیں ہوا۔ اور اسی خواب میں معلوم ہوا۔ کہ کچھ تکلیف محمود کو بھی پہنچی ہے۔ مگر بظاہر خیریت ہے۔ الٰہی اس کو تکلیف سے بچا۔" آمین!

"۴ ستمبر ۱۸۹۲ء۔ آج بوقت قریب ۲ بجے رات کے میں نے خواب میں دیکھا کہ میری بیوی آشفتہ حال کسی طرف گئی ہوئی ہے۔ میں نے ان کو بلایا ہے اور کہا کہ چلو تمہیں وہ درخت دکھلا دوں۔ پس میں ان کو باہر کی طرف لے گیا۔ جب درخت کے قریب پہنچے جہاں قریب ایک باغ بھی تھا تو میں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ محمود کہاں ہے۔ اس نے کہا بہشت میں۔ پھر کہا۔ قبر کے بہشت میں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فِیْ عُمْرِیْ وَ عُمْرِ زَوْجَتِیْ وَ بَدِّلْ سُوْءَ ھٰذِہِ الرُّؤْیَاءِ بِالْحَسَنَۃِ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ آمین"

(تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۸۳۲)

الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۵ء اور بدر ۲۷ اپریل ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے:

"رؤیا میں دیکھا کہ ایک سفید کپڑا ہے۔ اس پر کسی نے ایک انگشتری رکھ دی ہے۔ اور اس کے بعد الہام ذیل ہوئے:

"فتح نمایاں۔ ہماری فتح۔ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا۔ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ انبیاء کی امداد فرشتوں کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ جو لوگوں میں نیکی کی ترغیب پیدا کرتے ہیں۔ اور حق کی طرف راہ دکھاتے ہیں۔ اسی شب صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت کو اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً الہام ہوا ہے۔ صبح الحکم ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک یہ الہام ہوا ہے۔" (تذکرہ نیا ایڈیشن ص ۵۳۹)

"بیالیسواں نشان یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ اسی کتاب مَوَاھِبُ الرَّحْمٰن کے صفحہ ۱۳۹ میں اس طرح یہ پیشگوئی لکھی ہے:

"وَ بَشَّرَنِیْ بِخَامِسٍ فِیْ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ یعنی پانچواں لڑکا جو چار سے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا۔ اس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا۔ اور اس کے بارے میں ایک اور الہام بھی ہوا کہ جو اخبار البدر۔ الحکم میں مدت ہوئی کہ شائع ہو چکا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَۃً لَّکَ نَافِلَۃً مِّنْ عِنْدِیْ۔ یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں کہ جو نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا۔ یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے۔ چنانچہ تین ماہ کا عرصہ گذرا ہے کہ میرے لڑکے محمود کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نصیر احمد رکھا گیا۔ سو یہ پیشگوئی چار برس کے بعد پوری ہوئی۔" (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۹)

"آج بروز یک شنبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گھر کے مکان میں بیٹھا ہوں اور ایک خربوزہ کی شکل پر کوئی پھل میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کو چھیل کر کھانا چاہتا ہوں۔ اتنے میں میں نے محمود احمد کو دیکھا کہ اس کے ساتھ ایک انگریز ہے وہ ہمارے گھر میں داخل ہو گیا ہے اس جگہ کھڑا ہوا جہاں پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں۔ پھر اس چوبارہ کی طرف آگے بڑھا جہاں میں بیٹھ کر کام کرتا ہوں۔ گویا اس کے اندر جا کر تلاشی کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میر ناصر نواب کی شکل پر ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے۔ اس نے بطور اشارہ کے مجھ کو کہا کہ آپ بھی اس چوبارہ میں جائیں انگریز تلاشی کرے گا۔ اور میرے دل میں گذرا کہ اس میں صرف وہ کاغذات پڑے ہیں۔ جو تو تالیف کتاب کا مسودہ ہے۔ وہی دیکھے گا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔

فرمایا۔ معلوم نہیں اس واقعہ کی کیا تعبیر ہے۔ اس سے پہلے تھوڑے دن ہوئے یہ دیکھا تھا کہ عورت کی چال۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ بریّت اذ کففت عن بنی اسرائیل۔ میں نے اپنے اجتہاد سے اس کے یہ معنی سمجھے تھے کہ کوئی شخص عورتوں کی طرح پوشیدہ مکر کرے گا جس سے ممکن ہے کہ ہم پر اس دھوکہ دہی سے کوئی مقدمہ ہو۔ مگر آخر بریت ہو گی۔ مگر یہ میرے اجتہادی معنی ہیں اور جو کچھ میں نے پہلے دیکھا اور جو میں نے اب دیکھا اس کے کوئی اور معنی ہوں لیکن ظاہری معنی یہ ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس خواب میں محمود کا دیکھنا اور پھر میر ناصر نواب کا دیکھنا نیک انجام پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ محمود کا لفظ خاتمہ محمود کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ابتلاء کا خاتمہ اچھا ہوگا اور اپنی نصرت سے ابتلاء سے رہائی دیگا۔ اور آخر یہ ابتلاء نشان کی صورت میں ہو جائے گا۔"

(تذکرہ دوسرا ایڈیشن صفحہ ۶۰۸ - بدر ۲۲ مارچ ۱۹۰۶ء و الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۶ء)

جزِ ہشتم

جہاں پیشگوئی مصلح موعود اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی تحریرات و الہامات ہیں جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے وہاں حضورؑ کی بعض ایسی تحریرات و الہامات بھی ہیں جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں:

”یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے۔ کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

(۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

(۲) ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی۔ اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے۔ اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا۔ جبکہ حضرت موسیٰ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے مطابق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے۔ اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا۔

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔ تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں۔ قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا وہ دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو۔ اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو۔ تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی۔“

(الوصیت صفحہ ۴ تا ۸)

مندرجہ بالا تحریر میں اس بشارت "میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے" میں جن وجودوں کی طرف اشارہ ہے۔ ان میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص مقام حاصل ہے۔

اخبار بدر لکھتا ہے:۔

"آج کے الہام میں میسر العرب کا ذکر تھا۔ فرمایا۔ اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ عرب میں چلنا شاید مقدر ہو کہ ہم عرب میں جائیں۔ مدت ہوئی کہ کوئی ۲۵-۲۴ سال کا عرصہ گذرا ہے۔ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے۔ تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے۔ لیکن بعض رؤیاء نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں۔ تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔"

(تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۵۵۹ بحوالہ بدر ۸ ستمبر ۱۹۰۵ء و الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۵ء)

یہ الہام بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی میں پہلی دفعہ پورا ہوا۔

نصر اللہ خان ناصر۔ شاہد
سابق متعلم جامعہ احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی نظر میں حضرت مصلح الموعودؓ کا مقام

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ ان کے بعد ظاہر ہونے والے عظیم الشان وجودوں کی خبریں عطا فرماتا ہے۔ جنہیں مامورین اور خلفاء بسا اوقات واضح رنگ میں اور کبھی مصلحتاً اشارات اور کنایات میں ذکر کرتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان جانشین اور فرزند سیدنا محمود المصلح الموعودؓ کے بارہ میں جہاں انبیاء گذشتہ اور صلحاء و اولیاء امت نے خبریں دیں، وہاں آپ کے پہلے جانشین حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے نور فراست سے بھانپ لیا تھا کہ پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق سیدنا محمودؓ کا وجود باجود ہے۔ آپؓ کے ارشادات سے سیدنا المصلح الموعودؓ کا بلند مقام واضح ہوتا ہے۔ کہ آپ ہی خلافت ثانیہ کے مسند پر متمکن ہونے والے وہ مبارک وجود ہیں جن کی خبریں الٰہی نوشتوں اور مامور زمانہ کے کلام میں پائی جاتی تھیں۔

(۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اپنے عہد خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کے مطابق جب گھوڑے سے گرے اور آپ کے سر پر سخت چوٹ آئی تو ایک رات آپ کو خیال پیدا ہوا۔ کہ ورم دل کی طرف جا رہا ہے۔ اس وقت آپ نے قلم دوات طلب فرمائی اور ایک کاغذ پر کچھ لکھکر اسے لفافہ میں بند کر دیا اور لفافہ پر بھی کچھ رقم فرمایا اور شیخ تیمور صاحب کو جو آپ کی خدمت میں رہتے تھے یہ کہتے ہوئے دیا کہ اگر میری وفات ہو جائے تو اس پر جو کچھ لکھا ہے اسکے مطابق عمل کیا جائے۔ ان کی روایت ہے کہ اس لفافہ پر لکھا تھا:۔

"علیٰ اسوۃ ابی بکر۔ جس کا نام اس لفافہ میں ہے اس کی بیعت کرو۔ جب اسے کھول کر دیکھا گیا تو اسکے اندر نام لکھا تھا "محمود احمد"۔

(الفضل جلد ۲ نمبر ۵ ۲ صفحہ ۶۔ ۲ ستمبر ۱۹۱۴ء بحوالہ حیات نور صفحہ ۲۹۸)

مزید برآں مولوی محمد علی صاحب مرحوم ایم۔اے کی درج ذیل عبارت سے بھی اس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے:۔

"۱۹۱۱ء میں جو وصیت آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) نے لکھوائی تھی اور جو بند کر کے ایک خاص معتبر کے سپرد کی تھی اس کے متعلق مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں آپ نے اپنے بعد خلیفہ ہونے کے لئے میاں صاحب کا نام لکھا تھا۔"
(رسالہ حقیقت اختلاف صفحہ ۶۹)

(۲)

ایک خطبہ جمعہ کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت کے بارہ میں ایک واضح اشارہ یوں فرمایا۔

"ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رک نہیں سکا، وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ ۷۸ برس تک انہوں نے خلافت کی۔ بائیس برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہو گئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے۔"
(بدر ۲۷ جولائی ۱۹۱۲ء)

(۳)

اپنی آخری بیماری میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے نمازوں میں امامت وغیرہ کے فرائض حضرت مصلح موعودؓ کے سپرد کر دیئے۔ (اخبار الحکم ۱۴ر مارچ صفحہ ۸)

علاوہ ازیں خطبہ جمعہ پڑھنے کا ارشاد بھی آپؓ کو ہوتا تھا۔ ان دنوں دیگر اہم ذمہ داریاں پہلے سے ہی حضرت مصلح موعودؓ کے سپرد تھیں۔ چنانچہ

۱۔ آپ رسالہ تشحیذ الاذہان کی ادارت فرماتے تھے۔
۲۔ آپ مدرسہ احمدیہ کے انچارج تھے اور بعض جماعتوں کو خود تعلیم بھی دیتے تھے۔
۳۔ آپ مہمان خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منتظم بھی تھے۔
۴۔ روزانہ دو مرتبہ قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے ایک مرتبہ نماز فجر کے بعد دوسری مرتبہ نماز ظہر کے بعد۔
۵۔ مزید برآں مہمانوں سے ملاقات، احباب جماعت کو تعلیم مسائل متفرق مضامین اور تقاریر، صدر انجمن احمدیہ کی صدارت، یہ سب کام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی نگرانی اور ہدایات کے مطابق آپؓ سرانجام دیتے تھے۔

(۴)

زندگی کے آخری ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے جب حضرت مصلح موعودؓ کو امام مقرر کیا تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ جناب مولوی ظہور حسین صاحب مبلغ بخارا کی روایت ہے کہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نے ہمیں کلاس میں بتایا کہ ان ایام میں مولوی محمد علی صاحب مجھے ملے اور کہا کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح کے بے تکلف دوست ہیں میرا نام

لئے بغیر ان سے عرض کریں کہ جماعت کے بڑے بڑے جید عالم موجود ہیں ان کی موجودگی میں میاں محمود کو امام مقرر کرنا مناسب نہیں۔ جس پر بعض دوست اعتراض کرتے ہیں۔ حضرت حافظ صاحبؓ نے بتایا کہ میں نے یہ پیغام حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خدمت میں پہنچا دیا اور مولوی محمد علی صاحب کا نام نہیں لیا۔ اور جیسا کہ انہوں نے کہا تھا محض عمومی رنگ میں یہ بات کہہ دی۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا۔

"ان اکرمکم عند اللہ اتقکم مجھے محمود جیسا ایک بھی متقی نظر نہیں آتا۔ پھر از خود فرمایا کہ کیا میں مولوی محمد علی صاحب سے کہوں کہ وہ نماز پڑھا دیا کریں۔"

(۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ایک مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں ان الفاظ میں بشارت دی ہے

"تیس ۳۰ برس کے بعد انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ مجدد یعنی موعود (قدرت ثانیہ) ظاہر ہوگا۔"
(حیات نور صفحہ ۱۴۲)

دسمبر ۱۹۱۳ء میں حضورؓ نے یہ الفاظ فرمائے اور ۱۹۴۴ء کے شروع میں گویا عین تیس سال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے موعود خلیفہ اور مصلح موعود اور پسر موعود ہونے کا باذن الٰہی اعلان فرمایا۔ اور پیشگوئی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی۔

(۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری کو جو ۱۹۱۳ء میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے ساتھ مصر تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے تھے۔ ایک خط میں لکھا۔

"تمہیں وہاں سے کسی شخص سے قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جب تم واپس قادیان آؤ گے تو ہمارا علم قرآن پہلے سے بھی انشاء اللہ بڑھا ہوا ہوگا۔ اور اگر ہم نہ ہوئے تو میاں محمود سے قرآن پڑھ لینا۔"
(الفضل یکم اپریل ۱۹۴۴ء بحوالہ حیات نور)

اسی طرح آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو فرمایا:۔

"اگر میری زندگی میں قرآن ختم نہ ہوا تو بعد ازاں میاں صاحب سے پڑھ لینا۔"
(الفضل جلد ۱ نمبر ۱۰۶)

آپ کے ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سیدنا محمودؓ کے آئندہ جانشین ہونے پر کس قدر محکم یقین رکھتے تھے۔

(۷)

سیدنا حضرت محمودؓ کے مصلح موعود اور پسر موعود ہونے پر آپ کو اس قدر یقین تھا کہ اپنی وفات سے چھ ماہ قبل جب حضرت پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن نے آپ کی خدمت میں عرض کی:۔

"مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھ کر پتہ چل گیا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں۔
اس پر حضرت خلیفہ اول نے فرمایا ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب
کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ جب پیر صاحب موصوف
نے یہ الفاظ لکھ کر تصدیق کے لئے پیش کئے تو ان پر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا" یہ لفظ
میں نے برادرم پیر منظور محمد صاحب سے کہے ہیں۔ نور الدین۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۱۳ء"

(رسالہ پسر موعود صفحہ [illegible])

(۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے نزدیک آئندہ خلافت جاری رہنی تھی اور آپ اللہ تعالیٰ کے دئیے ہوئے علم کے
مطابق یہ بات جانتے تھے کہ آپ کے بعد سیدنا محمود رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ اس بات کی تصریح اس واقعہ سے ہوتی ہے۔
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ہی بیان ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"جلسہ سالانہ ۱۹۱۳ء کے چند ہی دن بعد حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ اور آپ کی علالت روز بروز
بڑھنے لگی مگر ان بیماری کے دنوں میں بھی آپ تعلیم کا کام کرتے رہے۔ مولوی محمد علی صاحب قرآن شریف
کے بعض مقامات کے متعلق آپ سے سوال کرتے اور آپ جواب لکھواتے اور لوگوں کو بھی پڑھاتے
ایک دن اسی طرح پڑھا رہے تھے۔ مسند احمد کا سبق تھا آپ نے پڑھاتے پڑھاتے فرمایا کہ
مسند احمد حدیث کی نہایت معتبر کتاب ہے۔ بخاری کا درجہ رکھتی ہے مگر افسوس ہے کہ اس میں بعض
غیر معتبر روایات امام احمد بن حنبل کے ایک شاگرد اور ان کے بیٹے کی طرف سے شامل ہو گئی ہیں۔ جو اس
پایہ کی نہیں ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اصل کتاب کو الگ کر لیا جاتا۔ مگر افسوس کہ یہ کام میرے وقت
میں نہیں ہوا۔ اب شاید میاں کے وقت میں ہو جائے۔ اتنے میں مولوی سید سرور شاہ صاحب
آگئے۔ آپ نے ان کے سامنے یہ بات پھر دہرائی کہ ہمارے وقت میں تو یہ کام نہ ہو سکا آپ
میاں کے وقت میں اس کو پورا کریں یہ بات وفات سے دو ماہ قبل بیان فرمائی۔"

(اختلافات سلسلہ کی تاریخ صفحہ [illegible]۔ بحوالہ حیات نور صفحہ [illegible])

(۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی میاں غلام حسین صاحب ساکن [illegible] ضلع ساہیوال
کا حلفیہ بیان ہے:۔

"خاکسار کو رویا میں دکھایا گیا کہ چاند آسمان سے ٹوٹ کر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی جھولی میں آ پڑا ہے۔
پھر دوسری رویا میں دکھایا گیا کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے ان کی
نصرت ہوگی اور ان پر وحی بھی نازل ہوگی۔ یہ دونوں خوابیں میں نے لکھ کر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے حضور بھیجیں

آپ نے جواب میں لکھا کہ" آپ کی خوابیں مبارک ہیں" پھر جب میں قادیان جلسہ سالانہ پر گیا تو علیحدگی میں
بندہ نے روبرو میاں عبدالحی مرحوم حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کہ یا حضرت! جو خوابیں میں نے آپکو
تحریر کی تھیں ان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے۔ حضرت
خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور میاں عبدالحی صاحب مرحوم چارپائی پر بیٹھے تھے اور میں نیچے پیڑھی پر بیٹھا تھا حضور
نے جھک کر مجھ کو فرمایا " اسی لئے تو اس کی ابھی سے مخالفت شروع ہو گئی ہے۔" پھر میں نے
عرض کیا یا حضرت اچھے کا نشان بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت ہو آپ نے فرمایا ہاں سچے
کا یہی نشان ہوتا ہے۔"

(الفضل یکم فروری ۱۹۳۶ء۔ بحوالہ حیات نور صفحہ [illegible])

(۱۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے۔ کہ

" حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میرا منشاء نہیں تھا کہ میں عورتوں میں درس دیا کروں۔ لیکن میں
سمجھتا ہوں کہ بہت ہی بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایسے عظیم الشان والد کی وفات کے تیسرے روز
ہی امۃ الحی نے مجھ کو رقعہ لکھا۔ اس وقت میری ان سے شادی نہیں ہوئی تھی کہ مولوی صاحب مرحوم
ہمیشہ عورتوں میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ اب آپ کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ مولوی
صاحب نے اپنی آخری ساعت میں مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میاں صاحب سے
کہہ دینا کہ وہ عورتوں میں درس دیا کریں۔ اس لئے میں اپنے والد کی وصیت آپ تک پہنچاتی ہوں
وہ کام جو میرے والد صاحب کیا کرتے تھے اب آپ اس کو جاری رکھیں"۔

(الفضل یکم فروری ۱۹۳۶ء۔ بحوالہ حیات نور صفحہ [illegible])

نوٹ:۔ یہ اصل خط اب بھی محفوظ ہے۔

(۱۱)

" ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کیا تو آپ نے اسے فرمایا۔ میاں صاحب سے
بھی مصافحہ کر لو شاید ہمارے بعد ان کے ہاتھ پر تمہیں بیعت کرنی پڑے۔"

(الفضل ۴ اگست ۱۹۳۶ء بحوالہ تاریخ احمدیت حصہ چہارم)

مندرجہ بالا واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ وہبی علم کی بنا پر یقین رکھتے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد
ہونے والا امام اور خلیفہ سیدنا محمود رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

(۱۲)

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی نظر میں سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی کس قدر عزت اور قدر و منزلت تھی اور آپکی مقدس
شخصیت سے کتنے متاثر تھے۔ آپ کے مندرجہ ذیل ارشادات سے مترشح ہوتا ہے۔

(۹) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی آپ سیدنا حضرت محمودؓ کی نیکی تقویٰ کے پیشِ نظر کوشش فرماتے رہے کہ آپ کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے کہ آپ خلافت کے بارگراں کو سنبھال سکیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"میں نے اسی فکر میں کئی دن گزارے ہیں کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں تین آدمی موجود ہیں۔ اوّل میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے اور بیٹا بھی اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں۔"

(بدر ۲ رجون ۱۹۱۲ء بحوالہ حیات نور ص۴۲۱ و ص۴۲۲)

پھر آپ نے ۱۰ نومبر ۱۹۱۰ء کو بیعت کے بعد پہلی تقریر میں فرمایا:۔

"میں چاہتا تھا کہ حضرت کا صاحبزادہ میاں محمود احمد جانشین بنتا اور اسی واسطے میں اس کی تعلیم میں سعی کرتا رہا۔" (بدر ۲ رجون ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

حضرت خلیفہ اوّلؓ کو حضرت خلیفہ ثانیؓ سے بے پناہ اُنس تھا جب حضرت صاحبزادہ صاحب آپ کی مجلس میں جاتے تو آپ کھڑے ہوجاتے اور اپنی مسند پر آپ کو بٹھاتے۔ کبھی اچھی اچھی کتابیں منگوا کر دیتے بعض اوقات فرماتے:۔

"میاں! جب قرآن کریم کا سبق پڑھتے ہو تو بہت سی آیات مجھے حل ہوجاتی ہیں جن باریکیوں کو یہ پہنچ جاتے ہیں میرا ذہن بھی وہاں تک نہیں پہنچتا۔"

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۴۹۔ بحوالہ الحکم جوبلی نمبر صفحہ ۲۰)

سیدنا حضرت خلیفہ ثانیؓ کا بیان ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس چونکہ میرے ساتھ حافظ روشن علی صاحب بھی پڑھا کرتے تھے اور وہ اکثر سوالات بھی کیا کرتے تھے مجھے بھی شوق پیدا ہوا تو میں نے بھی سوالات شروع کر دیئے۔ ایک دو دن تو آپ نے برداشت کیا تیسرے دن فرمانے لگے:۔

"میاں! حافظ صاحب تو مولوی ہیں وہ سوال کرتے ہیں تو میں جواب بھی دے دیتا لیکن تمہارے سوالات کا میں جواب نہیں دوں گا مجھے جو کچھ آتا ہے تمہیں بتا دیتا ہوں اور جو نہیں آتا وہ بتا نہیں سکتا۔ تم بھی خدا کے بندے ہو میں بھی خدا کا بندہ ہوں۔ تم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہو اور میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوں۔ اسلام پر اعتراضات کا جواب دینا صرف میرا ہی کام نہیں تمہارا بھی فرض ہے کہ تم سوچو اور اعتراضات کے جوابات دو مجھ سے مت پوچھا کرو۔" (حیاتِ نور ص۵۱۱)

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد مختلف دوستوں نے اعتراضات کے جوابات لکھے تو سیدنا حضرت محمودؓ نے ایک مضمون "صادقوں کی روشنی کو کون دُور کر سکتا ہے" تحریر فرمایا۔ یہ مضمون پڑھ کر آپؓ نے مولوی محمد علی صاحب کو کہا:۔

"مولوی صاحب! مسیح موعود کی وفات پر مخالفین نے جو اعتراض کئے ہیں ان کے جواب میں تم نے بھی لکھا ہے اور میں نے بھی مگر میاں ہم دونوں سے بڑھ گیا ہے۔ پھر یہی کتاب (یعنی "صادقوں کی روشنی کو کون دُور کر سکتا ہے") حضرت مولوی صاحبؓ نے بذریعہ رجسٹری مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھیجی۔ وہ کیوں؟ محمد حسین نے کہا تھا کہ مرزا صاحب کی اولاد اچھی نہیں ہے اس لئے یہ کتاب بھیج کر حضرت مولوی صاحبؓ نے اُن کو لکھوایا کہ حضرت مرزا صاحب کی اولاد میں سے ایک نے تو یہ کتاب لکھی ہے جو میں تمہاری طرف بھیجتا ہوں۔ تمہاری اولاد میں سے کسی نے کوئی کتاب لکھی ہو تو مجھے بھیج دو۔"

(حیاتِ نور ص۴۱۱)

(ب) سیدنا محمودؓ کی نیکی اور تقویٰ ہی تھا کہ ایک مرتبہ جب آپؓ بیمار ہوئے تو حضرت میاں صاحب سے فرمایا کہ:۔

"میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کرو۔ چنانچہ آپ نے دُعا کی۔" (الفضل ۱۰ رنومبر ۱۹۱۳ء)

(ج) سیدنا حضرت محمودؓ کی کامل فرمانبرداری اور فدائیت کے بارہ میں احمدیہ بلڈنگس کی تاریخی تقریر میں آپؓ نے فرمایا:۔

"اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے۔ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے۔" (حیاتِ نور ص۵۵۵)

پھر فرماتے ہیں:۔

"مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خان کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔ میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں ایک امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں۔" (حیاتِ نور ص۵۵۵)

اس کے بعد فرمایا:۔

"میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمانبردار نہیں۔ مگر نہیں میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے ایسا فرمانبردار کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔" (حیاتِ نور ص۵۵۶)

(د) مکرم مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا کا بیان ہے کہ:

"حضرت خلیفہ اوّلؓ کی مجلس میں جب بھی حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب تشریف لاتے تو حضور ان کے لئے جگہ خالی کر دیتے۔ اور اس پر بیٹھنے کا ارشاد فرماتے۔"

(حیاتِ نور ص۵۱۵)

(۳) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مبارک اور مبشر اولاد سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ آپ کے اس فرمودہ سے ہوتا ہے ۔ آپ نے اپنے فرزند میاں عبدالحی صاحبؓ کو اپنی وفات سے قبل یہ نصیحت فرمائی ۔

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر میرا ایمان ہے اور اس پر مرتا ہوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب کو میں اچھا سمجھتا ہوں ۔ حضرت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود اور خدا کا برگزیدہ انسان سمجھتا ہوں ۔ مجھے ان سے اتنی محبت تھی کہ جتنی میں نے ان کی اولاد سے کی ۔ تم سے نہیں کی "

(حیاتِ نور صفحہ ۶۹۸)

(۴) مکرم شوق محمد صاحب آف لاہور کا بیان ہے ۔ کہ

"حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ حضرت میاں صاحب کے لئے اکثر یہ دعا کرتے تھے ۔ کہ "اے مولا ! اے میرے قادر مطلق مولا ! اس کو زمانہ کا امام بنا دے " بعض اوقات فرماتے " اس کو سارے جہان کا امام بنا دے " ۔ مجھ کو حضور کا یہ فقرہ اس لئے چبھتا کہ آپ کسی اور کے لئے ایسی دعا نہیں کرتے ۔ صرف ان کے لئے کرتے ہیں ۔ چونکہ طبیعت میں شوخی تھی اس لئے میں نے ایک روز کہہ دیا کہ آپ میاں صاحب کے لئے اس قدر عظیم الشان دعا کرتے ہیں کسی اور کے لئے اس قسم کی دعا کیوں نہیں کرتے ۔ اس پر حضور نے فرمایا ۔ اس نے تو امام ضرور بننا ہے ۔ میں تو صرف حصولِ ثواب کے لئے دعا کرتا ہوں ۔ ورنہ اس میں میری دعا کی ضرورت نہیں "

(حیاتِ نور صفحہ ۵۹۷)

مذکورہ بالا واقعات اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے پوری طرح واضح اور عیاں ہے کہ سیدنا حضرت محمود رضی اللہ عنہ کا مبارک اور مقدس وجود ہی پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق اور قدرتِ ثانیہ کا مظہر ہے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی روحانی بصیرت اور علم لدنی نے بہت پہلے ہی بھانپ لیا تھا ۔ کہ یہی وہ مظہر و مقدس وجود ہوگا جو ان کے بعد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے مشن کی تکمیل اور غلبہ اسلام کا عظیم الشان فریضہ سرانجام دے گا ۔



سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

کی

خدمت میں سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے خطوط

(۱) سیدنا المصلح الموعودؓ کی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے خط و کتابت آپ سے گہرا تعلق ثابت کرتی ہے ۔ چند ایک خطوط بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں ۔

(۲) یہ خطوط سیدہ اُمّ متین حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ ہیں ۔ ہم ان کی عنایت کے لئے ممنون ہیں ۔

(ادارہ)

(۱)

سیدی ۔ السلام علیکم ۔

حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ تقریر کا بندوبست صحن بورڈنگ میں یا مسجد نور میں ہو ۔ اگر حضور نے جگہ کی وجہ سے فرمایا ہے تو چونکہ لیکچر کے وقت اکٹھے ہو کر بیٹھنے میں بڑی مسجد میں جگہ ہو جائے گی صحن میں بیٹھنے کا انتظام ہونا مشکل ہے کیونکہ یہاں چٹائیاں اس وقت نہیں مل سکتیں اور مسجد نور میں جانے سے حضور کو شاید تکلیف ہو اس لئے اگر کوئی اور مصلحت نہ ہو تو بڑی مسجد میں ہی جلسہ ہو جائے اس کے صحن میں تو کھوری بچھی ہوئی ہے اور باہر زمین کے لئے چٹائیاں مل جائیں گی ۔

محمود احمد

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے تحریر فرمایا :-

" مسجد میں ہو مگر جانے کا انتظام ہونا چاہیئے ۔ نیز مجھے شاید نماز پڑھ کر جانا پڑے ۔ کیونکہ نماز میں اٹھنا بیٹھنا آج کل دشوار ہے اور کہہ دیا تھا کہ سیکرٹری اور علماء قریب ہوں ایسا انتظام ضروری ہے ۔

نور الدین "

(۲)

نوٹ:- گوجرہ سے ایک دوست محمد رشید خان صاحب بی اے، ایس، ایم کا خط سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا جس میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب، مفتی صاحب اور دیگر واعظین ملتان جا رہے ہیں۔ حضور انہیں حکم فرما دیں کہ ملتان جاتے ہوئے براستہ سانگلہ گوجرہ میں تشریف لائیں ایک دو روز کے لئے قیام فرما دیں تاکہ ایک جلسہ عام منعقد کیا جاوے۔ یا پھر واپسی پر حضور ارشاد فرما دیں کہ وہ گوجرہ بھی تشریف لا دیں۔ اور اس کی تاریخ کی اطلاع بھی دی جاوے تاکہ انتظامات کئے جا سکیں۔

اس خط پر حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا:-

"سیدی! السلام علیکم۔ جماعت گوجرہ چاہتی ہے کہ ملتان جاتے ہوئے ہم وہاں بھی ٹھہریں حضور جس طرح ارشاد فرمائیں انہیں جواب دیا جاسکے۔

مرزا محمود احمد"

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے اس پر تحریر فرمایا:-

"عزیز مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کا زیادہ باہر رہنا مجھے ناگوار ہے۔ گوجرانوالہ میں زیادہ دن کی دیری سے مجھے تکلیف دی واللہ اعلم۔ حرج نہیں اگر گوجرہ بھی چلو۔ مگر باہر زیادہ نہ رہنا چاہیئے۔

نورالدین"

(۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت خلیفۃ خلیفۃ اللہ۔

السلام علیکم۔ عبدالحکیم کا مضمون تو آپ پڑھ چکے ہیں اب باقی مضمون جس میں انشاء اللہ کل اعتراضوں کا جواب اور نکاح والی پیشگوئی اور عمر اور بیٹے اور محمد حسین کے ایمان لانے کی پیشگوئیوں کے بارہ میں اعتراضوں کا جواب ہے ارسال خدمت ہے۔ چونکہ اس کو رسالہ کی صورت میں شائع کرنیکا ارادہ ہے حضور کا اور مولوی محمد علی صاحب کا مضمون اسی بارہ میں شائع ہونے کو ہے اس لئے اس کا ایک حصہ کو میں نے مفصل کر دیا ہے بعد وصیت کے قریباً ڈیڑھ سو صفحہ میں آئے گا۔ اسے پڑھ کر مناسب جگہوں میں اصلاح فرما دیں تا کہ شائع کیا جائے۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

سید حبیب شاہ کا خط بھی ارسال ہے۔

آپ نے اس مضمون کا ہیڈنگ "محمود اور محمدی مسیح کے دشمنوں کا مقابلہ" رکھا تھا۔ اب اس رسالہ کا نام بھی تجویز فرما دیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے اس پر نام تجویز فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:-

"صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے"۔

اس خط کے لفافہ پر خلیفہ خلیفۃ اللہ لکھا گیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے جواب بھجواتے ہوئے برادر عزیز کے الفاظ تحریر فرمائے اور عبارت اس طرح تھی۔

"برادر عزیز حضرت خلیفہ خلیفۃ اللہ"

یہ انداز تحریر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ درجہ کی شفقت پر دال ہے۔

———— ۴ ————

واقعہ کان پور کے بارہ میں پیغام صلح کے مضمون پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حسب ذیل خط تحریر فرمایا:-

سیدی! السلام علیکم۔ پیغام صلح کا نشان کردہ حصہ بھیجتا ہوں۔ پیغام صلح کے گروہ نے پہلے بارہا ان مضامین کو چھیڑا ہے جو ہم میں مختلف فیہ ہیں۔ لیکن آج تک میں نے الفضل میں ان کے ان مضامین کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ کانپور کے جھگڑا کے متعلق بھی دیگر اخبارات کا ذکر کیا ہے پیغام صلح کا اشارہ تک نہیں کیا انہوں نے کفر کا مسئلہ چھیڑا باوجود حضور کی تحریر دیکھنے کے انہوں نے مسئلہ کو طول دیا اس کی دو ہی باعث ہو سکتے ہیں یا یہ کہ میں نے جھوٹ لیا کہ حضور کی اجازت پایہ کہ وہ حضور کی نہیں سمجھتے یا در عمل نہیں کرتے اس کی وجہ اور بھی بعض مختلف مسئلہ کو انہوں نے اخبار میں چھیڑا لیکن میں اب تک

لہ:- اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مرزا یعقوب بیگ صاحب سے بھی وضاحت چاہی تھی جو حسب ذیل ہے:-

"جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ السلام علیکم۔ کیا آپ مہربانی فرما کر اس بات کا جواب دے سکتے ہیں آپ کے اخبار پیغام صلح میں صفحہ ۳ زیر عنوان "توڑنا آسان ہے جوڑنا مشکل" جو مضمون نکلا ہے اس میں لکھا ہے کہ بعض احمدیوں نے قرآن شریف پر عمل چھوڑ دیا ہے اور دوسروں پر سختی کرتے ہیں۔ اور اس کی مثال میں پیش کیا ہے کہ بعض اخبارات نے ایسا کیا ہے اور وہ اخبارات قادیان کے ہیں۔ الحکم بند ہے۔ بدر نے ایسا کوئی مضمون لکھا ہی نہیں وہ تو اس پالیسی کا ہی نہیں۔ ایک الفضل رہا کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ وہ کونسا اخبار ہے جس کے متعلق آپ کے اخبار پر نوٹ شائع ہوا ہے۔ وہ کونسا اخبار ہے کیا آپ اس کا جواب دے سکتے ہیں یا پیغام صلح سے پوچھا جائے۔ خاکسار مرزا محمود احمد"۔

مرزا یعقوب بیگ صاحب کا جواب:-

"حضرت صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ مجھے اس کا علم نہیں کہ کوئی خاص اخبار مراد ہے۔ آپ ایڈیٹر پیغام صلح سے دریافت فرما لیں۔ والسلام خاکسار مرزا یعقوب بیگ 8/13 33"

خاموش ہا لیکن اب تازہ پرچہ میں انہوں نے اپنے باطنی بغض کا اچھی طرح اظہار کر دیا ہے۔ اس وقت قادیان کے تین اخبار نکلتے ہیں الحکم شائع نہیں ہوا۔ بدر نے کچھ لکھا نہیں الفضل میں زمیندار کے مضمون پر نوٹس لیا گیا حضور کو دکھا کر ایک دفعہ نہیں دو دفعہ دکھا کر پھر باوجود اسکے کہ خود اپنی تحریروں سے باز آنے نشان کردہ نوٹ شائع کیا ہے۔

"ہم احمدی لوگ دوسروں کو تو الزام دیتے ہیں کہ وہ قرآن پر عمل نہیں کرتے لیکن اگر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور غور کریں تو پائیں گے کہ ہم خود جو حق قرآن پر چلنے کا ہے ادا نہیں کر رہے۔ اور تنسون انفسکم کا رنگ ہماری تحریروں اور تقریروں میں پایا جاتا ہے۔

ہمارے بعض اخبارات نے اس حکم کی تعمیل میں کوتاہی اختیار کی ہے۔ وہ دارالامان میں امن سے رہتے ہیں ان تک وہ گالیاں پہنچیں یا نہ پہنچیں لیکن بیرون جات کے لوگوں کو اس کی وجہ سے بہت تکلیف ہوتی ہے اس لئے بڑے ادب سے ہم اپنے احمدی بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ اس حکم الہٰی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان حرکات سے باز آجائیں۔

الف بین قلوبکم بھی اسلام کا ایک معجزہ ہے جس کو آج کل زبردست حملوں سے اللہ تعالیٰ پورا کر رہا ہے۔ پس الہٰی ارادہ کی مدد کرو تا الہٰی رحمتوں سے فیضیاب ہو۔

ان مسلمانوں میں تالیف قلب جو خدا کے ماموروں کے منکر ہیں۔"

اب میں حضور سے چاہتا ہوں کہ یا تو فیصلہ کریں یا مجھے اجازت دیں کہ اس پر اخبار میں جواب دوں۔ آخر یہ بغض و حسد کے کرشمے کب تک چلے جائیں گے۔

محمود احمد۔

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ نے تحریر فرمایا:۔

"سوال کھول کر کرو۔ احمدی لوگ دوسرے مسلمانوں کو تو الزام دیتے ہیں وہ کون احمدی ہیں پیسہ کے پیغام میں یہ فقرہ قابلِ جواب ہے اسکی جواب پر جو بالکل صاف ہو اور ہوگا۔ ہم پیغام صلح کو کھول کر بتا دیں گے۔ وہ کون ہیں۔ اُمید ہے ہمیں پیغام صلح میں جواب ملے گا۔ اس سوال سے عمدہ تمیز کا موقع ملے گا اور انشاء اللہ تعالےٰ مفید ہوگا۔"

—————— : ۵ : ——————

"سیّدی۔ السلام علیکم

حضور نے جو خلاف اقدم کانپور کے متعلق مرزا یعقوب بیگ صاحب کو لکھا تھا زمیندار نے نقل کیا ہے اور گو عبارت نرم رکھی ہے مگر ایک سخت شرارت کی ہے کہ لکھتا ہے یہ فتویٰ مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے فتویٰ سے ملتا ہے۔ حالانکہ مولوی عبدالباری کی تقریر کو ایک اخبار یوں بیان کرتا ہے:۔

"مولانا عبدالباری صاحب نے گورنمنٹ کی کاروائی پر سخت نکتہ چینی کر کے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ مذہبی معاملات میں اپنی جان کی کچھ پرواہ نہ کریں۔"

چونکہ اس سے سخت غلط فہمی پھیلنے کا اندیشہ ہے اس لئے میں نے اس کا جواب لکھا ہے۔ آپ پڑھ لیں اگر اجازت ہو تو چھاپ دیا جاوے۔

محمود احمد"

اس خط پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ نے تحریر فرمایا:۔

"خوب ہے الفضل میں درج کردیں۔

نورالدین"

—————— : ۶ : ——————

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم۔ اصل مضمون عبدالحکیم کے متعلق تو ختم ہے کچھ تھوڑا سا اور ہوگا ثناء اللہ کے متعلق وہ پھر دکھاؤں گا۔ آپ دیکھ لیں تو لکھنا شروع کر دیا جائے۔ والسلام

مضمون لکھنے سے پہلے ہی میرا ارادہ تھا کہ آپکی نظر سے گزر جائے مگر اسلئے کہ لمبا مضمون تھا خیال کیا کہ آپکے وقت میں ہرج نہ ہو اب آپ کے ارشاد کے مطابق ارسال کرتا ہوں۔ انجمن تشحیذالاذہان کا ارادہ ہے کہ اس کو رسالہ میں عمدہ چھپوا کر اور ساتھ الوصیت لگا کر رسالہ سے الگ بھی شائع کیا جائے اور مخالفین میں مفت بھی تقسیم ہو آگے جو حضور کا ارشاد ہو۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد"

اس خط پر حضور رضؓ نے تحریر فرمایا:۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مجھے بہت پسند ہے اگر عمدہ طور پر طبع ہو۔ نورالدین"

—————— : ۷ : ——————

"سیّدی السلام علیکم

ایک کارڈ اور ایک لفافہ بھیجتا ہوں۔ حضور اسے پڑھ کر واپس فرمائیں شیخ صاحب کا خیال ہے کہ ڈپٹی کمشنر کو یہ خط بھیج دیئے جائیں اور اسے مل کر یہ بھی درخواست کی جائے کہ وہ گوجرانوالہ کے نہر کے افسروں کو خاص طور پر اطلاع دیں کہ وہ احمدیوں کی طرف خاص توجہ رکھیں ایسا نہ ہو کہ ان کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے۔

محمود احمد"

اس پر خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا :۔

" بہت ہی بہتر ہے ۔ نورالدین "

—— : ۸ : ——

نوٹ :۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک رؤیا بھی سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا تھا جو درج ذیل ہے :۔

حضرت سیّدنا و امامنا ۔

السلام علیکم ۔ آج میں نے ایک خواب دیکھی ہے واللہ اعلم کیا مطلب ہے ۔

میں نے دیکھا کہ میں رو رہا ہوں اور گرم گرم آنسو جلدی جلدی میری آنکھوں سے گر رہے ہیں اتنے میں لیٹ گیا ہوں ۔ میرے سر کے نیچے تکیہ ہے چت لیٹا ہوا ہوں اتنے میں ایک شخص آیا کہ میں تم کو انسان کی ترقیات کے مدارج بتاتا ہوں اس نے مجھ کو بتایا کہ انسان کی ترقی کے سات درجے ہیں اور ہر ایک درجہ کا وہ مجھے نام بتاتا جاتا ہے اور بتاتا ہے کہ اوّل یہ درجہ ہے ۔ پھر جب انسان اس درجہ کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر فلاں درجہ ہیں ۔ اسی طرح اس نے سب درجے مجھے بتائے ہیں ۔ اور پھر یہ بھی بتایا ہے کہ جب انسان فلاں درجہ حاصل کر چکتا ہے تو شیطان کے اس قسم کے حملوں سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے اور پھر شیطان فلاں فلاں طریق سے اس پر حملہ کرتا ہے اور جب اگلا درجہ حاصل کر لیتا ہے تو ان حملوں سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے اور نئے رنگ کے حملے اس پر شروع ہوتے ہیں ۔ اور ہر ایک درجہ کی ترقی پر شیطان بعض حملوں سے روک دیا جاتا ہے ۔ پھر اس نے بتایا کہ شیطان پاؤں کی طرف سے چڑھنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ سینہ پر چڑھ جاتا ہے اور جب اس درجہ کو حاصل کرے تو پھر اسے نکال دیا جاتا ہے ۔ ایک دفعہ تو شیطان ایک بچہ کی شکل میں جس کا قد بلّی کے برابر ہے اس شخص میرے پاؤں پر سے چڑھا کر اور پیٹ تک لا کر اتار دیا ہے اور کہا ہے کہ یوں یہ حملہ کرتا ہے ۔ اور یوں اسے نکال دیتے ہیں ۔ وہ سب درجہ اور شیطان کے حملوں کے طریق تو مجھے یاد نہیں رہے ایک درجہ کا نام یاد رہ گیا ہے کہ " سر الاسرار " ہے ۔ میں ہر ایک درجہ کی کیفیت سن کر کہتا جاتا ہوں واہ وا ۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی ۔

خاکسار

محمود احمد "

مَیں ہی مُصلح موعود کی پیشگوئی کا مِصداق ہُوں

خُطبہ جمعہ فرمُودہ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء درباره مُصلح موعود

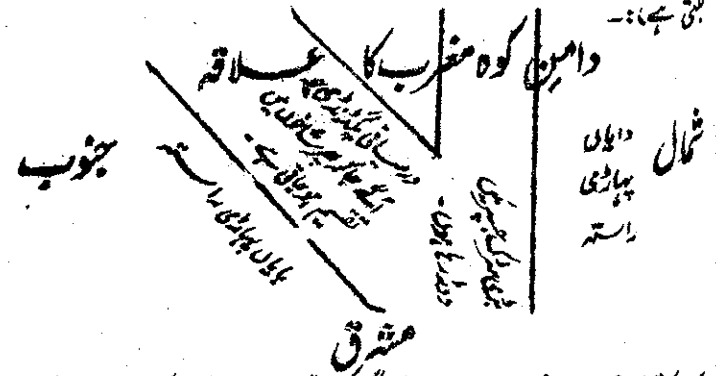
سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :۔

" آج میں ایک ایسی بات کہنا چاہتا ہوں جس کا بیان کرنا میری طبیعت کے لحاظ سے مجھ پر گراں گزرتا ہے ۔ لیکن چونکہ بعض نبوتیں اور الٰہی تقدیریں اس بات کے بیان کرنے کے ساتھ وابستہ ہیں اس لئے میں اس کے بیان کرنے سے باوجود اپنی طبیعت کے انقباض کے رُک بھی نہیں سکتا ۔

جنوری کے پہلے ہفتہ میں غالباً بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات کو (میں نے غالباً کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ میں اندازہ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات تھی) میں نے ایک عجیب رؤیا دیکھا ۔ میں نے جیسا کہ بارہا بیان کیا ہے غیر ماموروں کا اپنے کسی رؤیا کو بیان کرنا ضروری نہیں ہوتا ۔ اور میں خود تو سوائے پچھلے ایام کے جبکہ اس جنگ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بعض اہم خبریں مجھے دیں بہت کم ہی اپنی رؤیا بتایا کرتا ہوں ۔ بلکہ دانستہ چھپاتا ہوں خواہ وہ درست ہے یا نہیں ۔ میں اپنے رؤیا کشوف اور الہامات لکھتا بھی نہیں ۔ اور اس طرح وہ خود بھی کچھ عرصہ کے بعد میری نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں ۔ چنانچہ ابھی لاہور میں مجھے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے ایک امر کے سلسلہ میں میرا ایک بیس پچیس سال کا پرانا رؤیا یاد کرایا ۔ پہلے تو وہ میرے ذہن میں ہی نہ آیا ۔ مگر بعد میں جب انہوں نے اس کی بعض تفصیلات بیان کیں تو اس وقت مجھے یاد آگیا ۔ تو میری یہ عادت نہیں ہے کہ میں رؤیا و کشوف بیان کروں ۔ لیکن چونکہ اس رؤیا کا تعلق بعض اہم امور سے ہے ۔ نہ صرف ایسے امور سے جو کہ میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں ۔ بلکہ ایسے امور سے بھی جو بعض سابق انبیاء کی ذات اور اُن کی پیشگوئیوں سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اور نہ صرف وہ بعض سابق انبیاء کی ذات اور ان کی پیشگوئیوں سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ آئندہ زمانہ میں ہونے والی دُنیا کے اہم حالات سے بھی تعلق رکھتے ہیں ۔ اس لئے میں مجبور ہوں کہ اس رؤیا کا اعلان کر دوں ۔ اور میں نے اس کے اعلان سے پہلے خدا تعالیٰ سے اس بارہ میں دُعا بھی کی ہے اور استخارہ بھی کیا ہے تا کہ اگر معاذ اللہ مجھ سے کوئی بات خدا تعالیٰ کے منشاء اور اس کی رضا کے خلاف نہ ہو ۔ وہ رؤیا یہ تھا کہ میں نے دیکھا ۔ میں ایک مقام پر ہوں جہاں جنگ ہو رہی ہے ۔ وہاں کچھ عمارتیں ہیں نامعلوم وہ گر رہے

ہیں یا ٹوٹے پھوٹے ہیں۔ بہرحال وہ جنگ کے ساتھ تعلق رکھنے والی کچھ عمارتیں ہیں۔ وہاں کچھ لوگ ہیں جن کے متعلق میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ہماری جماعت کے لوگ ہیں یا یونہی مجھے اُن سے تعلق ہے۔ میں اُن کے پاس رہوں۔ اتنے میں مجھے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے جرمن فوج نے جو اس فوج سے کہ جس کے پاس میں ہوں برسرپیکار ہے۔ یہ معلوم کر لیا ہے کہ میں وہاں ہوں اور اسی لئے اس مقام پر حملہ کر دیا ہے اور وہ حملہ اتنا شدید ہے کہ اس جگہ کی فوج نے پسپا ہونا شروع کر دیا۔ یہ کہ وہ انگریزی فوج تھی یا امریکن فوج یا کوئی اور فوج تھی۔ اس کا مجھے اس وقت کوئی خیال نہیں آیا۔ بہرحال وہاں جو فوج تھی اس کو جرمنوں سے دبنا پڑا۔ اور اس مقام کو چھوڑ کر وہ پیچھے ہٹ گئی۔ جب وہ فوج پیچھے ہٹی تو جرمن اُس عمارت میں داخل ہو گئے جس میں میں تھا۔ تب میں خواب میں کہتا ہوں۔ دُشمن کی جگہ پر رہنا درست نہیں۔ اور یہ مناسب نہیں کہ اب اس جگہ ٹھہرا جائے۔ یہاں سے ہمیں بھاگ چلنا چاہیئے اس وقت میں رؤیا میں صرف یہی نہیں کہ تیزی سے چلتا ہوں بلکہ دوڑتا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ ہی دوڑتے ہیں اور جب میں نے دوڑنا شروع کیا تو رؤیا میں مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں انسانی مقدرت سے زیادہ تیزی کے ساتھ دوڑ رہا ہوں اور کوئی ایسی زبردست طاقت مجھے تیزی سے لے جا رہی ہے۔ کہ میلوں میل ایک آن میں میں طے کرتا جاتا ہوں۔ اس وقت میرے ساتھیوں کو بھی دوڑنے کی ایسی ہی طاقت دی گئی۔ مگر پھر بھی وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں اور میرے پیچھے ہی جرمن فوج کے سپاہی میری گرفتاری کے لئے دوڑتے آ رہے ہیں۔ مگر شاید ایک منٹ بھی نہیں گزرا ہو گا کہ مجھے رؤیا میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جرمن سپاہی بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ مگر میں چلتا چلا جاتا ہوں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمین میرے پاؤں کے نیچے سمٹتی چلی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ میں ایک ایسے علاقہ میں پہنچا جو دامن کوہ کہلانے کا مستحق ہے۔ جس وقت جرمن فوج نے حملہ کیا ہے۔ رؤیا میں مجھے یاد آتا ہے کہ کسی سابق نبی کی کوئی پیشگوئی ہے۔ اس میں اس واقعہ کی خبر پہلے سے دی گئی تھی۔ اور تمام نقشہ بھی بتایا گیا تھا۔ کہ جب وہ موعود اس مقام سے دوڑے گا تو اس اس طرح دوڑے گا۔ اور پھر فلاں جگہ جائے گا۔ چنانچہ رؤیا میں جہاں میں پہنچا ہوں وہ مقام اس پیشگوئی کے عین مطابق ہے۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ ایک خاص رستہ ہے جسے میں اختیار کروں گا اور اس رستہ کے اختیار کرنے کی وجہ سے دنیا میں بہت اہم تغیرات ہوں گے۔ اور دشمن مجھے گرفتار کرنے میں ناکام رہے گا۔ چنانچہ جب میں یہ خیال کرتا ہوں تو اس مقام پر مجھے کئی پگڈنڈیاں نظر آتی ہیں۔ جن میں سے کوئی کسی طرف جاتی ہے اور کوئی کسی طرف۔ میں ان پگڈنڈیوں کے بالمقابل دوڑتا چلا گیا ہوں۔ تا معلوم کروں کہ پیشگوئی کے مطابق مجھے کس کس راستہ پہ جانا چاہیئے اور میں

دل میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مجھے تو یہ معلوم نہیں۔ کہ میں نے کس راستہ سے جانا ہے۔ اور میرا کس راستہ سے جانا خدائی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ ایسا نہ ہو۔ میں غلطی سے کوئی ایسا راستہ اختیار کر لوں جس کا پیشگوئی میں ذکر نہیں۔ اس وقت میں اُس سڑک کی طرف جا رہا ہوں جو سب کے آخر میں بائیں طرف ہے۔ اس وقت میں دیکھتا ہوں کہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر میرا ایک اور ساتھی ہے اور وہ مجھے آواز دے کر کہتا ہے۔ اس سڑک پر نہیں۔ دوسری سڑک پہ جائیں۔ اور میں اُس کے کہنے پر اس سڑک کی طرف جو بہت دُور ہٹ کر ہے واپس لوٹتا ہوں۔ وہ جس سڑک کی طرف مجھے آوازیں دے رہا ہے انتہائی دائیں طرف ہے اور جس سڑک کو میں نے اختیار کیا تھا وہ انتہائی بائیں طرف تھی۔ پس چونکہ میں انتہائی بائیں طرف تھا اور جس طرف وہ مجھے بلا رہا تھا وہ انتہائی دائیں طرف تھی۔ اس لئے میں لوٹ کر اس سڑک کی طرف چلا۔ مگر جس وقت میں پیچھے کی طرف واپس ہٹا ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی زبردست طاقت کے قبضہ میں ہوں۔ اور اس زبردست طاقت نے مجھے پکڑ کر درمیان میں سے گزرنے والی ایک پگڈنڈی پر چلا دیا۔ میرا ساتھی بھی مجھے آوازیں دیتا چلا جاتا ہے۔ کہ اُس طرف نہیں۔ اِس طرف۔ اُس طرف نہیں۔ اس طرف۔ مگر میں اپنے آپ کو بالکل بے بس پاتا ہوں۔ اور درمیانی پگڈنڈی پر بھاگتا چلا جاتا ہوں۔ (اس جگہ کی شکل رؤیا کے مطابق اس طرح بنتی ہے):۔



جب میں تھوڑی دُور چلا۔ تو مجھے وہ نشانات نظر آنے لگے جو پیشگوئی میں بیان کئے گئے تھے۔ اور میں کہتا ہوں میں اسی راستہ پر آ گیا جو خدا تعالیٰ نے پیشگوئی میں بیان فرمایا تھا۔ اس وقت رؤیا میں ہی اس کی کچھ توجیہہ بھی کرتا ہوں۔ کہ میں درمیانی پگڈنڈی پر جو چلا ہوں تو اس کا کیا مطلب ہے۔ چنانچہ جس وقت میری آنکھ کھلی معاً مجھے خیال آیا کہ دایاں اور بایاں راستہ جو رؤیا میں دکھایا گیا ہے۔ اس میں بائیں رستہ سے مراد خالص دنیوی کوششیں اور تدبیریں ہیں۔ اور دائیں رستہ سے مراد خالص دینی طریق دعا اور عبادتیں وغیرہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ ہماری جماعت کی ترقی درمیانی رستہ پر چلنے سے ہو گی یعنی کچھ تدبیریں اور کوششیں ہوں گی اور کچھ دعائیں اور تقدیریں ہوں گی۔ اور پھر یہ بھی

میرے ذہن میں آیا۔ کہ دیکھو قرآن شریف نے اُمتِ محمدیہ کو اُمَّۃً وَسَطًا قرار دیا ہے۔ اس وسطی راستہ پر چلنے کے یہی معنے ہیں کہ یہ اُمتِ اسلام کا کامل نمونہ ہوگی۔ اور چھوٹی پگڈنڈی کی یہ تعبیر ہے کہ راستہ گو درست راستہ ہے مگر اس میں مشکلات بھی ہوتی ہیں۔ غرض میں اُس راستہ پر چلنا شروع ہوا۔ اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ دشمن بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اتنی دُور کہ نہ اُن کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے اور نہ اُن کے آنے کا کوئی امکان پایا جاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی میرے ساتھیوں کے پیروں کی آہٹیں بھی کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور وہ بھی بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ مگر میں دوڑتا چلا جاتا ہوں اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹی چلی جا رہی ہے۔ اُس وقت میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ کے متعلق جو پیشگوئی تھی اُس میں یہ بھی بتایا گیا تھا۔ کہ اس رستہ کے بعد پانی آئے گا۔ اور اس پانی کو عبور کرنا بہت مشکل ہوگا۔ اُس وقت میں رستے پر چلتا تو چلا جاتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی کہتا ہوں۔ وہ پانی کہاں ہے؟ جب میں نے یہ کہا۔ وہ پانی کہاں ہے۔ تو یکدم میں نے دیکھا کہ میں ایک بہت بڑی جھیل کے کنارے پر کھڑا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس جھیل کے پار ہو جانا پیشگوئی کے مطابق ضروری ہے۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ جھیل پر کچھ چیزیں تیر رہی ہیں وہ ایسی لمبی ہیں جیسے سانپ ہوتے ہیں۔ اور ایسی باریک اور ہلکی چیزوں سے بنی ہوئی ہیں جیسے بئے وغیرہ کے گھونسلے نہایت باریک تنکوں کے ہوتے ہیں۔ وہ اُوپر سے گول ہیں جیسے اژدھا کی پیٹھ ہوتی ہے۔ اور رنگ ایسا ہے جیسے بئے کے گھونسلے سے سفیدی، زردی اور خاکی رنگ ملا ہو۔ وہ پانی پر تیر رہی ہیں۔ اور اُن کے اُوپر کچھ لوگ سوار ہیں جو ان کو چلا رہے ہیں۔ خواب میں میں سمجھتا ہوں۔ یہ بُت پرست قوم ہے اور یہ چیزیں جن پر یہ لوگ سوار ہیں اُن کے بُت ہیں اور یہ سال میں ایک دفعہ اپنے بتوں کو نہلاتے ہیں۔ اور اب بھی یہ لوگ اپنے بتوں کو نہلانے کی غرض سے مقررہ گھاٹ کی طرف لے جا رہے ہیں جب مجھے اور کوئی چیز پار لے جانے کے لئے نظر نہ آئی تو میں نے زور سے چھلانگ لگائی اور ایک بُت پر سوار ہو گیا۔ تب میں نے سنا کہ بتوں کے پجاری زور زور سے مشرکانہ عقائد کا اظہار منتروں اور گیتوں وغیرہ کے ذریعہ سے کرنے لگے۔ اس پر میں نے دل میں کہا کہ اس وقت خاموش رہنا غیرت کے خلاف ہے اور بڑے زور زور سے میں نے توحید کی دعوت ان لوگوں کو دینی شروع کی۔ اور شرک کی برائیاں بیان کرنے لگا۔ تقریر کرتے ہوئے مجھے یوں معلوم ہوا کہ میری زبان اُردو نہیں بلکہ عربی ہے۔ چنانچہ میں عربی میں بول رہا ہوں۔ اور بڑے زور سے تقریر کر رہا ہوں۔ رؤیا میں ہی مجھے خیال آتا ہے کہ لوگوں کی زبان تو عربی نہیں۔ یہ میری باتیں کس طرح سمجھیں گے مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ گو ان کی زبان کوئی اور ہے مگر یہ میری باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں اُسی طرح اُن کے سامنے عربی میں تقریر کر رہا ہوں۔ اور تقریر کرتے کرتے بڑے زور سے اُن کو کہتا ہوں۔ کہ تمہارے

یہ بُت اس پانی میں غرق کئے جائیں گے۔ اور خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی۔ ابھی میں یہ تقریر کر ہی رہا تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اسی کشتی نما بُت والا جس پر میں سوار ہوا یا اُس کے ساتھ کے بُت والا بُت پرستی چھوڑ کر میری باتوں پر ایمان لے آیا ہے۔ اور مؤحد ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اثر پھیلنا شروع ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ اور تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں شخص میری باتوں پر ایمان لاتا۔ مشرکانہ باتوں کو ترک کرتا اور مسلمان ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنے میں ہم جھیل پار کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ تو میں اُن کو حکم دیتا ہوں کہ ان بتوں کو جیسا کہ پیشگوئی میں بیان کیا گیا تھا۔ پانی میں غرق کر دیا جائے۔ اس پر جو لوگ مؤحد ہو چکے ہیں وہ بھی اور جو ابھی مؤحد تو نہیں ہوئے مگر ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ میرے سامنے جاتے ہیں اور میرے حکم کی تعمیل میں بتوں کو جھیل میں غرق کر دیتے ہیں اور میں خواب میں حیران ہوں کہ یہ تو کسی تیرنے والے مادے کے بنے ہوئے تھے۔ یہ اس آسانی سے جھیل کی تہہ میں کس طرح چلے گئے۔ صرف پجاری پکڑ کر ان کو پانی میں غوطہ دیتے ہیں اور وہ پانی کی گہرائی میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس کے بعد میں کھڑا ہو گیا اور پھر انہیں تبلیغ کرنے لگ گیا۔ کچھ لوگ تو ایمان لا چکے تھے مگر باقی قوم جو ساحل پر تھی ابھی ایمان نہیں لائی تھی۔ اس لئے میں نے ان کو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ یہ تبلیغ میں اُن کو عربی زبان میں ہی کرتا ہوں۔ جب میں انہیں تبلیغ کر رہا ہوں تاکہ باقی لوگ بھی اسلام لے آئیں تو یکدم میری حالت میں تغیر پیدا ہوتا ہے اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اب میں نہیں بول رہا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامی طور پر میری زبان پر باتیں جاری کی جا رہی ہیں۔ جیسے خطبۂ الہامیہ تھا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوا۔ غرض میرا کلام اس وقت بند ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ میری زبان سے بولنا شروع ہو جاتا ہے بولتے بولتے میں بڑے زور سے ایک شخص کو جو غالباً سب سے پہلے ایمان لایا تھا۔ غالباً کا لفظ میں نے اس لئے کہا۔ کہ مجھے یقین نہیں کہ وہی شخص پہلے ایمان لایا ہو۔ ہاں غالب گمان یہی ہے کہ وہی شخص پہلا ایمان لانے والا یا پہلے ایمان لانے والوں میں سے بااثر اور مفید وجود تھا۔ بہرحال میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہے۔ اور میں نے اس کا اسلامی نام عبدالشکور رکھا ہے۔ میں اُس کو مخاطب کرتے ہوئے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ پیشگوئیوں میں بیان کیا گیا ہے میں اب آگے جاؤں گا۔ اس لئے اے عبدالشکور تجھ کو میں اس قوم میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ تیرا فرض ہوگا کہ میری واپسی تک اپنی قوم میں توحید کو قائم کرے اور شرک کو مٹا دے۔ اور تیرا فرض ہوگا کہ اپنی قوم کو اسلام کی تعلیم پر عامل بنا سکے۔ میں واپس آکر تجھ سے حساب لوں گا اور دیکھوں گا کہ تجھے میرے نائب ہونے کے فرائض کی سرانجام دہی کے لئے مقرر کیا ہے تو نے کہاں تک ادا کیا ہے۔ اس کے بعد وہی الہامی حالت جاری رہتی ہے۔ اور میں اسلام کی تعلیم کے اہم امور کی طرف اُسے توجہ دلاتا ہوں وہ کہتا ہوں کہ تیرا

فرض ہوگا۔ کہ ان لوگوں کو سکھائے کہ اللہ ایک ہے اور محمد اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اور کلمہ پڑھتا ہوں اور اس کے سکھانے کا اُسے حکم دیتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی اور آپ کی تعلیم پر عمل کرنے کی اور سب لوگوں کو اس ایمان کی طرف لانے کی تلقین کرتا ہوں۔ جس وقت میں یہ تقریر کر رہا ہوں (جو خود الہامی ہے) یوں معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور آپ فرماتے ہیں۔ اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ۔ اس کے بعد میں اُن کو اپنی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ چنانچہ اُس وقت میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا۔ وہ یہ ہے۔ وَاَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ۔ اور میں بھی مسیح موعود ہوں۔ یعنی اُس کا مثیل اور اُس کا خلیفہ ہوں۔ تب خواب میں ہی مجھ پر رعشہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا اور اُس کا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اُس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی۔ کہ اسکے آگے جو الفاظ ہیں کہ مَثِیْلُہٗ میں اس کا نظیر ہوں۔ وَخَلِیْفَتُہٗ اور اُس کا خلیفہ ہوں یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ اسکے مطابق اور اُسے پورا کرنے کے لئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اُس کا مثیل ہونے اور اُس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں میں بھی مسیح موعود ہی ہوں کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا۔ اور اسکے اخلاق کو اپنے اندر لے لے گا۔ وہ ایک رنگ میں اُس کا نام پانے کا مستحق بھی ہوگا۔ پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے اُنیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ اور جب میں کہتا ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے لئے اُنیس سو سال سے کنواریاں اس سمندر کے کنارے پر انتظار کر رہی ہیں۔ تو میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان عورتیں جو سات یا آٹھ ہیں۔ جن کے لباس صاف ستھرے ہیں۔ دوڑتی ہوئی میری طرف آئی ہیں مجھے السلام علیکم کہتی۔ اور اُن میں سے بعض برکت حاصل کرنے کے لئے میرے کپڑوں پر ہاتھ پھیرتی جاتی ہیں۔ اور کہتی ہیں "ہاں ہاں ہم تصدیق کرتی ہیں۔ کہ ہم اُنیس سو سال سے آپ کا انتظار کر رہی تھیں"۔ اس کے بعد میں بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ میں وہ ہوں جسے علوم اسلام اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اُس کی دونوں چھاتیوں سے دودھ کے ساتھ پلائے گئے تھے۔ رؤیا میں جو ایک سابق پیشگوئی کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی تھی۔ اس میں یہ بھی خبر تھی۔ کہ جب وہ موعود بھاگے گا تو ایک ایسے علاقہ میں پہنچے گا۔ جہاں ایک جھیل ہوگی۔ اور جب وہ اس جھیل کو پار کر کے دوسری طرف جائیگا۔ تو وہاں ایک قوم ہوگی جس کو وہ تبلیغ کرے گا۔ اور وہ اُس کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان

ہو جائے گی۔ تب وہ دشمن جس سے وہ موعود بھاگے گا اُس قوم سے مطالبہ کرے گا کہ اس شخص کو ہمارے حوالے کیا جائے۔ مگر وہ قوم انکار کر دے گی اور کہے گی ہم لڑ کر مر جائیں گے۔ مگر اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ چنانچہ خواب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جرمن قوم کی طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ تم ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس وقت میں خواب میں کہتا ہوں۔ یہ تو بہت تھوڑے ہیں۔ اور دشمن بہت زیادہ ہے۔ مگر وہ قوم باوجود اس کے کہ ابھی ایک حصہ اس کا ایمان نہیں لایا۔ بڑے زور سے اعلان کرتی ہے۔ کہ ہم ہرگز ان کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم لڑ کر فنا ہو جائیں گے مگر تمہارے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کریں گے۔ تب میں کہتا ہوں دیکھو وہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی اسکے بعد پھر میں اُن کو ہدایتیں دیکر اور بار بار توحید قبول کرنے پر زور دیکر اور اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کر کے آگے کسی مقام کی طرف روانہ ہو گیا ہوں۔ اُس وقت میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس قوم میں سے اور لوگ بھی جلدی جلدی ایمان لانے والے ہیں۔ چنانچہ اسی لئے میں اُس شخص سے جسے میں نے اُس قوم میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے کہتا ہوں۔ جب میں واپس آؤں گا۔ تو اے عبد الشکور میں دیکھوں گا۔ کہ تیری قوم شرک چھوڑ چکی ہے۔ موحّد ہو چکی ہے اور اسلام کے تمام احکام پر کاربند ہو چکی ہے۔ یہ وہ رؤیا ہے جو میں نے جنوری ۱۹۴۴ء مطابق صلح ۱۳۲۳ ہش دیکھی۔ اور جو غالباً پانچ اور چھ کی درمیانی شب بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات میں ظاہر کی گئی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میری نیند بالکل اُڑ گئی۔ اور مجھے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ کیونکہ آنکھ کھلنے پر مجھے یوں محسوس ہوتا تھا۔ گویا میں اُردو بالکل بھول چکا ہوں۔ اور صرف عربی ہی جانتا ہوں۔ چنانچہ کوئی گھنٹہ بھر تک میں اس رؤیا پر غور کرتا اور سوچتا رہا۔ مگر میں نے دیکھا کہ میں عربی میں ہی غور کرتا تھا۔ اور اسی میں سوال و جواب میرے دل میں آتے تھے۔

اس رؤیا میں تین پیشگوئیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک پیشگوئی تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں نے ہی کی ہے یا کسی سابق غیر معروف نبی نے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کسی نبی کی پیشگوئی ہے۔ اور آیا دنیا کے سامنے اس رنگ میں یہ پیشگوئی پیش بھی ہو چکی ہے یا نہیں۔ لیکن اس کے علاوہ اور پیشگوئیوں کی طرف بھی اس میں اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی پیشگوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ اُنیس سو سال سے کنواریاں میرا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک پیشگوئی ہے۔ جس کا انجیل میں ذکر آتا ہے۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں۔ جب میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو بعض قومیں مجھے مان لیں گی اور بعض قومیں انکار کریں گی۔ آپ ان اقوام کا تمثیلی رنگ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے کچھ کنواریاں اپنی اپنی مشعلیں لے کر دولہا کے استقبال کو نکلیں۔ وہ دولہا کے انتظار میں بیٹھی رہیں۔ بیٹھی رہیں اور بیٹھی رہیں۔ مگر دولہا نہ

آنے میں بہت دیر لگائی۔ جو عقلمند تھیں انہوں نے تو اپنی مشعلوں کے ساتھ تیل بھی لے لیا تھا مگر جو بیوقوف
تھیں انہوں نے مشعلیں تو لے لیں مگر تیل اپنے ساتھ نہ لیا۔ جب دولہا نے بہت دیر لگائی تو سب اونگھنے
لگیں۔ تب وہ جو بے احتیاط عورتیں تھیں انہوں نے معلوم کیا۔ کہ اُن کا تیل ختم ہو رہا ہے اور انہوں نے
دوسری عورتوں سے کہا کہ اپنے تیل میں سے کچھ ہمیں بھی دے دو۔ کیونکہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں
انہوں نے کہا ہم تمہیں تیل نہیں دے سکتیں۔ اگر دیدیں تو شاید ہمارا تیل بھی ختم ہو جائے۔ تم بازار
میں جاؤ شاید تمہیں وہاں سے تیل مل جائے۔ جب وہ مول لینے کے لئے بازار گئیں تو پیچھے سے
دولہا آپہنچا۔ اور وہ جو تیار تھیں اُس کو ساتھ لے کر قلعہ میں چلی گئیں۔ اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر دیر
کے بعد وہ بے احتیاط عورتیں بھی آئیں۔ اور دروازے کو کھٹکھٹا کر کہنے لگیں۔ ہمارے لئے بھی دروازہ
کھولا جائے۔ ہم اندر آنا چاہتی ہیں۔ مگر دولہا نے جواب دیا تم نے میرا انتظار نہ کیا۔ تم نے پوری طرح
احتیاط نہ برتی۔ اس لئے اب صرف انہی کو حصہ ملے گا جو چوکس تھیں۔ تمہارے لئے دروازہ نہیں
کھولا جا سکتا۔ یہ درحقیقت حضرت مسیح ناصری کی اپنی بعثت ثانیہ کے متعلق ایک پیشگوئی تھی جو انجیل
میں پائی جاتی ہے۔ پس رویا میں میں نے جو یہ کہا۔ کہ "میں وہ ہوں جس کے لئے انیس سو سال
سے کنواریاں اس سمندر کے کنارے پر انتظار کر رہی تھیں۔" اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ
میرے زمانہ میں یا میری تبلیغ سے یا ان علوم کے ذریعہ سے جو اللہ تعالیٰ نے میری زبان اور قلم
سے ظاہر فرمائے ہیں۔ اُن قوموں کو جن کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا
مقدر ہے اور جو حضرت مسیح ناصری کی زبان میں کنواریاں قرار دی گئی ہیں۔ ہدایت عطا فرمائیگا اور
اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ میرے ہی ذریعہ سے ایمان لانے والی سمجھی جائیں گی اور یہ
جو فرمایا کہ مَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ۔ اس خدائی الہام نے وہ بات جو ہمیشہ میرے سامنے
پیش کی جاتی تھی۔ اور جس کا جواب دینے سے ہمیشہ میری طبیعت انقباض محسوس کیا کرتی تھی آج
میرے لئے بالکل حل کر دی ہے یعنی اس الہام الٰہی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی جو
مسیح موعود کے متعلق تھی خدا تعالیٰ نے میری ہی ذات کے لئے مقدر کی ہوئی تھی۔ لوگوں نے کہا اور
بار بار کہا کہ آپ کی ان پیشگوئیوں کے بارے میں کیا رائے ہے۔ مگر میری یہ حالت تھی کہ میں نے
کبھی سنجیدگی سے ان پیشگوئیوں کو پڑھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی اس خیال سے کہ میرا نفس مجھے
کوئی دھوکا نہ دے۔ اور میں اپنے متعلق کوئی ایسا خیال نہ کر لوں جو واقعہ کے خلاف ہو۔ حضرت
خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ مجھے ایک خط دیا۔ اور فرمایا۔ میاں یہ خط ہے جو
تمہاری پیدائش کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے لکھا۔ اس خط کو "تشحیذ الاذہان"
میں چھپوا دو۔ یہ بات کام کی چیز ہے۔ میں نے اس وقت اُن کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ

خط لے لیا۔ اور اُن کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اُسے تشحیذ میں شائع کرا دیا۔ مگر اللہ بہتر جانتا ہے کہ
میں نے اس وقت بھی اس خط کو غور سے نہیں پڑھا۔ صرف سرسری طور پر پڑھا۔ اور اشاعت
کے لئے دیدیا۔ لوگوں نے اس وقت بھی کئی قسم کی باتیں کیں مگر میں خاموش رہا۔ اس کے بعد بھی
بار بار یہ سوال میرے سامنے لایا گیا مگر ہمیشہ میں نے یہی جواب دیا کہ اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ
جس شخص کے متعلق یہ خبریں ہیں اُسے بتایا بھی جاوے کہ یہ تمہارے متعلق خبریں ہیں۔ یا ہرگز یہ ضروری
نہیں کہ جس شخص کے متعلق یہ پیشگوئیاں ہیں وہ دعویٰ بھی کرے کہ میں ان پیشگوئیوں کا مصداق ہوں۔ بلکہ
مثال کے طور پر میں نے بعض دفعہ بیان کیا ہے کہ ریل کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
پیشگوئی فرمائی تھی۔ ماننے والے مانتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ کیونکہ وہ واقعات کو اپنی آنکھوں
سے دیکھ رہے ہیں۔ اب یہ ضروری نہیں کہ ریل خود دعویٰ بھی کرے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی فلاں پیشگوئی کی مصداق ہوں۔ ہماری جماعت کے دوستوں نے یہ اور دوسری قسم کی دوسری
پیشگوئیاں بارہا میرے سامنے رکھیں اور اصرار کیا کہ میں ان کا اپنے آپ کو مصداق ظاہر کروں۔ مگر
میں نے انہیں ہمیشہ یہی کہا۔ کہ پیشگوئی اپنے مصداق کو آپ ظاہر کیا کرتی ہے۔ اگر یہ پیشگوئیاں میرے
متعلق ہیں تو زمانہ خود بخود گواہی دے گا کہ میں ان پیشگوئیوں کا مصداق ہوں۔ اور اگر میرے متعلق نہیں تو
زمانہ کی گواہی میرے خلاف ہو گی۔ دونوں صورتوں میں مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اگر یہ پیشگوئیاں
میرے متعلق نہیں تو میں یہ کہہ کر کیوں گنہگار بنوں کہ یہ پیشگوئیاں میرے متعلق ہیں۔ اور اگر میرے ہی
متعلق ہیں تو مجھے جلد بازی کی کیا ضرورت ہے۔ وقت خود بخود حقیقت ظاہر کر دے گا۔ غرض
جیسے الہام الٰہی میں کہا گیا تھا۔ "انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں"۔
(تذکرہ صفحہ ۱۶) نہ جانے یہ سوال کتنی دفعہ کیا۔ کتنی دفعہ کیا۔ مگر اس پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا۔ اسی سے میرے
کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں خبر موجود ہے۔ مثلاً حضرت یعقوب
علیہ السلام کے متعلق حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا تھا کہ تو اسی طرح یوسف کی باتیں کرتا رہیگا۔
یہاں تک کہ قریب المرگ ہو جائیگا۔ یا ہلاک ہو جائے گا۔ اور یہی الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو
ہوا۔ (تذکرہ صفحہ ۱۲۵) اسی طرح یہ الہام ہوا کہ یوسف کی خوشبو مجھے آرہی ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۴۸۵)۔
بتاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت یہ چیز ایک لمبے عرصہ کے بعد ظاہر ہو گی۔ میں ابھی اس
یقین پر قائم ہوں کہ اگر ان پیشگوئیوں کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت کے قریب وقت تک یہ علم
نہ دیا جاتا کہ یہ میرے متعلق ہیں۔ بلکہ موت تک مجھے علم نہ دیا جاتا۔ اور واقعات خود بخود دکھا دیتے کہ
چونکہ یہ پیشگوئیاں میرے زمانہ میں اور میرے ہاتھ سے پوری ہوئی ہیں اس لئے میں ہی ان کا مصداق ہوں
تو اس میں کوئی حرج نہ تھا۔ کسی کشف یا الہام کا ذکر۔ بالطبع ہونا ایک لازمی امر ہوتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے

اپنی مشیت کے ماتحت آخر اس امر کو ظاہر کر دیا۔ اور مجھے اپنی طرف سے علم بھی دے دیا کہ مصلح موعود سے تعلق رکھنے والی پیشگوئیاں میرے متعلق ہیں۔ چنانچہ آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت کے ساتھ دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت سمجھوں۔ اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔ ہماری جماعت کے دوست چونکہ میری طرف ان پیشگوئیوں کو منسوب کیا کرتے تھے اسلئے میں ہمیشہ ان پیشگوئیوں کو غور سے پڑھنے سے بچتا تھا۔ اور ڈرتا تھا کہ کوئی غلط خیال قائم نہ ہو جائے مگر آج پہلی دفعہ میں نے وہ تمام پیشگوئیاں پڑھیں اور اب ان پیشگوئیوں کو پڑھنے کے بعد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے یہ پیشگوئی میرے ذریعہ سے ہی پوری کی ہے۔ میں اس کے متعلق اس وقت تفصیل سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر یہ جو آتا ہے کہ "وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا" اسکے متعلق ہمیشہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ اسی طرح "دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ" کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ سو یہ جو الہام ہے کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذہن اس طرف گیا ہے کہ وہ تین بیٹوں کو چار کرنے والا ہوگا۔ یعنی وہ چوتھا بیٹا ہوگا۔ اگر یہ مفہوم لے لیا جائے تو چوتھے بیٹے کے لحاظ سے بھی بات بالکل صاف ہے۔ مجھ سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب۔ مرزا فضل احمد صاحب اور مرزا بشیر احمد (اوّل) پیدا ہوئے اور چوتھا میں ہوا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مجھ سے پہلے ہماری والدہ سے تین بچے ہوئے۔ اس طرح بھی میں تین کو چار کرنے والا تھا۔ اسی طرح میرے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین بیٹے ہوئے۔ اس لحاظ سے بھی میں تین کو چار کرنے والا ہوا۔ پھر میری خلافت کے ایام میں اللہ تعالیٰ نے مرزا سلطان احمد صاحب کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق دی۔ اس طرح بھی میں تین کو چار کرنے والا ہوا۔ گویا تین کو چار کرنے والا میں چار طرح ہوں۔ اوّل و دوم اِسی طرح۔ مرزا سلطان احمد۔ مرزا فضل احمد۔ بشیر اوّل۔ مرزا محمود احمد۔ مرزا بشیر احمد۔ مرزا شریف احمد۔ مرزا مبارک احمد۔ سوم اس طرح۔ عصمت بیگم۔ مرزا بشیر احمد اوّل۔ شوکت بیگم۔ مرزا محمود احمد چہارم۔ مرزا سلطان احمد۔ مرزا بشیر احمد۔ مرزا شریف احمد۔ مرزا محمود احمد۔ اس طرح میں نے تین کو چار کر دیا۔ لیکن میرا ذہن خدا تعالیٰ نے اس طرف بھی منتقل کیا ہے کہ الہامی فقرہ میں یہ نہیں کہا گیا تھا کہ وہ تین بیٹوں کو چار کرنے والا ہوگا۔ الہام میں صرف یہ بتایا گیا تھا کہ وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ پس میرے نزدیک اس کی پیدائش کی تاریخ بتائی گئی ہے۔ یہ پیشگوئی ابتداء ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی پس ۱۸۸۶ - ۱۸۸۷ - ۱۸۸۸ تین سال ہوئے۔ ان تین سالوں کو چار کرنے والا سال ۱۸۸۹ء کا ہے اور یہی میری پیدائش کا سال ہے۔ پس وہ تین کو چار کرنے والی پیشگوئی میں یہ خبر دی گئی تھی کہ موعود کی پیدائش چوتھے سال میں ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مجھے

آتا ہے۔ "دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ" اس کے دو معنے بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک اس کی ایک
واضح تشریح یہ ہے کہ دو شنبہ ہفتہ کا تیسرا دن ہوتا ہے۔ شنبہ پہلا۔ یک شنبہ دوسرا۔ اور دو شنبہ تیسرا۔
دوسری طرف روحانی سلسلوں میں انبیاء اور ان کے خلفاء کا ایک الگ دور ہوتا ہے۔ اور جس طرح نبی کا زمانہ
اپنی ذات میں ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے غور کر کے دیکھو۔ پہلا دور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا تھا۔ دوسرا دور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اور تیسرا دور میرا ہے۔ اور ہر شخص اللہ تعالیٰ
کا ایک اس تشریح کی تصدیق کرتا ہے۔ اور وہ الہام ہے۔ "فضل عمر" (تذکرہ صفحہ ...) حضرت عمر
رضی اللہ عنہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیسرے مقام پر ہی خلیفہ تھے۔ پس "دو شنبہ ہے مبارک
دو شنبہ" سے یہ مراد نہیں کہ کوئی خاص دن خاص برکات کا موجب ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس موعود
کے زمانہ کی مثال حضرت عمر کے دور کی سی ہوگی۔ جیسے دو شنبہ کی ہوتی ہے۔ یعنی اس سلسلہ میں
اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدمت دین کے لئے جو آدمی کھڑے کئے جائیں گے۔ ان میں وہ تیسرے نمبر پر ہوگا۔
"فضل عمر" کے الہامی نام میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ گویا کلام اللہ یفسر بعضہ بعضا
کے مطابق "فضل عمر" کے فقرہ نے "دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ" کی تفسیر کر دی۔ مگر اس الہام میں ایک
اور خبر بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ دو شنبہ اس کا ایک ایسے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جو میرے
اختیار میں نہیں تھا۔ اور کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اپنے ارادہ سے اور جان بوجھ کر اس کا
اجرا کیا۔ میں نے ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کو ایسے حالات میں جاری کیا جو ہرگز میرے اختیار میں
نہیں تھے۔ گورنمنٹ کے ایک فعل اور احرار کی فتنہ انگیزی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل
میں اس تحریک کا القاء فرمایا۔ اور اس تحریک کے پہلے دور کی تکمیل کے لئے میں نے دس سال
میعاد مقرر کی۔ ہر انسان جب کوئی قربانی کرتا ہے۔ تو اس قربانی کے بعد اس پر ایک عید کا دن آتا
ہے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ رمضان کے مہینہ میں لوگ روزے رکھتے ہیں اور تکلیف برداشت کرتے ہیں
مگر جب رمضان گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ مومنوں کے لئے ایک عید کا دن لاتا ہے۔ اسی طرح جب
دس سالہ تحریک جدید ختم ہوگی تو اس سے اگلا سال ہمارے لئے عید کا سال ہوگا۔

دوست جانتے ہیں تحریک جدید کا پہلا دور دس سالہ ۱۳۲۳ ہجری شمسی میں ختم ہوتا ہے۔ اور یہ
عجیب بات ہے کہ ۱۳۲۴ء جو ہمارے لئے عید کا سال ہے۔ پیر کے دن سے شروع ہوتا ہے۔ پس
اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں یہ خبر بھی دی تھی کہ ایک زمانہ میں اسلام کی تائید کے لئے جو ... جائیں اس کی اشاعت
کے لئے ایک اہم تبلیغی ادارہ کی بنیاد رکھی جائے گی۔ ... اس کا پہلا دور کامیابی سے ختم ہوگا تو یہ جماعت
کے لئے ایک مبارک وقت ہوگا۔ اس لئے وہ سال جب مومن اس عہد کو قربانی کو پورا کر چکیں گے جو انہوں نے اپنے
ذمہ لیے ہوں گے۔ تو ایک مبارک بنیاد ہوگی۔ ... اس سے اگلے سال سے خدا تعالیٰ دین کے لئے برکات بھی دیگا۔

Sami-ullah Qamar
2nd. Year
Jamia-e-Ahmadiyya
RABWAH

Sami-ullah Qamar
2nd. Year
Jamia-e-Ahmadiyya
RABWAH

Sami-ullah Qamar
2nd. Year
Jamia-e-Ahmadiyya
RABWAH

اور خوشی کا دن اُن کو دکھائے گا۔ اور جس سال میں یہ وقوع میں آئے گا۔ اس کا پہلا دن پیر یا دوشنبہ ہوگا۔ لیکن وہ سال بھی مبارک اور وہ دن بھی مبارک۔ پس "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" کا جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ مصلح موعود اس سلسلہ کی تیسری کڑی ہوگا۔ بعض دفعہ ایک پیشگوئی کسی اور چیز سے مشابہت دیدی جاتی ہے۔ مگر ضروری نہیں ہوتا۔ کہ اس سے مراد وہی ہو۔ پس میرے نزدیک اس کے معنے بالکل واضح ہیں۔ اور "فضل عمر" جو الہامی نام ہے۔ وہ ان معنوں کی تائید کرتا ہے۔ میں اس امر کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ جب رؤیا دیکھنے کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ گھڑی بھر ہی سوچتا رہا۔ سوچتے سوچتے میرے دماغ میں جو الفاظ آئے۔ اور میں جس نتیجہ پر پہنچا۔ وہ یہ تھا کہ اب تو خدا نے بالکل فیصلہ کر دیا ہے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ آج جب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اشتہار پڑھ رہا تھا۔ تو اس میں مجھے یہی الفاظ نظر آئے۔ کہ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آگیا۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے میرے لئے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ دوسروں کیلئے بھی۔ کیونکہ کوئی دوسرا شخص کسی غیر مامور کے کشف یا الہام کو ماننے کا مکلف نہیں۔ لیکن بہرحال میرے لئے خدا تعالیٰ نے حقیقت کو کھول دیا ہے۔ اور اب میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ نے ایک ایسی بنیاد تحریک جدید کے ذریعہ سے رکھ دی ہے۔ جس کے نتیجہ میں حضرت مسیح ناصریؑ کی وہ پیشگوئی کہ کنواریاں دُولہا کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوں گی۔ ایک دن بہت بڑی شان اور عظمت کے ساتھ پوری ہوگی۔ مثیل مسیحؑ ان کنواریوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور لے جائیگا اور وہ قومیں جو اس سے برکت پائیں گی۔ خوشی سے پکار اٹھیں گی۔ کہ محمد شفاء۔ محمد شفاء۔ اس وقت انہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا نصیب ہوگا۔ اور اسی وقت انہیں حقیقی رنگ میں مسیحؑ اوّل پر سچا ایمان نصیب ہوگا۔ اب تو وہ قومیں انہیں خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیکر درحقیقت گالیاں دے رہی ہیں۔ لیکن مقدر یہی ہے۔ کہ بوئے ہوئے بیج سے ایک دن ایسا درخت پیدا ہوگا۔ کہ یہی عیسائی اقوام مثیل مسیحؑ سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس کے نیچے بسیرا کریں گی۔ اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہو جائیں گی۔ اور جیسے خدا کی بادشاہت آسمان پر ہے ویسے ہی زمین پر آجائے گی "

(الفضل مورخہ یکم فروری ۱۹۴۴ء جلد ۳۲ نمبر ۲۷)

سیّدنا مصلح موعودؓ کا جلسہ ہوشیارپور میں
اپنے دعویٰ کے متعلق پرشوکت اعلان

تشہد تعوذ کے بعد حضور نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت فرمائی جب حضور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ کے الفاظ پر پہنچے تو حضور نے یہ الفاظ اپنی زبان مبارک سے ادا فرمانے کے بعد دوبارہ انہی بابرکت الفاظ کو نہایت تضرع اور ابتہال کے ساتھ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہکر دُہرایا۔ ان الفاظ اور حضور کی آواز میں جو اس وقت الٰہی تصرف کے ماتحت معلوم ہوتی تھی ایسا درد بھرا ہوا تھا کہ سننے والوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ ان کے قلوب درد سے بھر گئے۔ رقت ان پر غالب آگئی۔ اور گریہ وزاری کا عالم طاری ہوگیا اور انہوں نے بھی اپنے دل میں انہی الفاظ کو نہایت عجز وانکسار کے ساتھ دہرایا کہ "اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" اس کے بعد حضور نے فرمایا:-

"میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس سے پہلے کچھ قرآنی ادعیہ پڑھوں گا۔ ہماری جماعت کے احباب آہستہ آہستہ اپنے مونہوں میں یعنی زیادہ بلند آواز سے نہیں بلکہ آہستگی سے میرے ساتھ وہ دعائیں پڑھتے جائیں۔

(اس کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل ادعیہ ماثورہ پڑھیں جنہیں جماعت کے احباب نے حضور کی آواز کے ساتھ ساتھ نہایت رقت اور سوز سے دہرایا)۔

(۱)

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(۲)

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۔

(۳)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سمعنا منادیًا ینادی للایمان -

(۵)

رَبَّنَآ اِنَّنَا سمعنا منادیًا ینادی للایمان اَنْ اٰمنوا بربکم فاٰمنّا -

(۶)

رَبَّنَآ اِنَّنَا سمعنا منادیًا ینادی للایمان اَنْ اٰمنوا بربکم فاٰمنّا ربَّنَا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنّا سیّاٰتنا وتوفّنا مع الابرار -

(۷)

رَبَّنَا واٰتنا ما وعدتنا علی رسلك ولا تخزنا یوم القیمة انك لا تخلف المیعاد

(۸)

رَبَّنَا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب -

(یہ دعائیں کچھ ایسے درد اور سوز کے ساتھ حضور کی زبان مبارک سے بلند ہوئیں کہ تمام مجمع کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ دل اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کی محبت سے بھر گئے اور آہ و بکا کی آواز ہر طرف سنائی دینے لگی)۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا:-

"یہ اللہ تعالیٰ کی وہ دعائیں ہیں جن میں انبیاء اور ان کی ابتدائی جماعتوں کے لئے خدا نے ایک طریق راہ بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد میں قرآنی الفاظ میں ہی اپنے رب کو مخاطب کر کے اس کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہوں دوست بھی ان الفاظ کو دہراتے جائیں"
چنانچہ حضور نے مندرجہ ذیل الفاظ اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے:-

اٰمنّا باللّٰه وما انزل الینا وما اُنْزِلَ الی ابراهیم واسمعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وَمَآ اُوْتِیَ موسٰی وعیسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بین اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

(تمام مجمع نے ایک بار پھر اشکبار آنکھوں اور درد مند قلوب کے ساتھ ان الفاظ کو دہرایا اور اس وقت یوں محسوس ہوا کہ آسمان سے انوار الٰہیہ کا نزول ہو رہا ہے اور فرشتے دلوں کو ہر قسم کی میل کچیل سے صاف کر کے انہیں پاکیزہ و مطہر بنا رہے ہیں)۔ اس کے بعد حضور نے حسب ذیل پُر معارف تقریر فرمائی:-

"جیسا کہ آپ لوگوں نے سنا ہے آج سے پورے اٹھاون سال پہلے جس کو آج ۵۹واں سال شروع ہو رہا ہے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں اس شہر ہوشیارپور میں اس مکان میں جو کہ میری انگلی کے سامنے ہے ایک ایسے مکان میں جو اس وقت طویلہ کہلاتا تھا جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ

رہائش کا اصل مقام نہیں تھا بلکہ ایک رئیس کے زائد مکانوں میں سے وہ ایک مکان تھا جس میں شاید اتفاقی طور پر کوئی مہمان ٹھہر جاتا ہے یا وہاں انہوں نے ستور بار رکھا ہو یا حسب ضرورت جانور باندھے جاتے ہوں۔ قادیان کا ایک گمنام شخص جس کو خود قادیان کے لوگ بھی پوری طرح نہیں جانتے تھے۔ لوگوں کی اس مخالفت کو دیکھ کر جو اسلام اور بانیٔ اسلام سے وہ رکھتے تھے اپنے خدا کے حضور علیحدگی میں عبادت کرنے اور اس کی نصرت اور تائید کا نشان طلب کرنے کیلئے آیا۔ اور چالیس دن لوگوں سے علیحدہ رہ کر اس نے اپنے خدا سے دعائیں مانگیں۔ چالیس دن کی دعاؤں کے بعد خدا نے اس کو ایک نشان دیا وہ نشان یہ تھا کہ میں نہ صرف ان وعدوں کو جو میں نے تمہارے ساتھ کئے ہیں پورا کروں گا اور تمہارے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا بلکہ اس وعدہ کو زیادہ شان کے ساتھ پورا کرنے کیلئے میں تمہیں ایک بیٹا دوں گا جو بعض خاص صفات کا حامل ہوگا۔ وہ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا۔ کلام الٰہی کے معارف لوگوں کو سمجھائے گا۔ رحمت اور فضل کا نشان ہوگا۔ اور وہ دینی اور دنیوی علوم جو اسلام کی اشاعت کے لئے ضروری ہیں اسے عطا کئے جائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کو لمبی عمر عطا فرمائے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ یہ اعلان بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے یہاں سے کیا اور اس وقت کیا جبکہ وہ ابھی بانیٔ سلسلہ نہیں تھے۔ اور جماعت احمدیہ کی بنیاد بھی نہیں پڑی تھی۔ قادیان ایک چھوٹی سی بستی تھی اور اب وہ ہوشیارپور سے ایک تہائی ہے۔ ہوشیارپور کی آبادی چالیس ہزار ہے اور قادیان کی آبادی چودہ پندرہ ہزار۔ لیکن جس وقت وہ یہاں آئے ہیں اس وقت قادیان کی آبادی ۱۵ سو کی تھی اور دنیوی وجاہت کا جہاں تک تعلق ہے اس کے لحاظ سے آپ کو کسی قسم کی عزت حاصل نہیں تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا خاندان ایک معزز زمیندار خاندان تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلطنت مغلیہ کے عہد میں اس خاندان کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے عہد میں بھی اس خاندان کے بعض افراد کو معزز عہدے حاصل رہے ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں یہ خاندان اپنی قدیم عزت کو کھو چکا تھا اور بعض وجوہ سے اس کی جائیداد کا اکثر حصہ ضبط ہو چکا تھا۔ پس اس زمانہ میں دنیوی لحاظ سے انکی حیثیت ایک معمولی زمیندار کی سی تھی۔ اور پھر ان کو اپنی عزت بڑھانے کا کوئی شوق بھی نہ تھا۔ باپ نے انہیں بار بار توجہ دلائی کہ وہ مستقل طور پر کوئی ملازمت اختیار کر لیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ایسا شخص اس زمانہ میں اعلان کرتا ہے کہ میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دنیا میں اسلام کو پھیلائے گا اور پھر میرے کام کو لمبا کرنے کے لئے مجھے ایک خاص بیٹا عطا فرمائے گا۔ کیونکہ یہ زمانہ بہت بڑے مفاسد کا ہے اور ان مفاسد کی اصلاح کے لئے ایک لمبے عرصہ کی جدوجہد

کی ضرورت ہے ۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا جبکہ جنگ اور قتال سے فیصلہ ہو جاتا تھا ۔ بلکہ اب دلائل اور علمی بحثوں کے بعد فیصلہ ہوتا ہے اور یہ کام ایک طویل عرصہ چاہتا ہے ۔

پس چونکہ موجودہ زمانہ کی اصلاح ایک لمبے عرصہ کی مقتضی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ وہ آپ کو ایک بیٹا عطا فرمائے گا اور جیسا کہ بعض دوسری خبروں میں اسکا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ وہ لڑکا نو سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا ۔ تمہارا جانشین ہوگا اور ان صفات سے متصف ہوگا ۔ یہ خبر ایسی زبردست ہے کہ کوئی شخص جو اپنے دل میں دیانت کا مادہ رکھتا ہو اس کے پورے ہونے سے انکار نہیں کر سکتا ۔ اور اسے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ خبر خدا کی طرف سے ہی تھی ۔ کسی انسان کی طاقت میں نہیں تھا کہ وہ ایسی خبر دے سکتا ۔

اوّل تو کوئی کہہ نہیں سکتا کہ وہ خود بھی زندہ رہے گا یا نہیں پھر اگر وہ زندہ بھی رہے تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسکے ہاں بیٹا پیدا ہوگا ۔ پھر اگر بیٹا پیدا ہو تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ضرور زندہ رہے گا اور لمبی عمر پائے گا ۔ پھر اگر وہ خود بھی زندہ رہے اور اس کا بیٹا بھی زندہ رہے تو کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ کسی زمانہ میں اسے اتنی عزت حاصل ہو جائے گی کہ اسکے جانشین مقرر ہوا کریں گے پھر اگر کسی کو ایسی عزت مل بھی جائے کہ اس کے جانشین مقرر ہوا کریں تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کا بیٹا ضرور جانشین ہوگا ۔ پھر اگر کسی کا بیٹا جانشین بھی ہو جائے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی غرض اس پیشگوئی پر جسقدر غور کیا جائے اتنی ہی اس کی عظمت اور اہمیت ظاہر ہوتی ۔ ہے اور انسان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن کو پورا کرنا کسی انسان کی طاقت میں ہرگز نہیں تھا ۔ کون شخص ہے جو کہہ سکے کہ میں اتنا عرصہ ضرور زندہ رہونگا پھر کون ہے جو کہہ سکے کہ میرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا پھر کون ہے جو کہہ سکے کہ وہ بیٹا نو سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا ۔ پھر کون ہے جو کہہ سکے کہ کسی زمانہ میں اتنی عظمت حاصل کروں گا کہ دنیا میں میرے جانشین مقرر ہوا کریں گے ۔ پھر کون ہے جو کہہ سکے کہ میرا بیٹا ایک زمانہ میں میرا خلیفہ اور جانشین ہوگا ۔ پھر کون ہے جو کہہ سکے کہ میرے بیٹے کے زمانہ میں اسلام سارے جہان میں پھیل جائے گا اور اسکی دنیا پر غالب آجانے کے سامان پیدا ہو جائیں گے ۔ یہ اتنے نشان ایک پیشگوئی میں جمع ہیں کہ کسی انسان میں طاقت نہیں تھی کہ وہ اپنی طرف سے ایسی پیشگوئی کر سکتا ۔ اور پھر دنیا میں اعلان کر کے کہہ سکتا کہ یہ پیشگوئی ایکدن ضرور پوری ہوگی ۔

لیکن یہ پیشگوئی جو آج سے اٹھاون سال پہلے کی گئی تھی پوری ہوئی اور بڑی عظمت اور شان کے ساتھ پوری ہوئی ۔ ۱۸۸۶ء میں جب بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ پیشگوئی شائع کی اس وقت آپکا کوئی مرید

تھا ۔ آپکی حیثیت ایک فرد واحد کی سی تھی ۔ اسکے بعد ۱۸۸۷ء میں آپکے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ۔ جو ۱۸۸۸ء میں فوت ہو گیا ۔ آپ نے اس لڑکے کے متعلق کسی ایک جگہ بھی یہ نہیں لکھا تھا کہ یہ وہی لڑکا ہے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائیگا اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی ۔ لیکن اس لڑکے کے فوت ہونے پر لوگوں نے شور مچایا کہ جس لڑکے کے متعلق اتنے بڑے دعوے کئے گئے تھے وہ زندہ ہی نہ رہا اور آخر یہ شور اتنا بڑھا کہ وہ جو آپکے ساتھی تھے ۔ ان میں سے بھی بعض اس وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ وہ لوگ آپکے مرید نہ تھے صرف آپکے ملنے والے اور آپکے حسن عقیدت رکھنے والے تھے لیکن اس لڑکے کی وفات پر ان کو بھی ابتلا آگیا ۔ اور وہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے ۔ ایسے نازک حالات میں جب لوگوں کیلئے ایک ابتلاء کی حالت تھی اور جب اپنے بھی آپ کو چھوڑ کر بھاگ رہے تھے ۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت دنیا میں یہ اعلان فرمایا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تو لوگوں سے بیعت لے اور ایک سلسلہ روحانی قائم کر ۔ لوگ ایسے ابتلاؤں کے وقت اس قدر گھبرا جاتے ہیں کہ ان کے ہوش بھی ٹھکانے نہیں رہتے مگر چونکہ وہ موعود تھا اسلئے جب لوگ ہنس رہے تھے کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی ایسے خطرات اور انکار کے زمانہ میں اسنے احمدیت کی بنیاد رکھی ۔ اور لوگوں سے بیعت لینے کا اعلان فرما دیا ۔ یہ اعلان آپ نے ۱۸۸۸ء کے آخر میں فرمایا اور ۱۸۸۹ء میں پیشگوئی کے مطابق آپکے ہاں ایک بیٹا ہوا جس کا نام آپنے تفاؤل کے طور پر (کیونکہ آپنے لکھا کہ ابھی مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے) محمود رکھا ۔ کیونکہ اس بیٹے کا ایک نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمود بتایا گیا تھا اور چونکہ الہام میں اس کا ایک نام بشیر ثانی بھی رکھا گیا تھا اس لئے اس کا پورا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا ۔ خدا کی قدرت ہے اتفاقاً اس لڑکے کی جو کھلائی مقرر کی گئی وہ شدید امراضوں میں مبتلا تھی ایسے شدید امراض میں کہ اسکے سات آٹھ بلکہ نو بچے کچھ بچپن میں کچھ بڑے ہو کر سل اور دق سے مر گئے تھے اس عورت نے بغیر اسکے کہ لڑکے کے والدین سے اجازت حاصل کرتی اس کو دودھ پلایا ۔ عموماً اس قسم کی عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں چلی جاتی ہیں اور اسوجہ سے کہ بچہ انہیں جلدی واپس نہ لانا پڑے اسے دودھ پلا دیتی ہیں ۔ اس عورت نے بھی بغیر اجازت لئے اس لڑکے کو دودھ پلا دیا اور اس طرح دق اور سل اور خنازیر کے جراثیم اس بچے کے اندر چلے گئے ۔ چنانچہ جب وہ دو سال کا ہوا تو پہلے اسے کھانسی ہوئی اور پھر وہ شدید خنازیر میں مبتلا ہو گیا ۔ اور کئی سال تک مدقوق و مسلول رہا ۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ذریعہ ایک بہت بڑا نشان ظاہر کرنا تھا اسلئے خدا نے اس کو بچا لیا ۔ لیکن خنازیر کا مرض برابر اسے رہا بلکہ بعض دفعہ خنازیر کی گلٹیاں پھول کر گیند جتنا بڑا ہو جاتیں اور مسلسل بارہ تیرہ سال تک ایسا ہی ہوتا رہا ۔ ڈاکٹر اور

طبیب مختلف ادویہ کی مالش کراتے اور کھانے کیلئے بھی کئی قسم کی دوائیں دیتے۔ جب وہ لڑکا جوان ہوا تو اس بیماری نے دوسری شکل اختیار کرلی اور اسے سات آٹھ مہینے متواتر بخار آتا رہا۔ اطباء کہتے تھے کہ اس کا بچنا مخدوش ہے اور اب شاید ہی یہ جانبر ہو سکے۔ اس وجہ سے وہ مدرسے میں بھی پڑھ نہیں سکتا تھا۔ جب وہ مدرسے جاتا تو چونکہ اس کی آنکھوں میں ککرے بھی تھے اس لئے وہ بورڈ کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور اگر دیکھتا تو اسکے سر میں درد شروع ہو جاتا۔ اس وجہ سے وہ پڑھائی کی طرف توجہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ اسکے استادوں نے بانی سلسلہ سے شکایت کی کہ یہ لڑکا پڑھتا نہیں انہوں نے کہا یہ بیمار ہے اس پر زیادہ زور نہ دو مدرسے میں آتا رہے اور کوئی لفظ اسکے کان میں پڑ جائے۔ اتنا ہی کافی ہے زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔ یہاں تک کہ اسنے سکول کا کوئی امتحان بھی پاس نہ کیا۔ پرائمری میں شاید پاس ہوا ہو اور غالباً وہ پرائمری میں بھی پاس نہیں ہوا۔ لیکن مڈل میں وہ یقیناً فیل ہوا اور انٹرنس میں بھی یقیناً فیل ہوا۔ جب وہ انٹرنس میں پڑھتا تھا تو اس کی لیاقت کا یہ حال تھا کہ امتحان پر جانے سے پہلے جب اس نے گھر کا امتحان دیا تو ٹو TWO جو انگریزی کا ایک معمولی سا لفظ ہے اس کو اسنے ٹُو TOW لکھدیا اور استاد نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کیا لفظ ہے میں تو اسے نہیں جانتا۔ یہ اس کی تعلیم کا حال تھا۔ پھر جب بانی سلسلہ احمدیہ فوت ہوئے تو جماعت کے دل میں تحریک ہوئی کہ ان کا بھی ایک خلیفہ مقرر ہونا چاہیئے جیسے اسلام کی سنت ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کو خلیفہ مقرر کردیا اور لوگوں نے سمجھا کہ وہ پیشگوئی جو ایک لڑکے کے جانشین ہونے کے متعلق تھی وہ غلط ثابت ہوئی اور خلیفہ کوئی اور شخص بن گیا۔ اسکے بعد جماعت میں تفرقہ پیدا ہوا۔ صدر انجمن احمدیہ جو مرکزی مجلس تھی اس کا اکثر حصہ کسی بات میں دوسرے لوگوں سے لڑ پڑا۔ زیادہ جھگڑا یہ تھا کہ یہ نوجوان کہیں بانی سلسلہ احمدیہ کا جانشین نہ بن جائے اور انہوں نے سر سے پیر تک اس کی مخالفت میں زور لگایا۔ یہ لوگ بڑے مشہور لیکچرار تھے اور دور دور تک ان کا نام پہنچا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام غالباً آپ نے سنا ہوگا۔ خواجہ کمال الدین صاحب تھا۔ وہ جہاں جاتے ان کے لیکچر مشہور ہو جاتے۔ انگلستان میں بھی وہ مبلغ رہے ہیں۔ اور ٹرکی، مصر اور افریقہ کے علاقہ میں بھی وہ پھرے اور انہیں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ دوسرے مولوی محمد علی صاحب تھے یہ ان دنوں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے بہت مشہور تھے۔ اسی طرح ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ یہ سب اس لڑکے کے مخالف ہو گئے۔ اور چونکہ یہ صدر انجمن احمدیہ کے بھی ممبر تھے اسلئے انہوں نے پنجاب اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں دورے کرنے شروع کر دیئے تاکہ جماعت میں اس لڑکے کے خلاف شورش پیدا ہو جائے اور ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکا خلیفہ بن جائے۔ گویا اگر اس

لڑکے کے متعلق کوئی پیشگوئی پوری ہونی تھی تو دنیا نے پورا زور لگایا کہ وہ پیشگوئی پوری نہ ہو۔ اگر وہ لڑکا چپ کر کے خلیفہ ہو جاتا جیسے پیروں میں طریق ہوتا ہے کہ باپ کے بعد بیٹا جانشین بنتا ہے تو لوگ کہتے مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی اتفاقی طور پر پوری ہوئی ہے چونکہ پیروں میں قاعدہ ہوتا ہے کہ جب بڑا مر جائے تو بیٹا خلیفہ بنتا ہے اس لئے مرزا صاحب کی وفات کے بعد ان کا بیٹا جانشین بن گیا۔ اس میں عجیب بات کونسی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کو خلیفہ مقرر کیا اور اس طرح وہ سوال اڑ گیا کہ یہ جانشینی پیروں کے عام دستور کے مطابق ہوئی ہے۔ پھر اگر حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی وفات کے بعد وہ لڑکا بغیر مخالفت کے خلیفہ بن جاتا تو بھی لوگ کہہ سکتے تھے کہ چونکہ اس لڑکے کے والد صاحب کی بزرگی کا احساس جماعت میں قائم تھا اس لئے انہوں نے اس بزرگی کا احساس کرتے ہوئے ان کے لڑکے کو خلیفہ بنالیا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرما دیئے کہ جماعت کے تمام سرکردہ لوگ اس لڑکے کے مخالف ہو گئے۔ اور انہوں نے اس قدر شدید مخالفت کی کہ ساری جماعت میں ایک آگ سی لگادی اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہو جائے۔ یہ لڑکا خلیفہ نہ ہو بلکہ غصہ میں آکر انہوں نے یہاں تک کہدیا کہ جماعت کا کوئی خلیفہ ہونا ہی نہیں چاہیئے۔ لیکن جب حضرت خلیفہ اولؓ فوت ہوئے اور جماعت آپ کی وفات پر جمع ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے جس کا یہ فیصلہ تھا کہ یہ پیشگوئی ضرور پوری ہو ایسے سامان کر دیئے کہ ان لوگوں نے اس ڈر سے کہ کہیں جماعت اس لڑکے کو ہی خلیفہ نہ بنالے جماعت کے ایمان کے خلاف یہ کہنا شروع کردیا۔ کہ خلافت ہی نہیں ہونی چاہیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ان کے یہ خیالات جماعت کے سامنے آئے تو لوگوں نے کہا اگر یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں خلیفہ نہ ہو بلکہ فلاں ہو تو اور بات تھی مگر اب تو یہ کہتے ہیں کہ خلافت کا سلسلہ ہی جاری نہیں رہنا چاہیئے۔ اور یہ بات ہمارے اصول کے خلاف ہے اسے ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ اس وقت جماعت نے اس لڑکے کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اور اس طرح وہ پیشگوئی جو حضرت مرزا صاحب نے ہوشیار پور سے شائع کی تھی کہ میرا ایک بیٹا ہوگا اور وہ میرا جانشین ہوگا۔ بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

آپ لوگ جانتے ہیں میں اس وقت کس کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ میں اپنے تئیں ہی وہ ہوں جو بارہ تیرہ سال تک خنازیر کے مرض میں مبتلا رہا۔ میں ہی وہ ہوں جو مہینوں نہیں سالوں مدقوق و مسلول لوگوں کی طرح بیمار رہا۔ جیسے ہماری زبان میں بعض لوگوں کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ وہ بنگ لگے ہیں۔ میں ہی وہ ہوں جو نہایت کمزور دبلا اور نحیف تھا۔ پھر میں ہی وہ ہوں جس کی آنکھوں میں تیرہ چودہ سال کی عمر میں شدید ککرے ہو گئے اور میں پڑھائی کے ناقابل ہو گیا یہاں تک

میں بورڈ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں ہی وہ ہوں جو مڈل میں بھی فیل ہوا۔ اور انٹرنس میں بھی۔ اور میں ہی وہ ہوں جسے انگریزی کا ایک معمولی لفظ ٹو Two بھی نہیں لکھنا آتا تھا۔ اور جس نے ٹو کی بجائے ٹوآ لکھ دیا۔ پھر میں ہی وہ ہوں جس کے خلاف جماعت کے بڑے بڑے لوگ کھڑے ہو گئے۔ تمام محکموں پر ان کا قبضہ تھا۔ مدرسہ ان کے پاس تھا۔ لنگر ان کے پاس تھا۔ ریویو ان کے پاس تھا۔ جماعت کا انتظام ان کے ہاتھوں میں تھا۔ خزانہ ان کے پاس تھا۔ اور مختلف عہدے ان کو حاصل تھے۔ پھر میں ہی وہ ہوں جو اپنا بھی مخالف تھا۔ چنانچہ میں نے مولوی محمد علی صاحب کے سامنے خود یہ تجویز پیش کی تھی کہ آپ خلافت کا انکار نہ کریں۔ کسی ایک شخص کا نام پیش کر دیں۔ میں سب سے پہلے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر باوجود اس کے میں نے مولوی محمد علی صاحب کو یہ کہا کہ آپ کسی کا نام پیش کریں۔ میں اس کی بیعت کرنے کیلئے تیار ہوں۔ چونکہ خدا کا منشاء یہ تھا کہ اس شخص پر اس نے جو الہامات نازل فرمائے تھے ان کو پورا کرے اور دنیا کو اپنی قدرت کا نشان دکھائے۔ اس لئے ان کی عقل پر ایسے پتھر پڑ گئے کہ انہوں نے میری اس بات کو تسلیم نہ کیا اور چونکہ جماعت اس بات پر مُصر تھی کہ کسی شخص کو خلیفہ ضرور بنایا جائے۔ اس لئے مولوی محمد علی صاحب کی بات کو کسی نے نہ مانا اور جماعت نے مجھے اپنا خلیفہ بنا لیا۔

میں بتا چکا ہوں کہ میں تعلیم سے بچپن سے ہی کورا ہوں۔ وہ سمجھتے تھے کہ ایسا آدمی جب ایک علمی جماعت کا امام بنے گا تو جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اور اس میں کیا شبہ ہے کہ ظاہری حالات کے لحاظ سے اس بات کا امکان ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جو ایک کامیاب ڈاکٹر تھے انہوں نے باہر نکل کر ہمارے مدرسہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا آج ہم تو جا رہے ہیں کیونکہ جماعت نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ لیکن تم تھوڑے ہی دنوں تک دیکھو گے کہ اس مدرسہ پر عیسائی قابض ہو جائیں گے اور تمام عمارت ان کے پاس چلی جائے گی۔ یہ اس وقت کہا گیا تھا جب ہمارے سالانہ جلسہ پر دو اڑھائی ہزار آدمی آیا کرتے تھے۔ اور اس وقت کہا گیا تھا جب خزانہ میں صرف گیارہ بارہ آنے کے پیسے تھے۔ اور سترہ اٹھارہ ہزار روپیہ قرض تھا۔ یہ لوگ جو بڑے بڑے مالدار تھے جماعت میں عزت اور وقار رکھتے تھے انہوں نے سمجھا کہ جب ہم قادیان کو چھوڑ کر چلے جائیں گے تو جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ اس وقت میری عمر چوبیس سال کی تھی اور میری ساری عمر بیماریوں میں گزری تھی۔ میں نے دینی یا دنیوی تعلیم کسی مدرسہ میں حاصل نہیں کی تھی اور میرے مقابل میں جو لوگ کھڑے تھے وہ قوم کے لیڈر، سردار اور معزز تھے۔ پس دنیوی لحاظ سے یہی خیال کیا جا سکتا تھا کہ وہ قوم ڈوب جائے گی جسے ایسا راہنما اور سردار ملا ہو۔ لیکن جس وقت انہوں نے یہ کہا کہ اس مدرسہ

پر عیسائی قابض ہو جائیں گے۔ اور تمام عمارتیں ان کے پاس چلی جائیں گی۔ اور جس وقت انہوں نے یہ کہا کہ اب قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اس وقت میں اپنے گھر میں گیا۔ اور میں نے اپنے خدا سے یہ دعا کی کہ خدایا میں اس عہدہ کے لئے کبھی متمنی نہیں ہوا۔ میں نے کبھی تجھ سے نہیں چاہا کہ تو مجھے خلیفہ مقرر کرے۔ لیکن جب کہ تو نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور تو نے خود مجھے اس کام کے لئے چنا ہے تو اے میرے رب تو مجھے طاقت بھی دے جس سے میں ان صنادید کا مقابلہ کر سکوں۔ ورنہ میرے اندر ان کا مقابلہ کرنے کی قطعاً طاقت نہیں ان میں سے بعض میرے استاد ہیں۔ اور باقی ایسے ہیں جن کا انجمن کے مال اور محکموں پر قبضہ ہے۔ اس وقت ہمارے اندر اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ اگر یہ لوگ ہمیں کہتے مسجد سے نکل جاؤ۔ تو ہم اپنی مسجد میں بھی ٹھہر سکتے۔ غرض میں نے خدا سے یہ دُعا کی۔ رات کو جب میں لیٹا تو مجھے الہام ہوا۔ "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے"۔ اور چونکہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ اور آج سے وہ تباہی بربادی کے راستہ پر چل پڑے گی اس لئے خدا نے مجھے الہام کیا کہ لیمزقنّہم اے محمود یہ لوگ جو اپنے علم اور اپنی طاقت اور اپنے جتھے اور اپنی دولت کے دعوے کر رہے ہیں ہم ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ چنانچہ میں نے اسی وقت اس مضمون کا ایک اشتہار شائع کر دیا۔ وہ اشتہار آج تک موجود ہے۔ غیر بھی گواہی دے سکتے ہیں اور اپنے بھی کہ اس میں جو کچھ لکھا گیا تھا وہ کس شان سے پورا ہوا۔ میں نے اس اشتہار کا ہیڈنگ ہی یہ رکھا تھا کہ "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے"۔ پھر میں نے کہا تھا کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ لیمزقنّہم وہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اس وقت ہماری جماعت کا ۹۵ فی صدی حصہ ان کے ساتھ تھا اور پانچ فی صدی ہمارے ساتھ تھا اور وہ لوگ فخر کے ساتھ اس بات کو شائع کرتے تھے کہ ہم وہ ہیں جن کے ساتھ جماعت کی اکثریت ہے۔ اور یہ بات ہمارے حق پر ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔ لیکن ابھی تین ہفتے اس الہام پر نہیں گزرے تھے کہ جماعت کے ۹۵ فی صدی حصہ نے میری بیعت کر لی۔ اور پانچ فی صدی ان کے ساتھ رہ گئے۔ یہ خدا کا وہ نشان ہے جو اس نے پورا کیا اور جس میں بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ خبر دی تھی کہ میرا ایک بیٹا ہو گا۔ جو میرا خلیفہ ہو گا۔ اور خدا اس کی تائید کرے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر میری تائید و نصرت کرنی شروع کر دی۔ میں نے بتایا ہے کہ میں نے کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں کی۔ لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں بتایا کہ مجھے اس کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا کیا گیا ہے۔ اور چونکہ قرآن کریم کے علم میں دنیا کے سارے علوم شامل ہیں اس لئے اس کے بعد جماعت اور اسلام کے لئے مجھے جس علم کی بھی ضرورت محسوس ہوئی وہ خدا نے مجھے سکھا دیا۔ چنانچہ آج میں دعوے کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں بلکہ آج سے نہیں تیس پچیس سال سے میں یہ اعلان کر رہا ہوں کہ دنیا کا کوئی فلاسفر، دنیا کا کوئی پروفیسر، دنیا کا کوئی ایم۔ اے خواہ وہ ولایت کا پاس شدہ

ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ وہ کسی علم کا جاننے والا ہو۔ خواہ وہ فلسفہ کا ماہر ہو۔ خواہ وہ منطق کا ماہر ہو۔ خواہ وہ علم النفس کا ماہر ہو۔ خواہ وہ سائنس کا ماہر ہو۔ خواہ وہ دنیا کے کسی علم کا ماہر ہو۔ اگر قرآن اور اسلام پر کوئی اعتراض کرے۔ تو نہ صرف اسکے اعتراض کا جواب میرے سامنے دے سکتا ہوں بلکہ خدا کے فضل سے اس کا ناطقہ بند کر سکتا ہوں۔ دنیا کا کوئی علم نہیں جس کے متعلق خدا نے مجھ کو معلومات نہ بخشی ہوں۔ اور اس قدر صحیح علم جو اپنی زندگی درست رکھنے یا قوم کی راہنمائی کے لئے ضروری ہو۔ مجھ کو نہ دیا گیا ہو۔ پھر اسکے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے فوراً مجھے ہمت بخشی اور میں نے دنیا کے مختلف اطراف میں اسلام اور احمدیت کو پھیلانے کیلئے مشن قائم کر دیئے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے اس وقت صرف ہندوستان اور کسی قدر افغانستان میں جماعت احمدیہ قائم تھی۔ باقی کسی جگہ احمدیہ مشن قائم نہیں تھا۔ مگر جیسا کہ خدا نے پیشگوئی میں بتایا تھا۔ "وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا" اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ میں مختلف ممالک میں احمدیہ مشن قائم کروں۔ چنانچہ میں نے اپنی خلافت کے ابتداء میں ہی انگلستان، سیلون اور ماریشس میں احمدیہ مشن قائم کئے۔ پھر یہ سلسلہ بڑھا اور بڑھتا چلا گیا۔ چنانچہ ایران میں۔ روس میں۔ عراق میں۔ مصر میں۔ شام میں۔ فلسطین میں۔ لیگوس نائیجیریا میں۔ گولڈ کوسٹ میں۔ سیرالیون میں۔ ایسٹ افریقہ میں۔ یورپ میں سے انگلستان کے علاوہ سپین میں۔ اٹلی میں۔ زیکوسلویکیا میں۔ ہنگری میں۔ پولینڈ میں۔ یوگوسلاویہ میں۔ البانیہ میں۔ جرمنی میں۔ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں۔ ارجنٹائن میں۔ چین میں۔ جاپان میں۔ ملایا میں۔ سٹریٹ سیٹلمنٹس میں۔ سماٹرا میں۔ جاوا میں۔ سیرِ دبایا میں۔ کاشغر میں خدا کے فضل سے مشن قائم ہوئے۔ ان میں سے بعض مبلغ اس وقت دشمن کے ہاتھ میں قید ہیں۔ بعض کام کر رہے ہیں اور بعض مشن جنگ کی وجہ سے عارضی طور پر بند کر دیئے گئے ہیں۔ غرض دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جو آج سلسلہ احمدیہ سے واقف نہ ہو۔ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جو یہ محسوس نہ کرتی ہو۔ کہ احمدیت ایک بڑھتا ہوا سیلاب ہے جو ان کے ملکوں کی طرف آ رہا ہے۔ حکومتیں اسکے اثر کو محسوس کر رہی ہیں۔ بلکہ بعض حکومتیں اس کو دبانے کی بھی کوشش کرتی ہیں۔ چنانچہ روس میں جب ہمارا مبلغ گیا تو اُسے سخت تکلیفیں دی گئیں۔ اسے مارا گیا، پیٹا گیا، اور ایک لمبے عرصہ تک قید رکھا گیا، لیکن چونکہ خدا کا وعدہ تھا کہ وہ اس سلسلہ کو پھیلائے گا اور میرے ذریعہ اس کو دنیا کے کناروں تک شہرت دیگا۔ اس لئے اسنے اپنے فضل و کرم سے ان تمام مقامات میں احمدیت کو پہنچایا۔ بلکہ بعض مقامات پر بڑی بڑی جماعتیں قائم کر دیں۔

بہرحال جب اس قسم کی علامتیں ظاہر ہوئیں تو جماعت نے کہا۔ کہ وہ پیشگوئی جس کی خبر شیخ مہر علی صاحب کے طویلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی تھی وہ پوری ہو گئی۔ مگر میں نے ہمیشہ اسکو

قبول کرنے سے احتراز کیا۔ اور میں نے یہ کبھی دعویٰ نہ کیا کہ میں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا جو خدا کا کلام۔ جب تک خدا اسکے متعلق یہ تصدیق نہ کرے۔ کہ یہ میرے ذریعہ سے پورا ہو چکا ہے اس وقت تک بولنا میرے لئے مناسب نہیں ہے۔ مجھے کیا خبر ہے کہ میں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں یا نہیں ہوں۔ اگر میں اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہوں تو کیوں میں ایک غلط بات کہوں۔ اور اگر میں اس کا مصداق ہوں تو جس خدا نے یہ پیشگوئی فرمائی ہے۔ اسی کا یہ بھی کام ہے کہ وہ مجھے خبر دے کہ میں اس کا مصداق ہوں۔ پس گو جماعت نے متواتر اصرار کیا کہ میں اس پیشگوئی کا اپنے آپ کو قرار دوں مگر میں نے کبھی اس پیشگوئی کا اپنے آپ کو مصداق قرار نہ دیا۔ اور جب بھی یہ پیشگوئی میرے سامنے آتی میں اس پر سے خاموشی کے ساتھ گذر جاتا۔ اس عرصہ میں دشمن نے چیلنج بھی کئے۔ کہ اگر یہ شخص اس پیشگوئی کا مصداق ہے تو بولتا کیوں نہیں۔ مگر میں نے ہمیشہ یہی سمجھا کہ خدا پر تقدم تقویٰ کے خلاف ہے۔ پس میں خاموش رہا۔ اور باوجود جماعت کے اصرار اور دشمنوں کے چیلنج کے میں نے کبھی اسکے متعلق کچھ نہیں کہا۔ یہاں تک کہ تیس سال کا لمبا عرصہ اس پر گذر گیا۔ اور یہ مضمون قریباً ٹھنڈا ہو گیا۔ دوستوں نے زور لگایا کہ میں اس پیشگوئی کے مصداق ہونیکا اعلان کروں۔ مگر میں خاموش رہا۔ دشمنوں نے کہا۔ کہ اگر میاں پیشگوئی کا مصداق ہے تو بولتا کیوں نہیں۔ مگر میں نہ بولا۔ جب موافق اور مخالف سب اس مضمون پر بحثیں کر کر کے تھک گئے۔ تو اس سال کے شروع میں ۵، ۶ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی رات کو میں نے ایک رؤیا دیکھا۔

میں نے رؤیا کی حالت میں دیکھا کہ میں ایک ایسی جگہ پر ہوں۔ جہاں دشمن کی فوج کے ساتھ جنگ ہو رہی ہے وہاں کھڑے ہو کر میں کچھ لوگوں سے باتیں کر رہا ہوں۔ کہ یکدم مجھے ایسا محسوس ہوا۔ جیسے جرمن فوج نے اس مقام پر حملہ کر دیا ہے۔ جہاں میں ہوں۔ اور ایسی شدت سے حملہ کیا ہے کہ جس فوج کے پاس میں تھا اسنے شکست کھانی شروع کر دی۔ میں یہ دیکھکر خواب میں خیال کرتا ہوں کہ اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں مجھے بھاگ کر کہیں دور چلے جانا چاہیئے۔ چنانچہ میں اس مقام سے باہر نکلا۔ مگر جونہی باہر آیا۔ معاً میرے ذہن میں یہ خیال آیا۔ کہ کسی سابق پیشگوئی کے ماتحت میں اس مقام سے بھاگنے کے لئے نکلا ہوں۔ اور اب میرا آئندہ سفر اس پیشگوئی کے مطابق ہوگا۔ چنانچہ میں نے دوڑنا شروع کر دیا۔ رؤیا میں میں محسوس کرتا ہوں کہ میں اس تیزی سے دوڑ رہا ہوں۔ کہ زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی چلی جا رہی ہے اور میں میلوں میل ایک آن میں طے کرتا جا رہا ہوں۔ میری اس تیزی کا اسکے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جتنی دیر میں کوئی شخص گز بھر چلتا ہے۔ میں خواب میں اتنی دیر میں پچاس ساٹھ میل بڑھ جاتا ہوں۔ جرمن سپاہی بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور میرے ساتھیوں کو بھی گو قدرت کی طرف سے دوڑنے کی ایسی ہی طاقت دی گئی تھی۔ مگر پھر بھی وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ گئے۔ یہاں تک کہ میں دوڑتے دوڑتے ایک پہاڑی دامن میں جا پہنچا۔ وہاں مختلف رستے مجھے دکھائی دیئے۔ کوئی کسی طرف جاتا تھا اور کوئی

کسی طرف ہیں ان رستوں کے بالمقابل دوڑتا چلا گیا۔ تا میں معلوم کروں کہ پیشگوئی کے مطابق میں نے کونسا راستہ اختیار کرنا ہے۔ اس وقت میں ایک ایسی سڑک کی طرف جا رہا ہوں جو سب کے آخر میں بائیں طرف ہے۔ اس پر میرا ایک ساتھی مجھے آواز دیکر کہتا ہے کہ اس سڑک پر نہیں دوسری سڑک پر جائیں۔ جب میں اسکی سمجھ کے مطابق اس سڑک کی طرف جو انتہائی دائیں طرف تھی واپس لوٹتا ہوں۔ تو خدا تعالیٰ کی قدرت کے زبردست ہاتھ نے مجھے پکڑ کر ایک درمیانی راستہ پر چلا دیا۔ میرا ساتھی مجھے آوازیں دیتا چلا جاتا ہے کہ اس طرف آئیں اُس طرف نہ جائیں۔ مگر میں اپنے آپ کو بے بس پاتا ہوں۔ اور اسی رستے پر دوڑتا چلا جاتا ہوں۔ اور یہ محسوس کرتا ہوں۔ کہ یہی رستہ اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے۔ غرض میں اس رستے پر چلتا چلا جاتا ہوں۔ اسی دوران میں مجھے خیال آیا کہ اس واقعہ کے متعلق جو پیشگوئی کی گئی تھی اس میں یہ بھی ذکر تھا کہ اسکے بعد ایک جھیل آئے گی۔ وہ جھیل کہاں ہے۔ جب مجھے یہ خیال آیا تو یکدم میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے ایک جھیل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے اس جھیل کو پار کرنا ضروری ہے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ جھیل پر کچھ کشتی نما چیزیں تیر رہی ہیں۔ جن پر بعض لوگ سوار ہیں۔ خواب میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بت پرست قوم ہے۔ اور یہ لوگ جن پر سوار ہیں وہ ان کے بُت ہیں اور اس وقت یہ لوگ اپنے سالانہ تہوار پر بتوں کو نہلانے کی غرض سے مقررہ گھاٹ کی طرف لیے جا رہے ہیں۔ میں نے جب اس جھیل کو عبور کرنیکا اور کوئی طریق نہ دیکھا تو جھٹ کود کر ایک بُت پر سوار ہو گیا۔ جب میں بُت پر سوار ہوا۔ تو اردگرد کے لوگوں نے ایسے کلمات کہنے شروع کر دیئے جن سے ان کے بتوں کی عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ میں نے اسی وقت اپنے دل میں کہا۔ کہ میرا اس وقت خاموش رہنا غیرت کے خلاف ہے۔ چنانچہ میں نے توحید کی دعوت ان لوگوں کو دینی شروع کی۔ اور بڑے زور سے میں نے شرک کی برائیاں بیان کیں۔ اس وقت خواب میں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میری زبان اُردو نہیں بلکہ عربی ہے۔ اور عربی میں ہی میں انہیں توحید کی تعلیم دے رہا ہوں۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری اس تقریر سے متاثر ہو کر بعض پجاریوں کے دلوں میں توحید پر ایمان پیدا ہونا شروع ہوا۔ اور وہ یکے بعد دیگرے مجھ پر ایمان لاتے چلے گئے۔ مگر میں نے اپنی تبلیغ جاری رکھی۔ یہاں تک کہ میں نے ان سے کہا۔ جب اس جھیل کا کنارہ آئیگا تو تمہارے یہ بت اس پانی میں غرق کئے جائیں گے اور خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی۔ غرض اسی طرح میں تبلیغ کرتا چلا گیا۔ جب ہم جھیل کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ تو میں نے ان کو حکم دیا کہ ان بتوں کو پانی میں غرق کر دو۔ اور ان سب نے میرے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان بتوں کو جھیل میں غرق کر دیا اسکے بعد میں پھر کھڑا ہو گیا۔ اور انہیں تبلیغ کرنے لگ گیا۔ اس وقت مجھے محسوس ہوا۔ کہ وہ لوگ خدائے واحد پر ایمان لاتے چلے جاتے ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو تسلیم

کرتے جا رہے ہیں۔ مگر قوم کا کچھ حصہ ابھی ایمان نہیں لایا۔ اس وقت میں انہی میں سے ایک شخص کو جسکا اسلامی نام میں نے عبدالشکور رکھا ہے۔ مخاطب کرکے کہتا ہوں۔ اے عبدالشکور میں تم کو اس قوم میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں تمہارا فرض یہ ہوگا۔ کہ تم اپنی قوم میں توحید قائم کرو۔ اور شرک کو مٹا دو۔ اور تمہارا فرض ہوگا۔ کہ ان لوگوں کو بتاؤ۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ اور تمہارا یہ بھی فرض ہوگا کہ تم اس قوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی طرف توجہ دلاؤ۔ میں جب واپس آؤں گا تو تجھ سے حساب لوں گا اور دیکھوں گا کہ تو نے ان فرائض کو کہاں تک ادا کیا ہے۔ رویا کی حالت میں جب میں اسے کہتا ہوں۔ کہ تیرا فرض ہوگا کہ تو ان لوگوں کو یہ سکھائے۔ کہ اللہ ایک ہے۔ اور تو ان لوگوں سے یہ اقرار لے۔ کہ اشهد ان لا اله الا الله ۔ تو اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا۔ کہ میری زبان سے اللہ تعالیٰ خود بول رہا ہے۔ اور جب میں نے کہا تمہیں لوگوں سے یہ اقرار بھی لینا پڑے گا کہ اشهد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ یکدم مجھے معلوم ہوا۔ کہ گویا اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کو اجازت دی۔ کہ وہ میری زبان پر قابو پائیں۔ اور خود میری زبان سے کلام فرمائیں چنانچہ جب میں کہتا ہوں۔ تمہیں یہ اقرار لینا پڑیگا۔ کہ اشهد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری زبان سے بولے اور آپ نے فرمایا انا محمد عبدہٗ ورسولہٗ اے لوگو سن لو کہ میں محمد ہوں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔ پھر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میری زبان پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قدرت دی گئی۔ اور جب میں نے اسے کہا۔ کہ تمہیں اپنی قوم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کا بھی اقرار لینا پڑے گا تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور آپ نے میری زبان سے فرمایا انا المسیح الموعود اے لوگو میں تم کو بتاتا ہوں کہ میں وہی مسیح ہوں جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ اسکے بعد مجھے یوں محسوس ہوا۔ کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں اپنا دعویٰ لوگوں کے سامنے پیش کروں اور میں ان کو کہوں۔ کہ میں مسیح موعودؑ کا خلیفہ ہوں۔ مگر اس وقت بجائے یہ الفاظ جاری ہونے کے میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ انا المسیح الموعود مثیله وخلیفته۔ میں بھی مسیح موعود ہی ہوں یعنی اس کا مشابہ نظیر اور خلیفہ۔ جب خواب میں میں نے اپنے متعلق یہ الفاظ کہے تو یکدم میں گھبرا گیا۔ کہ میں نے یہ کیا کہہ دیا ہے۔ اس پر معاً مجھے القاء ہوا۔ کہ یہ وہی پیشگوئی ہے۔ جو مصلح موعود کے بارہ میں کی گئی تھی اور جس میں بتایا گیا تھا کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کا مثیل اور نظیر ہوگا ۔ تب میں نے سمجھا ۔ کہ یہ پیشگوئی خدا نے میرے لئے ہی مقدر کی ہوئی تھی ۔ رؤیا کی حالت میں میں نے اور بھی بعض باتیں بیان کی ہیں ۔ مثلاً میں نے ان سے کہا ۔ میں وہی ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں ۔ یہ درحقیقت انجیل کی ایک پیشگوئی ہے جس میں حضرت مسیح ناصریؑ فرماتے ہیں ۔ جب میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو بعض قومیں مجھ پر ایمان لائیں گی ۔ اور بعض انکار کر دیں گی ۔ اس وقت ان قوموں کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے دس کنواریاں ہوں جن میں سے کچھ ہوشیار تھیں اور کچھ سست دولہا کے انتظار میں بیٹھ گئیں ۔ جو سست تھیں ان کا انتظار کی حالت میں ہی تیل ختم ہو گیا ۔ اور جب وہ دوبارہ تیل لینے کیلئے بازار گئیں ۔ تو پیچھے سے دولہا آ گیا ۔ اور وہ اس کے ساتھ شامل ہونے سے محروم رہ گئیں ۔ لیکن جو ہوشیار تھیں اور جنہوں نے تیل اپنے ساتھ رکھا تھا وہ دولہا کو اپنے ساتھ لے کر اس کے قلعہ میں چلی گئیں ۔ اس تمثیل میں حضرت مسیح ناصریؑ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب دوبارہ دنیا میں آؤں گا ۔ تو کچھ قومیں جو ہوشیار ہوں گی وہ مجھے مان لیں گی ۔ لیکن کچھ اپنی غفلت کی وجہ سے مجھے ماننے سے محروم رہ جائیں گی ۔ پس اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رؤیا کی حالت میں میں ان سے کہتا ہوں ۔ کہ میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں ۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جس کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں انتظار کر رہی تھیں ۔ تو کچھ نوجوان عورتیں جو سات یا آٹھ ہیں اور جو کنارۂ سمندر پر بیٹھی ہوئی میری طرف دیکھ رہی تھیں ان الفاظ کے سنتے ہی دوڑتے ہوئے میری طرف آئیں اور انہوں نے میرے اردگرد گھیرا ڈال لیا ۔ اور کہا ہاں ہاں تم سچ کہتے ہو ۔ ہم انیس سو سال سے تمہارا انتظار کر رہی تھیں ۔ اس کے بعد میں پھر ان کو ہدایتیں دے کر کسی اور طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ کیونکہ خواب میں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میرا سفر ختم نہیں ہوا ۔ بلکہ میں اور آگے جاؤں گا ۔ چنانچہ خواب کی حالت میں ہی میں اس شخص سے جس کا نام میں نے عبدالشکور رکھا ہے کہتا ہوں جب میں اس سفر سے واپس آؤں گا تو دیکھوں گا کہ تیری قوم توحید پر قائم ہو چکی ہے ، اسلام کی تعلیم پر کاربند ہو چکی ہے ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر ایمان لا چکی ہے ۔

اس رؤیا نے جس میں کشف اور الہام کا بھی حصہ ہے ۔ مجھ پر واضح کر دیا ۔ کہ وہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام سے شائع فرمائی تھی وہ میرے ذریعہ سے پوری ہو چکی ہے ۔ چنانچہ وہ بات جس کے متعلق میں تیس سال تک خاموش رہا اس کا میں نے دنیا میں اعلان کرنا شروع کر دیا ۔ اس وقت یہاں احمدی بھی موجود ہیں ۔ غیر احمدی بھی موجود ہیں ہندو بھی موجود ہیں سکھ بھی موجود ہیں ۔ میں ان سب سے کہتا ہوں کہ دیکھو خدا سے بڑا کوئی نہیں ۔ خدا کے قہر سے بڑھ کر کسی کا قہر نہیں اور خدا کے

عذاب سے بڑھ کر کسی کا عذاب نہیں ۔ دنیا کی بادشاہتیں اور حکومتیں سب اس کے سامنے ہیچ اور ذلیل ہیں ، اور اس کی جھوٹی قسم کھانا انسان کو عذاب میں گرفتار کر دیتا ہے ۔ میں آج اسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ و تصرف میں میری جان ہے ۔ کہ میں نے جو رؤیا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح آئی ہے ۔ الا ماشاء اللہ ۔ کوئی خفیف سا فرق بیان کرنے میں ہو گیا ہو تو علیحدہ بات ہے ۔ میں خدا کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں نے کشفی حالت میں کہا انا المسیح الموعود مثیلہ و خلیفتہ اور میں نے اس کشف میں خدا کے حکم سے یہ کہا ۔ کہ میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں ۔ پس میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے ۔ جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے ۔ میں یہ نہیں کہتا ۔ کہ میں ہی موعود ہوں ۔ اور کوئی موعود قیامت تک نہیں آئے گا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ بعض اور موعود بھی آئیں گے ۔ اور بعض ایسے موعود بھی ہوں گے جو صدیوں کے بعد پیدا ہوں گے ۔ بلکہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں خود مجھ کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا ۔ اور میں پھر کسی شرک کے زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آؤں گا جس کے معنے یہ ہیں کہ میری روح ایک زمانہ میں کسی اور شخص پر جو میرے جیسی طاقتیں رکھتا ہوگا نازل ہوگی ۔ اور وہ میرے نقش قدم پر چل کر دنیا کی اصلاح کرے گا ۔ پس آنے والے آئیں گے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اپنے اپنے وقت پر آئیں گے ۔

میں جو کچھ کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اسی شہر ہوشیارپور میں سامنے والے مکان میں نازل ہوئی جس کا اعلان آپ نے اسی شہر سے فرمایا ۔ اور جس کے متعلق فرمایا ۔ کہ وہ نو سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا ۔ وہ پیشگوئی میرے ذریعہ سے پوری ہو چکی ہے ۔ اور اب کوئی نہیں جو اس پیشگوئی کا مصداق ہو سکے ۔ یہ پیشگوئی کسی بعد کے زمانہ کے لئے نہیں تھی ۔ بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا اسی زمانہ کے لوگوں کے ایمان کی زیادتی کے لئے یہ پیشگوئی کی گئی تھی ۔ پس ضروری تھا کہ یہ پیشگوئی اسی زمانہ میں پوری ہوتی ۔ جن کے سامنے یہ پیشگوئی شائع کی گئی تھی ۔ ہم میں ابھی سینکڑوں وہ لوگ زندہ موجود ہیں جنہوں نے اپنے سامنے اس اشتہار کو شائع ہوتے دیکھا اور پڑھا ۔ انہوں نے وہ تمام مخالفتیں دیکھیں جو پیشگوئی کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے ہوئیں ۔ اور پھر انہوں نے اس پیشگوئی کی اکثر علامات کو

پورا ہوتے دیکھا۔ پس آج ہم اس جگہ پر اسلئے جمع ہوئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں جسنے ایک گمنام شخص کو ایسے گمنام شخص کو جو گھر میں بھی پہچانا نہیں جاتا تھا دنیا کے کونے کونے تک مشہور کر دیا۔ آپ ایسی گمنامی کی حالت میں رہا کرتے تھے کہ بعض دفعہ جب قادیان کے رشتہ دار آتے تو وہ مسجد میں آپ کو بیٹھا دیکھکر یہ خیال کیا کرتے تھے کہ کوئی ملاّں بیٹھا ہے۔ بعض دفعہ آپ پر ایسی ایسی حالت بھی گذر جاتی کہ خود آپکو فاقہ کرنا پڑتا۔ اور اپنا کھانا کسی مہمان کو کھلا دینا پڑتا۔ چونکہ ہماری جدی جائیداد پر تایا صاحب کا قبضہ تھا اسلئے ہماری تائی صاحبہ بعض دفعہ اس غصہ میں کہ وہ کوئی کام نہیں کرتے انہیں کھانا بھی نہیں بھجواتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایکدفعہ خود سنایا کہ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ جب کوئی میرے پاس مہمان آتا اور میں کھانے کیلئے ان کو کہلا بھیجتا تو وہ کہدیتیں کہ ہمارے پاس مہمان کیلئے کوئی کھانا نہیں۔ اس پر چپ کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا کھانا مہمان کو کھلا دیتے۔ اور خود بھوکے رہتے۔ ایک شخص نے سنایا کہ میں ایک لمبے عرصہ تک آپکے پاس مہمان رہا۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ اپنے لئے جو کھانا آتا وہ مجھے کھلا دیتے اور خود چنے بھنوا کر ان پر گذارہ کرتے۔ آپ اپنے اشعار میں بھی فرماتے ہیں ؎

لفاظات الموائد کان اُکلی

صرت الیوم مطعام الاهالی

اے لوگو تم جانتے ہو کہ ایک وقت مجھ پر ایسا گذرا ہے جب دستر خوان کے ٹکڑے اور بچی ہوئی روٹی مجھے کھانے کیلئے دی جاتی تھی لیکن آج وہ دن ہے کہ سینکڑوں خاندان اور قبیلے میرے ذریعہ پرورش پا رہے ہیں۔ پس وہی جس کو دنیا نے رد کیا جس کو ذلیل اور حقیر سمجھا آج اس کی آواز پر لاکھوں انسان اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ دنیا میں کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی آج ایسا نہیں مل سکتا جسکے ساتھ اسقدر لوگ عقیدت اور اخلاص رکھنے والے ہوں اور جسکے نام پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے لوگ تیار ہوں۔ قومیں بیشک وطنیت کے ماتحت آج قربانی کر رہی ہیں مگر دنیا کے پردہ پر کوئی فرد ایسا نہیں جسکے نام پر اتنے آدمی اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے تیار ہوں جتنے آدمی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ حالانکہ یہ وہی شخص تھا جو ایک طویلہ میں چالیس دن تک چلہ کشی کرتا رہا۔ اور جس کو سوائے چند لوگوں کے دنیا میں کوئی شخص نہیں جانتا تھا۔ پھر خدا نے اس کو بڑھایا اور دنیا میں اسکے نام کو پھیلایا۔ جب دنیا اس کا انکار کر رہی تھی۔ جب دنیا اس کی مخالفت کر رہی تھی۔ جب دنیا اس کو مٹانے کے لئے اپنا سارا زور صرف کر رہی تھی اُس وقت خدا نے اس کو

مخاطب کیا اور فرمایا "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔" سو دیکھ لو خدا نے زور آور حملوں سے اس کی سچائی دنیا پر ظاہر کی یا نہیں۔ آج لاکھوں آدمی ایسے ہیں جو اس انسان پر ایمان لاتے ہیں۔ صرف ہندوستان میں ہی نہیں بیرونی ملکوں میں بھی اور آج پنجاب اور ہندوستان میں جماعت کو ایسی طاقت حاصل ہے۔ اور اسقدر اعلیٰ طور پر وہ منظم ہے کہ اور کوئی جماعت اپنی طاقت اور اپنی تنظیم میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اتنی تعداد چھوٹی ہونے کے باوجود اس سے سوگنا بڑی جماعت بھی دنیا میں کوئی ایسی نہیں جو وہ قربانیاں کر رہی ہوں جو یہ جماعت دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو ایسے زور آور حملوں کے ساتھ پورا کیا ہے کہ میں نہیں سمجھتا دنیا کا کوئی شخص دیانتداری سے غور کرنے کے بعد یہ کہہ سکے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اُسے تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ خدا کی پیشگوئی ہے اُسی خدا کی جو عالم الغیب ہے جسکے قبضہ و تصرف میں زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ ہے۔ پس یہ ایک بہت بڑا نشان ہے جو خدا نے ظاہر کیا۔ میں اس نشان کو پیش کرتے ہوئے ان لوگوں سے جو اس وقت یہاں جمع ہیں کہتا ہوں کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ لوگ خدا کے اس نشان پر غور کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ لوگ خدا تعالیٰ کے ان زور آور حملوں کو دیکھنے کے بعد اسکے مامور کو قبول کریں تاکہ دنیا میں امن اور آشتی پیدا ہو اور صلح کا دَور دَورہ ہو۔ یاد رکھو جبتک خدا کے بھیجے ہوئے مامور کی راہنمائی کو دنیا قبول نہیں کرتی اس وقت تک اسے کبھی امن حاصل نہیں ہو سکتا۔ چاہے وہ کتنا زور لگا لے اور چاہے کتنا ہی امن کے حصول کیلئے جدوجہد کر لے۔ دنیا کے لئے ایک ہی ذریعہ امن حاصل کرنے کا ہے کہ وہ اس درخت کے سایہ کے نیچے آجائے جو خدا نے لگایا ہے۔ جبتک وہ اس درخت کے سایہ کے نیچے نہیں آتی۔ اس وقت تک اُسے کبھی حقیقی امن اور اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔

میں نے بتایا ہے کہ یہ پیشگوئی صرف ایک پیشگوئی نہیں بلکہ اس میں اتنی کثیر خبریں جمع ہیں کہ کسی انسان کی طاقت میں نہیں تھا کہ وہ ایسی خبریں دے سکتا۔ دنیا میں کون کہہ سکتا ہے کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ وہ نو سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ وہ زندہ رہے گا۔ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ وہ رحمت اور فضل کا نشان ہوگا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اسیر اس سے رستگار ہوں گے۔ اور دین اسلام کا شرف اسکے ذریعہ ظاہر ہوگا۔ یہ تمام امور ایک ایک کرکے اس بات کی شہادت پیش کر رہے ہیں کہ یہ پیشگوئی خدا کی طرف سے تھی۔ پھر اسی قدر نہیں۔ اس پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ۔ اور بھی بہت سی باتیں بتائی گئی تھیں ۔ چنانچہ وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پیشگوئی میں بتائی گئی ہیں وہ یہ ہیں :۔

اوّل (۱) یہ بتایا گیا تھا کہ وہ لڑکا خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہوگا ۔ یعنی وہ زندہ رکھا جائے گا ۔ تاکہ اسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام پورا ہو ۔

دوسرے (۲) وہ رحمت کا نشان ہوگا یعنی اسکے ظہور سے احمدیت کی ترقی ہوگی اور مخالفین اسلام کے حملوں سے نجات حاصل ہوگی ۔

تیسرے (۳) وہ قربت کا نشان ہوگا یعنی کچھ لوگ اس جماعت میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کو گرانے اور جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کریں گے ۔ ان کے حملوں کا وہ دفاع کریگا ۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحیح مقام اور درجہ لوگوں پر ظاہر کر دے گا ۔

چوتھے (۴) وہ فضل کا نشان ہوگا ۔ یعنی سلسلہ کی ترقی اس کے ساتھ وابستہ ہوگی ۔

پانچویں (۵) وہ احسان کا نشان ہوگا یعنی مقاصد کی تکمیل اس کے ذریعہ سے ہوگی ۔

چھٹے (۶) وہ فتح کی کلید ہوگا ۔

ساتویں (۷) وہ ظفر کی کلید ہوگا ۔

آٹھویں (۸) وہ صاحب شکوہ ہوگا ۔

نویں (۹) وہ صاحب عظمت ہوگا ۔

دسویں (۱۰) وہ صاحب دولت ہوگا ۔

گیارھویں (۱۱) وہ اپنے مسیحی نفس کر لوگوں کو بیماریوں سے شفا دے گا ۔

بارھویں (۱۲) وہ روح الحق کی برکت اپنے ساتھ رکھتا ہوگا ۔

تیرھویں (۱۳) وہ کلمۃ اللہ ہوگا ۔

چودھویں (۱۴) وہ کلمہ تمجید سے بھیجا جائیگا ۔

پندرھویں (۱۵) وہ سخت ذہین ہوگا ۔

سولھویں (۱۶) وہ سخت فہیم ہوگا ۔

سترھویں (۱۷) وہ دل کا حلیم ہوگا ۔

اٹھارھویں (۱۸) وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائیگا ۔

انیسویں (۱۹) وہ علوم باطنی کر پُر کیا جائیگا ۔

بیسویں (۲۰) وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا ۔

اکیسویں (۲۱) دوشنبہ سے اسکا خاص تعلق ہوگا ۔

بائیسویں (۲۲) فرزند دلبند ہوگا ۔

تئیسویں (۲۳) گرامی ارجمند ہوگا ۔

چوبیسویں (۲۴) مظہر الاوّل ہوگا ۔

پچیسویں (۲۵) مظہر الاخر ہوگا ۔

چھبیسویں (۲۶) مظہر الحق ہوگا ۔

ستائیسویں (۲۷) مظہر العلا ہوگا ۔

اٹھائیسویں (۲۸) وہ ایسا ہوگا جیسے خدا نے اس زمانہ میں آسمان سے نزول کیا ۔

انتیسویں (۲۹) اسکا نزول بہت مبارک ہوگا ۔

تیسویں (۳۰) اسکا نزول جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا ۔

اکتیسویں (۳۱) وہ نور ہوگا ۔

بتیسویں (۳۲) وہ رضائے الٰہی کے عطر سے ممسوح ہوگا ۔

تینتیسویں (۳۳) اُس میں خدا اپنی روح ڈالے گا یعنی کلام الٰہی اس پر نازل ہوگا ۔

چونتیسویں (۳۴) خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا ۔

پینتیسویں (۳۵) وہ جلد جلد بڑھے گا ۔

چھتیسویں (۳۶) وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا ۔

سینتیسویں (۳۷) وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا ۔

اڑتیسویں (۳۸) قومیں اسسے برکت پائیں گی ۔

انتالیسویں (۳۹) اس کا نفسی نقطہ آسمان ہوگا ۔

چالیسویں (۴۰) وہ دیر سے ظاہر ہوگا ۔

اکتالیسویں (۴۱) وہ دُور سے آئے گا ۔

بیالیسویں (۴۲) وہ فخر رسل ہوگا ۔

تینتالیسویں (۴۳) اس کی ظاہری برکتیں تمام جہان پر پھیلیں گی ۔

چوالیسویں (۴۴) اس کی باطنی برکتیں تمام جہان پر پھیلیں گی ۔

پینتالیسویں (۴۵) یوسف کی طرح اس کے بھائی اس کی مخالفت کریں گے ۔ جیسے میں نے بتایا ہے کہ قوم کے لیڈر میرے مخالف ہوگئے ۔

چھیالیسویں (۴۶) اس کی کئی شادیاں ہونگی چنانچہ اس وقت تک میں چھ شادیاں کرچکا ہوں دو بیویاں فوت ہوچکی ہیں اور چار موجود ہیں ۔

سینتالیسویں (۴۷) وہ عالم کباب ہوگا یعنی اسکے زمانہ میں بڑی بڑی جنگیں ہونگی ۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم بھی میرے زمانہ خلافت میں ہوئی اور اب دوسری جنگ بھی میرے زمانہ میں ہی ہو رہی ہے ۔

اڑتالیسویں (۴۸) وہ بشیر الدولہ ہوگا یعنی جس حکومت میں وہ ہوگا خدا اس حکومت کی فتح کی خبر اسے دیگا ۔

انچاسویں (۴۹) وہ محمود ہوگا ۔

پچاسویں (۵۰) وہ ذکی ہوگا ۔

اکاون (۵۱) وہ اولوالعزم ہوگا ۔

باون (۵۲) وہ حضرت عمر کی طرح دوسرا خلیفہ ہوگا ۔

ترپن (۵۳) وہ حسن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہوگا ۔

چون (۵۴) وہ احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہوگا ۔

پچپن (۵۵) وہ کلمۃ العزیز ہوگا ۔

چھپن (۵۶) وہ کلمۃ اللہ خان ہوگا ۔

ستاون (۵۷) وہ ناصر الدین یعنی دین کی مدد کرنیوالا ہوگا ۔

اٹھاون (۵۸) وہ فاتح الدین ہوگا ۔

یہ وہ اٹھاون تمام پیشگوئیاں ہیں جن کا الہامات میں ذکر آتا ہے ان پر تفصیلی بحث تو بعد میں کسی رسالہ میں کی جائے گی اور بتایا جائیگا کہ ان میں سے کتنی پیشگوئیاں پوری ہوچکی ہیں اور کتنی ابھی پوری ہونے والی ہیں ۔ لیکن ایک سرسری نظر ان الہامات پر ڈال کر آپ لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ باتیں کس عظمت کیساتھ پوری ہوئیں ۔ جس زمانہ میں میں خلیفہ ہوا ہوں لوگ کہا کرتے تھے کہ ایک بچہ جماعت کا خلیفہ ہوگیا ہے ۔ اب یہ

جماعت ضرور تباہ ہو جائے گی۔ مگر دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہی جماعت جو ایک بچہ کے سپرد کی گئی تھی آج اس سے کئی گنا زیادہ ہے جب وہ میرے سپرد کی گئی تھی۔ آج جماعت احمدیہ اس وقت سے بیسیوں گنے زیادہ ممالک میں پھیل چکی ہے۔ آج جماعت کی عزت میں اس وقت سے بیسیوں گنا زیادہ اضافہ ہو چکا ہے۔ آج جماعت کے خزانہ میں اس وقت سے بیسیوں نہیں سینکڑوں گنا زیادہ روپیہ ہے۔ پھر وہ شخص جس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ جاہل ہے۔ علوم سے نابلد ہے۔ خدا نے اس کو اپنے پاس سے علم دیا۔ چنانچہ میرے ذریعہ سے مسائل اسلامیہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم جمع کر دیئے ہیں کہ آج دشمن سے دشمن بھی اُن کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ اسلام کی تشریح اس سے بہتر ناممکن ہے۔ کچھ عرصہ ہوا فورمن کرسچین کالج کے پروفیسر مسٹر لوکس جو امریکہ کے رہنے والے تھے قادیان میں مجھ سے ملنے کیلئے آئے بعد میں انہوں نے سیلون میں ایک تقریر کی جس میں کہا عیسائی اپنی حماقت سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا آئندہ مصر سے مقابلہ ہوگا۔ کبھی وہ خیال کرتے ہیں اگر مصر نہیں تو کسی اور اسلامی ملک سے ہمارا مقابلہ ہوگا۔ یہ بالکل غلط ہے میں ابھی ایک چھوٹے سے گاؤں سے ہو کر واپس آ رہا ہوں وہاں ریل بھی نہیں جاتی مگر وہاں رہ کر میں نے جو کچھ دیکھا ہے اُس کو دیکھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آئندہ یہ فیصلہ کہ دنیا کا مذہب اسلام ہو یا عیسائیت یہاں اور کسی جگہ نہیں ہوگا۔ صرف قادیان میں ہوگا۔ اور دنیا کے پردہ پر اور کسی جگہ یہ لڑائی نہیں لڑی جائے گی۔ یہ لڑائی اگر لڑی گئی تو قادیان میں ہی لڑی جائے گی۔ مصر یا شام یا فلسطین میں نہیں لڑی جائے گی۔ یہ ایک عیسائی کی رائے ہے جو اسلام کا شدید ترین دشمن تھا۔ وہ پادری تھا اور اس کا کام لوگوں کو عیسائی بنانا تھا۔ مگر وہ پادری قادیان کو ایک دفعہ دیکھنے کے بعد اس رائے کا اظہار کرنے پر مجبور ہوا کہ اگر عیسائیت اور اسلام کی جنگ ہوئی تو اس کا فیصلہ قادیان میں ہوگا اور کسی جگہ نہیں ہوگا۔

یہ وہ نشان ہیں جن کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اور ان نشانات کو پورا ہوتے دیکھ کر انسان یقین کر سکتا ہے کہ باقی نشانات بھی ایک دن پورے ہو کر رہیں گے۔ میں نے بتایا ہے کہ اس پیشگوئی کے اکثر حصے پورے ہو چکے ہیں صرف تھوڑی سی باتیں ہیں جن کے لئے ابھی کچھ اور انتظار کرنا پڑے گا۔

بہرحال یہ ایک ایسا عظیم الشان نشان ہے جس کو دیکھتے ہوئے مومنوں کے دل اس یقین اور ایمان سے بھر جاتے ہیں کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ میں جماعت کے احباب کو خصوصیت کے ساتھ اس موقعہ پر توجہ دلاتا ہوں کہ اس نشان کے بعد آپ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ جس شخص کے ہاتھ پر آپ لوگوں نے بیعت کی ہے اس کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ خدا کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرے۔ پس آپ لوگوں پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عاید ہو گئی ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ اس وقت تک آرام کا سانس نہ لیں جب تک

خدا کی بادشاہت اسی طرح زمین پر نہیں آ جاتی جس طرح وہ آسمان پر ہے اور جو لوگ ابھی ہماری جماعت میں شامل نہیں ہیں ان سے کہتا ہوں کہ کب تک انتظار کرتے چلے جاؤ گے جو آنے والا تھا آ گیا۔ اب اس کے بعد کوئی نہیں جو تمہاری امیدوں کے مطابق آسمان سے اترے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ چاہے قیامت تک تم ناک رگڑتے رہو تمہارا مسیح آسمان سے نہیں اتر سکتا جس نے آنا تھا وہ آ چکا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جس مثیل اور نظیر نے آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا میں آنا تھا وہ آ چکا۔ اب چاہے قیامت تک انتظار کرتے رہو اور کوئی شخص اس پیشگوئی کا مصداق پیدا نہیں ہو سکتا۔

پس ہماری جماعت کو اس مقام پر جمع ہو کر اپنی ذمہ داری کو سمجھنا چاہیئے۔ یہ مکان جو سامنے دکھائی دے رہا ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چالیس روز تک چلہ کشی کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔ اس زمانہ میں شہر کے ایک کنارہ پر ہوا کرتا تھا۔ مگر اب شہر کی آبادی میں ترقی ہو چکی ہے اور اس کے ارد گرد بھی کئی عمارتیں بن گئی ہیں۔ یہاں خدا نے ایک عظیم الشان نشان کی بشارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا فرمائی جس کو اٹھاون سال کے بعد ہماری جماعت نے پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ یہ ایک نشان ہے اور بہت بڑا نشان اگر ہماری جماعت اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ یہ نشان خدا نے ظاہر فرمایا ہے تو جماعت کو اس امر کا بھی یقین کر لینا چاہیئے کہ اب دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہونیوالی ہے۔ یا تو شیطان کی طرف سے اسلام پر کوئی شدید حملہ ہونیوالا ہے جس کے دفاع کیلئے ہر شخص کو اپنی جان اور اپنا مال قربان کر دینا پڑیگا۔ اور پھر اسلام کی طرف سے عنقریب غیر اسلامی دُنیا پر کوئی ایسا شدید حملہ ہونیوالا ہے جس میں ہر شخص کو اپنی جان اور اپنا مال قربان کر دینا پڑے گا۔ دونوں صورتیں ایسی ہیں جن میں قربانی کرنی پڑے گی۔ دونوں صورتیں ایسی ہیں جن میں اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو ایک حقیر چیز کی طرح خدا کی راہ میں پیش کرنا پڑے گا۔

پس ہر احمدی جو آج اس مجمع میں موجود ہے اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اب دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہو کر رہنے والی ہے یا تو کفر کا اسلام پر کوئی نیا حملہ ہونے والا ہے اور یا پھر اسلام کا کفر کے قلعہ پر حملہ ہونے والا ہے۔ بیشک آپ لوگوں نے پہلے بھی قربانیاں کی ہیں مگر آئندہ آنے والی قربانیوں کے مقابلہ میں وہ قربانیاں بالکل ہیچ ہو جائیں گی اور وہی شخص اس امتحان میں کامیاب ہوگا جو اپنی جان اپنے مال اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی قربانی کرنے میں ایک لحظہ کیلئے بھی ہچکچاہٹ سے کام نہیں لے گا۔ وہ ابراہیمؑ کی طرح آگے بڑھے گا اور جس طرح ابراہیمؑ نے خدا کے حکم کے ماتحت

اپنے اکلوتے بچے کے گلے پر چھری رکھدی تھی اسی طرح وہ اپنی ہر خواہش، اپنی ہر عزت اپنی ہر دولت اور اپنے ہر آرام پر چھری پھیر کر لبیک کہتا ہوا اللہ تعالیٰ کی آواز کی طرف دوڑیگا اس کی روح آستانہ الٰہی پر گر جائے گی۔ اس کا دل ایمان سے پُر ہوگا۔ اور وہ اپنی ہر چیز کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے لئے قربان کر دے گا۔ اس کی آنکھوں میں سوائے خدا کے اور کسی کا جلوہ نظر نہیں آئے گا۔ اسکے دل پر سوائے خدا کے اور کسی کی حکومت نہیں ہوگی اور اسکے کانوں میں سوائے اسکے مامور اور مرسل کی آواز کے اور کسی کی آواز نہیں آئے گی۔ وہ ایک فرض شناس سپاہی کی طرح کفر کے مقابلہ کے لئے نکلے گا۔ اور اس وقت تک واپس نہیں آئیگا جبتک کفر کو مٹا نہیں لیتا یا اس جدوجہد میں اپنے آپکو ہلاک نہیں کر دیتا۔

پس میں نے آج وہ ذمہ داری جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر عاید کی گئی تھی ادا کر دی۔ میں نے جماعت پر بھی حجت کر دی اور میں نے ہوشیار پور کے بسنے والوں کو بتا دیا کہ خدا نے اس مقام کو ایک بہت بڑی عزت بخشی ہے۔ اس مقام سے اس نشان کا اعلان ہوا جسے خدا نے رحمت کا نشان قرار دیا ہے جسے فضل اور احسان کا نشان قرار دیا۔ پس اپنے وعدہ کے مطابق خدا اس نشان کو لوگوں کے لئے رحمت اور فضل کا ہی موجب رکھے گا۔ جبتک وہ اسکی رحمت اور فضل کے نشان کو رد کر کے "عالم کباب" ہونے والے نشان کا مطالبہ نہ کریں۔ مگر یہ سب کچھ آپ لوگوں کے اختیار میں ہے۔ آپکے اختیار میں ہے کہ اگر چاہیں تو اسکی رحمت اور فضل کے نشان کو اپنی ذات میں دیکھیں۔ اور اگر چاہیں تو اسکے عالم کباب ہونے والے نشان کا اپنی ذات میں مشاہدہ کریں۔ خدا تعالیٰ کے مامور جو دنیا کی ہدایت کے لئے آیا کرتے ہیں ان کے ایک ہاتھ میں تریاق کا پیالہ ہوتا ہے اور ان کے دوسرے ہاتھ میں زہر کا پیالہ ہوتا ہے اور لوگوں کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو زہر کا پیالہ پی لیں اور اگر چاہیں تو تریاق کا پیالہ پی لیں۔ پس اپنے عمل سے آپ لوگوں نے رحمت کا نشان دیکھنا ہے اور اپنے عمل سے آپ لوگوں نے اسکے عالم کباب ہونے والے نشان کا مشاہدہ کرنا ہے۔ خدا کے پاس دونوں چیزیں موجود ہیں۔ اسکے پاس موت بھی ہے اور اسکے پاس حیات بھی ہے مگر کیسا بدبخت ہے وہ انسان جو حی و قیوم خدا سے موت مانگنے کے لئے تو تیار ہو جاتا ہے مگر زندگی مانگنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو نبیوں سے کہا کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسا نشان دکھاؤ جسکے نتیجہ میں اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہلاک ہو جائیں۔ ان بدبختوں کو کبھی خیال نہیں آتا کہ وہ ہلاکت اور بربادی کا نشان طلب کرنے کی بجائے ہدایت اور رحمت کا نشان کیوں طلب نہیں کرتے۔ حالانکہ رحمت بھی اسکے نشانوں میں سے ایک نشان ہے جس طرح ہلاکت اسکے

نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ پس اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان نشان رحمت سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے نشانات اسے دکھاتا رہیگا۔ اور اگر وہ ہلاکت اور بربادی کا نشان دیکھنا چاہے تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ جس خدا کے پاس حیات ہے اس خدا کے پاس ہلاکت بھی ہے۔ جب آسمان پر دنیا کی ہلاکت اور بربادی کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے تو نہ بادشاہ اس ہلاکت کو روک سکتے ہیں نہ پارلیمنٹیں اس ہلاکت کو روک سکتی ہیں۔ نہ تنظیمیں اس ہلاکت سے بچ سکتی ہیں نہ جمعیتیں اس ہلاکت سے محفوظ رہ سکتی ہیں جب آسمان سے عذاب نازل ہوتا ہے اس وقت بڑے سے بڑے بادشاہ اس عذاب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی حکومت اور کوئی سلطنت اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو عذاب سے محفوظ نہیں رکھ سکتی لیکن جب رحمت کا نشان نازل ہوتا ہے تو اس وقت معمولی معمولی کاموں کے حیرت انگیز نشان ظاہر ہوتے ہیں اور برکات اور انوار کا دریا ہر طرف موجیں مارتا دکھائی دیتا ہے۔

غرض آج میں نے اپنے فرض کو ادا کر دیا اور میں نے سب لوگوں کو بتا دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیشگوئی جو آپ نے اپنے ایک لڑکے کے متعلق فرمائی تھی اور جس میں بتایا تھا کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا میرے ذریعہ سے پوری ہو چکی ہے۔ اور میں ہی آپ کا وہ موعود بیٹا ہوں جس کا اس اشتہار میں ذکر کیا گیا تھا جو آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو شائع کیا۔

میں اس پیشگوئی پر زیادہ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالنا چاہتا تھا مگر چونکہ اب وقت نہیں اسلئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ اب مختلف ملکوں کے نمائندے باری باری تقریریں کرینگے اور بتائیں گے کہ اس پیشگوئی کے مطابق دنیا کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام میرے ذریعہ سے اور میرے بھیجے ہوئے آدمیوں کے ذریعہ سے ہی پہنچا ہے۔" (الفضل ۱۹ فروری ۱۹۵۶ء)

(مبلغین سلسلہ جب اس امر پر روشنی ڈال چکے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان الفاظ میں نازل ہوا تھا کہ

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا"

سلسلہ موعود کے ذریعہ بڑی شان اور عظمت کے ساتھ پورا ہو چکا ہے تو اسکے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی [illegible] دوبارہ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے)

حضور نے فرمایا:-

"اس وقت مختلف ممالک کے مبلغین نے آپ لوگوں کو بتایا ہے کہ کس طرح دنیا کے کناروں تک

اپنے اکلوتے بچے کے گلے پر چھری رکھ دی تھی اسی طرح وہ اپنی ہر خواہش ، اپنی ہر عزت اپنی ہر دولت اور اپنے ہر آرام پر چھری پھیر کر لبیک کہتا ہوا اللہ تعالیٰ کی آواز کی طرف دوڑیگا اس کی روح آستانہ الٰہی پر گر جائے گی ۔ اس کا دل ایمان سے پُر ہوگا ۔ اور وہ اپنی ہر چیز کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے لئے قربان کر دے گا ۔ اس کی آنکھوں میں سوائے خدا کے اور کسی کا جلوہ نظر نہیں آئے گا ۔ اسکے دل پر سوائے خدا کے اور کسی کی حکومت نہیں ہوگی اور اسکے کانوں میں سوائے اسکے مامور اور مرسل کی آواز کے اور کسی کی آواز نہیں آئے گی ۔ وہ ایک فرض شناس سپاہی کی طرح کفر کے مقابلہ کے لئے نکلے گا ۔ اور اس وقت تک واپس نہیں لوٹیگا جبتک کفر کو مٹا نہیں لیتا یا اس جدوجہد میں اپنے آپکو ہلاک نہیں کر دیتا ۔

پس میں نے آج وہ ذمہ داری جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر عائد کی گئی تھی ادا کر دی ۔ میں نے جماعت پر بھی حجت کر دی اور میں نے ہوشیار ہونے والوں کو بتا دیا کہ خدا نے اس مقام کو ایک بہت بڑی عزت بخشی ہے ۔ اس مقام سے اس نشان کا اعلان ہوا جسے خدا نے رحمت کا نشان قرار دیا ہے جسے فضل اور احسان کا نشان قرار دیا ۔ پس اپنے وعدہ کے مطابق خدا اس نشان کو لوگوں کے لئے رحمت اور فضل کا ہی موجب رکھے گا ۔ جبتک وہ اس کی رحمت اور فضل کے نشان کو رد کر کے "عالم کباب" ہونے والے نشان کا مطالبہ نہ کریں ۔ مگر یہ سب کچھ آپ لوگوں کے اختیار میں ہے ۔ آپکے اختیار میں ہے کہ اگر چاہیں تو اسکی رحمت اور فضل کے نشان کو اپنی ذات میں دیکھیں ۔ اور اگر چاہیں تو اسکے عالم کباب ہونے والے نشان کا اپنی ذات میں مشاہدہ کریں ۔ خدا تعالیٰ کے مامور جو دنیا کی ہدایت کے لئے آیا کرتے ہیں ان کے ایک ہاتھ میں تریاق کا پیالہ ہوتا ہے اور ان کے دوسرے ہاتھ میں زہر کا پیالہ ہوتا ہے اور لوگوں کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو زہر کا پیالہ پی لیں اور اگر چاہیں تو تریاق کا پیالہ پی لیں ۔ پس اپنے عمل سے آپ لوگوں نے رحمت کا نشان دیکھنا ہے اور اپنے عمل سے آپ لوگوں نے اسکے عالم کباب ہونے والے نشان کا مشاہدہ کرنا ہے ۔ خدا کے پاس دونوں چیزیں موجود ہیں ۔ اسکے پاس موت بھی ہے اور اسکے پاس حیات بھی ہے مگر کیسا بدبخت ہے وہ انسان جو حی و قیوم خدا سے موت مانگنے کے لئے تو تیار ہو جاتا ہے مگر زندگی مانگنے کیلئے تیار نہیں ہوتا ۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو نبیوں سے کہا کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسا نشان دکھاؤ جسکے نتیجہ میں اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہلاک ہو جائیں ۔ ان بدبختوں کو کبھی خیال نہیں آتا کہ وہ ہلاکت اور بربادی کا نشان طلب کرنے کی بجائے ہدایت اور رحمت کا نشان کیوں طلب نہیں کرتے ۔ حالانکہ رحمت بھی اسکے نشانوں میں سے ایک نشان ہے جس طرح ہلاکت اسکے

نشانوں میں سے ایک نشان ہے ۔ پس اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان نشان رحمت سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے نشانات اسے دکھائے گا ۔ اور اگر وہ ہلاکت اور بربادی کا نشان دیکھنا چاہے تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ جس خدا کے پاس حیات ہے اس خدا کے پاس ہلاکت بھی ہے ۔ جب آسمان پر دنیا کی ہلاکت اور بربادی کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے تو نہ بادشاہ اس ہلاکت کو روک سکتے ہیں نہ پارلیمنٹیں اس ہلاکت کو روک سکتی ہیں ۔ نہ تنظیمیں اس ہلاکت سے بچ سکتی ہیں نہ جمعیتیں اس ہلاکت سے محفوظ رہ سکتی ہیں جب آسمان سے عذاب نازل ہوتا ہے اس وقت بڑے سے بڑے بادشاہ اس عذاب کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ اور کوئی حکومت اور کوئی سلطنت اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو عذاب سے محفوظ نہیں رکھ سکتی لیکن جب رحمت کا نشان نازل ہوتا ہے تو اس وقت معمولی معمولی کاموں کے حیرت انگیز نشان ظاہر ہوتے ہیں اور برکات اور انوار کا دریا ہر طرف موجیں مارتا دکھائی دیتا ہے ۔

غرض آج میں نے اپنے فرض کو ادا کر دیا اور میں نے سب لوگوں کو بتا دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیشگوئی جو آپ نے اپنے ایک لڑکے کے متعلق فرمائی تھی اور جس میں بتایا گیا تھا کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا میرے ذریعہ سے پوری ہو چکی ہے ۔ اور میں ہی آپ کا وہ موعود بیٹا ہوں جس کا اس اشتہار میں ذکر کیا گیا تھا جو آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو شائع کیا ۔

میں اس پیشگوئی پر زیادہ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالنا چاہتا تھا مگر چونکہ اب وقت نہیں اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں ۔ اب مختلف ملکوں کے نمائندے باری باری تقریریں کریں گے اور بتائیں گے کہ اس پیشگوئی کے مطابق دنیا کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام میرے ذریعہ سے اور میرے بھیجے ہوئے آدمیوں کے ذریعہ سے ہی پہنچا ہے ۔" (الفضل ۱۹ فروری ۱۹۵۶ء)

(مبلغین سلسلہ جب اس امر پر روشنی ڈال چکے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان الفاظ میں نازل ہوا تھا کہ

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا ۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا "

سیدنا محمود کے ذریعہ بڑی شان اور عظمت کے ساتھ پورا ہو چکا ہے تو اسکے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی [illegible] دوبارہ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے)

حضور نے فرمایا :۔

"اس وقت مختلف ممالک کے مبلغین نے آپ لوگوں کو بتایا ہے کہ کس طرح دنیا کے کناروں تک

میرے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور احمدیت کا نام پہنچایا۔ مغرب کے انتہائی کناروں یعنی شمالی امریکہ وغیرہ سے لے کر مشرق کے انتہائی کناروں یعنی چین اور جاپان وغیرہ تک اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کا نام اور اس کی تعلیم پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی طرح ایشیا اور یورپ کے مختلف علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے میرے بھیجے ہوئے مبلغین کے ذریعہ لوگوں کو اسلام اور احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" اور ساتھ ہی آپ کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ میرا ایک لڑکا ہوگا جو زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ سب یہی معنے یہ سمجھے کہ وہ بھی پیشگوئی جو زمین کے کناروں تک تبلیغ پہنچنے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ وہ میرے اس لڑکے کے ذریعہ پوری ہوگی جس نے زمین کے کناروں تک شہرت حاصل کرنی ہے۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ کونسا ہاتھ تھا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کا فیصلہ کیا۔ وہ کونسا ہاتھ تھا جس نے اس تبلیغ کو اس وقت تک دنیا کے کناروں تک پہنچنے سے روکے رکھا جب تک وہ لڑکا ظاہر نہ ہو گیا۔ اور پھر وہ کونسا ہاتھ تھا جس نے میرے مبلغوں کے ذریعہ جاپان سے لے کر شمالی امریکہ تک تمام دنیا میں اس سلسلہ کو پھیلانا شروع کر دیا۔ بلکہ ہر ملک کے افراد کو اس میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ ان میں ہزاروں ایسے لوگ ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ مگر اب وہ آپ پر درود اور سلام بھیجتے اور صبح شام آپ کے مدارج کی بلندی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ ہزاروں ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے نام تک سے ناآشنا تھے مگر خدا تعالیٰ میرے ذریعہ سے اُن لوگوں کو اپنے آستانہ پر لے آیا۔ صرف خدا کا ہی ہاتھ تھا جس نے تمام روکوں کو دُور کیا اور صرف خدا کا ہی ہاتھ تھا جس نے اپنے کلام کو پورا کرنے کے لئے زمین کے کناروں تک اسلام اور احمدیت کا نام میرے ذریعہ سے پہنچایا۔ پس یہ پیشگوئی جس مقام سے کی گئی تھی اُسی مقام کے سامنے کھڑے ہو کر یہ اعلان آپ لوگوں کے سامنے کر دیا گیا ہے تاکہ آپ لوگ گواہ رہیں کہ خدا کی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔

ان تقاریر کے دوران میں بعض ایسے ممالک کا بھی ذکر کیا گیا ہے جہاں احمدیوں کو خاص طور پر تکلیفیں دی گئی ہیں چنانچہ بعض ممالک میں ہمارے مبلغ سنگسار کئے گئے اور بعض ممالک میں حکومتوں نے اُن کو ملک بدر کر دیا مگر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس جس ملک کی حکومت نے

ہمارے مبلغین کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا خدا نے اُن حکومتوں کو سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑا۔ وہ بڑے بڑے ممالک جن میں ہمارے مبلغین کے ساتھ سختی کی گئی، افغانستان، روس، پولینڈ اور البانیہ ہیں۔ یہ وہ ممالک ہیں جہاں خصوصیت سے احمدیوں کو تکالیف پہنچائی گئیں اور حکومتوں نے یا تو ہمارے آدمیوں کو مار ڈالا یا ان کو اپنے ملک سے نکال دیا۔

پس میں ان لوگوں کو جو ابھی جماعت میں شامل نہیں توجہ دلاتا ہوں کہ مغرب کے کناروں سے مشرق کے انتہائی کناروں تک ہم اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ آپ بھی اس سلسلہ کی حقیقت پر غور کریں اور خدا تعالیٰ کے اُن نشانات سے فائدہ اٹھائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکے ہیں اور اگر آپ لوگ ابھی اس سلسلہ کی صداقت پر غور نہیں کر سکتے تو کم سے کم خدا تعالیٰ کا اتنا خوف اپنے دل میں ضرور پیدا کریں کہ جب اس جماعت کے افراد اسلام کی تبلیغ کیلئے نکلیں تو اس وقت انکی مخالفت کرنے سے احتراز کریں اور سمجھ لیں کہ یہ وار ان پر نہیں بلکہ خدا کے دین پر ہوگا اور اس کا نقصان افراد کو نہیں بلکہ مذہب اور اسلام کو ہوگا۔ اسی طرح میں ان لوگوں سے بھی جو ابھی اسلام کی صداقت کے قائل نہیں۔ کہتا ہوں کہ ہم مبلغ ہیں تبلیغ ہمارا کام ہے اور یہ کام ہم نے ہمیشہ کرنا ہے خواہ کوئی ہندو ہو سکھ ہو عیسائی ہو ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے تبلیغ کریں اور اسلام کی تعلیم اس کے کانوں تک پہنچائیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تبلیغ کرنا صرف ہمارا حق ہو اُن کا بھی حق ہے کہ وہ ہمیں تبلیغ کریں۔ ہمیں اس پر کوئی گلہ نہیں ہو سکتا لیکن اس کے مقابلہ میں یہ بھی ضرور چاہئے کہ وہ ہماری تبلیغ پر چڑیں نہیں۔ ہم مجبور ہیں کہ ہم نرمی اور پیار اور محبت سے ان کو تبلیغ کریں اور جب ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ لوگ اس دین کو اختیار کریں تو پھر چاہے لوگ ہمیں مار دیں پیٹیں گالیاں دیں ہم مجبور ہیں کہ ان کو اسلام کی تبلیغ کرتے چلے جائیں۔ کسی کا بچہ کنوئیں میں گر رہا ہو تو دوسرا شخص اسے دیکھ کر چپ نہیں رہ سکتا۔ کسی جگہ آگ لگ رہی ہو تو کوئی شخص اُس آگ کو دیکھ کر آرام سے بیٹھ نہیں سکتا۔ پھر جبکہ ہم کو بھی اُن سے ویسی ہی محبت ہے جیسے ایک باپ کو اپنے بیٹوں سے ہوتی ہے یا بھائی کو اپنے بھائی سے ہوتی ہے اور جب کہ ہم سمجھتے ہیں کہ جو لوگ اسلام میں داخل نہیں وہ ایک آگ میں گرے ہوئے ہیں تو پھر ہم پورا زور لگائیں گے کہ وہ اس آگ سے بچ جائیں خواہ اس جدوجہد میں ہماری اپنی جانیں بھی کیوں نہ چلی جائیں۔ پس تبلیغ کیلئے کوشش کرنا ہمارا فرض ہے اور ہم اپنے اس فرض کو ہمیشہ ادا کرتے رہیں گے۔ لیکن آپ لوگ مت سمجھیں کہ آپ خدا کی تقدیر کو پورا ہونے سے روک سکتے ہیں خدا کی تقدیر ایک دن پوری ہو کر رہے گی اور یہ سلسلہ تمام زمین پر پھیل جائیگا۔ کوئی نہیں جو اس سلسلہ کو پھیلنے سے روک سکے۔ میں آسمان کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں۔ میں زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں

میں ہوشیار پور کی ایک ایک اینٹ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ اگر لوگوں کے دل سخت ہوں گے تو فرشتے اُن کو اپنے ہاتھ سے ملیں گے یہاں تک کہ وہ نرم ہو جائیں گے اور اُن کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ میرا اپنا واقعہ ہے جب میں دمشق میں گیا تو عبدالقادر مغربی جو اس علاقہ کی اسلامی تحریکات کی مجلس کے صدر تھے مجھ سے ملنے کیلئے آئے اور باتوں باتوں میں کہنے لگے ہندوستانی لوگ جاہل ہیں وہ اسلام اور قرآن سے ناواقف ہیں اور ان کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھا کر آپ نے اُن لوگوں میں اپنے سلسلہ کو پھیلا لیا۔ عرب لوگ قرآن کی بولی جانتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اسلام اور قرآن کیا کہتا ہے۔ اسلئے یہاں عقائد کا ہرگز نام نہ لیں ورنہ یاد رکھیں کہ ایک عرب بھی آپکے سلسلہ کو قبول نہیں کر سکتا۔ میں نے اُن سے کہا آپ کہتے ہیں کہ ہندوستانی لوگ چونکہ جاہل ہیں اسلئے اُن میں ہمارا سلسلہ پھیل گیا عرب کا کوئی آدمی ہمارے سلسلہ کو قبول نہیں کر سکتا۔ میں یہاں سے جاتے ہی اپنا مشن بھیجونگا اور اس وقت تک اس علاقہ کو نہیں چھوڑوں گا جبتک عربوں میں سے کئی لوگوں کو احمدی نہ بنا لوں۔ چنانچہ میں نے آتے ہی اپنے مبلغین کو اس علاقہ میں بھجوا دیا۔ اور اب بڑے بڑے ڈاکٹر، بیرسٹر اور تعلیمیافتہ اشخاص ہمارے سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں اور ہزاروں روپیہ وہ اسلام اور احمدیت کیلئے خرچ کر رہے ہیں۔ پس یہ ہو نہیں سکتا کہ دنیا انکار کرے اور انکار کرتی چلی جائے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جسے خدا نے بھیجا ہے اس پر لوگ ایمان نہ لائیں مگر مبارک ہیں وہ جو اب ایمان لاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو خدا کی آواز کو سنتے اور اس پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں کیونکہ جو شخص خدا کے مامور کی آواز کو سنتا ہے وہ درحقیقت خدا کی آواز کو سنتا ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کے مامور کی آواز کو رد کرتا ہے وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی آواز کو رد کرتا ہے۔ پس بڑی ہی بدقسمتی ہوگی اگر لوگ ایمان نہ لائیں اور خدا کے اس مامور کو قبول نہ کریں جو خدا نے انکی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

اسکے بعد حضور اس کمرہ میں تشریف لے گئے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۶ء میں چلہ کشی فرمائی تھی اور قبلہ رُو دو زانو بیٹھکر اسلام کی ترقی اور اُس کی شان و شوکت کے لئے پُردرد دُعا فرمائی۔ [1]



[1] الفضل ۱۹ فروری ۱۹۴۴ء

جلسہ ہائے مصلح موعود لاہور، لدھیانہ، دہلی میں
حضرت مصلح موعودؓ کے پُرشوکت اعلانات

(نوٹ: جلسہ ہوشیارپور کے بعد ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء کو لاہور میں۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۴ء کو لدھیانہ میں۔ اور ۱۶ اپریل ۱۹۴۴ء کو دہلی میں عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے۔ جن میں حضرت مصلح موعودؓ نے مصلح موعود کے ظہور کے بارہ میں تقاریر فرمائیں۔ جلسہ ہوشیارپور کی طرح ان جلسوں میں بھی حضورؓ کی پہلی تقریر کے بعد مبلغین سلسلہ نے تقاریر کیں اور اسکے بعد حضور نے اختتامی خطاب فرمایا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ان تقاریر کے بعض اقتباسات ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔) (ادارہ)

(۱)

جلسہ لاہور میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے خدائے واحد و قہار کی قسم کھا کر نہایت پُرشوکت الفاظ میں اعلان عام فرمایا:—

"آج میں اس جلسہ میں اس واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اسکے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔" [1]

(۲)

جماعت احمدیہ کی عظیم الشان قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:—

"خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں

[1] الفضل مصلح موعود نمبر ۱۸ فروری ۱۹۵۹ء

پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپکو گرادیں۔ میں انہیں جلتے ہوئے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے تنوروں میں کود کر دکھادیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی، اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوجاتی تو میں اس وقت تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہوجانے کا حکم دیتا اور وہ سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مرجاتا۔ خدا نے ہمیں اسلام کی تائید کے لئے کھڑا کیا ہے۔ خدا نے ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرنے کیلئے کھڑا کیا ہے" [1]

(۳)

آپؓ نے اپنی اختتامی تقریر میں فرمایا:-

"اے اہل لاہور! میں تم کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ میں تمہیں اس ازلی ابدی خدا کی طرف بلاتا ہوں جس نے تم سب کو پیدا کیا تم مت سمجھو کہ اس وقت میں بول رہا ہوں اس وقت میں نہیں بول رہا بلکہ خدا میری زبان سے بول رہا ہے۔ میرے سامنے دین اسلام کے خلاف جو شخص بھی اپنی آواز بلند کرے گا اس کی آواز کو دبا دیا جائے گا۔ جو شخص میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا وہ ذلیل کیا جائیگا وہ رسوا کیا جائیگا وہ تباہ و برباد کیا جائیگا۔ مگر خدا بڑی عزت کے ساتھ میرے ذریعہ اسلام کی ترقی اور اس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد قائم کر دیگا۔ میں ایک انسان ہوں میں آج بھی مرسکتا ہوں اور کل بھی مرسکتا ہوں لیکن یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں اس مقصد میں ناکام رہوں جس کے لئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے ...... اگر دنیا کسی وقت دیکھ لے کہ اسلام مغلوب ہوگیا۔ اگر دنیا کسی وقت دیکھ لے کہ میرے ماننے والوں پر میرے انکار کرنے والے غالب آگئے تو بیشک تم سمجھ لو کہ میں ایک مفتری تھا۔ لیکن اگر یہ خبر سچی نکلی تو تم خود سوچ لو۔ تمہارا کیا انجام ہوگا۔ کہ تم نے خدا کی آواز میری زبان سے سنی اور پھر بھی اسے قبول نہ کیا" [2]

(۴)

جلسہ لدھیانہ کے موقع پر اہل لدھیانہ نے سخت مخالفت کی جلسہ کو رکوانے کے لئے مظاہرے کئے گئے۔ نیز جلسہ کو درہم برہم کرنے اور ناکام کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ اس موقعہ پر حضور نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"اس وقت اس جلسہ میں لدھیانہ کے لوگ غالباً بہت کم ہوں گے۔ زیادہ تر بیرونی لوگ ہیں لیکن اگر یہاں ایک بھی لدھیانہ کا شخص ہے تو میں اسکے ذریعہ اہل لدھیانہ کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ اے لدھیانہ

[1] :- الفضل مصلح موعود نمبر ۱۸ رفروری ۱۹۵۵ء

[2] :- الفضل مصلح موعود نمبر ۱۸ رفروری ۱۹۵۵ء

کے لوگو! تم نے میری مخالفت کی اور میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ تم نے میری موت کی خواہش کی مگر میں تمہاری زندگی کا خواہاں ہوں کیونکہ میرے سامنے میرے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ہے آپ جب طائف میں تبلیغ کے لئے گئے تو شہر کے لوگوں نے آپ کو پتھر مارے۔ اور لہولہان کرکے شہر سے نکال دیا۔ آپ زخمی ہو کر واپس آرہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ آپکے پاس آیا اور اس نے کہا اگر آپ فرمائیں تو اس شہر کو الٹا کر رکھ دوں مگر میرے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میرے ماں باپ میری جان، میرے جسم اور میری روح کا ذرہ ذرہ آپ پر قربان ہو۔ فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ لوگ ناواقف تھے، نادان تھے، اسلئے انہوں نے مجھے تکلیف دی۔ اگر یہ لوگ تباہ کر دئے گئے تو ایمان کون لائے گا؟

سو اے اہل لدھیانہ! انہوں نے میری موت کی تمنا کی میں تمہارے لئے زندگی کا پیغام لایا ہوں۔ ابدی زندگی اور دائمی زندگی کا پیغام۔ ایسی ابدی زندگی کا پیغام جس کے بعد فنا نہیں اور کوئی موت نہیں۔ میں تمہارے لئے خدا کی رضا کا پیغام لایا ہوں جسے حاصل کرنے کے بعد انسان کیلئے کوئی دکھ نہیں رہتا اور مجھے یقین ہے کہ آج کی مخالفت کل دلوں کو ضرور کھولے گی۔ اور دنیا دیکھے گی کہ یہ شہر انشاءاللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کے نور سے منور ہوگا اور میرے کام میں میرا ممد و معاون بنے گا۔ میں خدا تعالیٰ سے یہی دعا کرتا ہوں اور اسکے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ ضرور ایسا ہوکر رہے گا" [1]

(۵)

پھر فرمایا:-

"آج میں اہل لدھیانہ کو خبر دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر پاکر قدرت اور فضل اور رحمت کے جس نشان کی خبر دی تھی وہ ظاہر ہوچکا ہے۔ جن لوگوں کے کان میں یہ آواز پہنچے وہ ان لوگوں تک اسے پہنچادیں جو نہیں سن سکے اور میں لدھیانہ والوں کو یہ پیغام دیکر بری الذمہ ہوتا ہوں اور ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ انکار کرکے نقصان نہ اٹھائیں۔ یہ عظیم الشان پیشگوئی غیر معمولی حالات میں پوری ہوچکی ہے جیسے پہلے تو اللہ نے آپ کو عمر اور غلبہ عطا کیا پھر جیسا کہ نعمت اللہ صاحب ولی کی پیشگوئی میں چار یا پانچ سو سال قبل بتایا گیا تھا کہ

پسرش یادگارے بینم

اور جیسا کہ پہلے انبیاء کی پیشگوئیوں میں بھی بتایا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپکو اولاد دی اور پھر ایسا بیٹا عطا کیا جو ان پیشگوئیوں کا مصداق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نشانوں کے ساتھ کھڑا کیا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کس رنگ میں اور کس طریق سے اپنے کام کو پورا کریگا لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ کام ہوکر رہیگا۔

[1] :- الفضل ۱۸ رفروری ۱۹۵۹ء

میرے ذریعہ یا مجھ سے دین سیکھنے والے کسی اور کے ذریعہ، اور جہاں آج دنیا میں ہر طرف محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے والے موجود ہیں وہاں گھر گھر سے درود کی آوازیں آئیں گی اور خدا تعالےٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔" ۱؎

(۶)

حضورؓ کی پہلی تقریر کے بعد محترم جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے اکنافِ عالم میں اشاعتِ اسلام کے آنکھوں دیکھے ایمان افروز حالات سنائے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا:۔

"اب میں لدھیانہ کے لوگوں اور ان لوگوں کو بھی جو باہر سے آئے ہوئے ہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ آسمان کی آواز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بلند کی ہے اسے بند کرنا آسان نہیں...... جب ہم اسلام کو سچا سمجھتے ہیں تو پھر ہم یہ بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ سچائی کو دنیا میں پھیلائیں۔ ہمارے مخالف اگر ایمان نہ بھی لائیں تو بھی اُن کو چاہیئے کہ ہماری خیرخواہی کے قائل ہوں اور اس بات کو مانیں کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اُن کی ہمدردی کے لئے کہتے ہیں۔ اور کہتے چلے جائیں گے۔ چاہے وہ ہم کو کتنے دُکھ کیوں نہ دیں کتنی تکالیف کیوں نہ پہنچائیں خواہ وہ ہمیں آروں سے چیر دیں خواہ شیروں کے آگے ڈالیں۔ پتھروں سے سنگسار کریں۔ پہاڑوں سے گرا کر ہلاک کریں، سمندر میں پھینک دیں۔ ہم خدا کا نام لے کر کھڑے ہوئے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے۔ جب تک ہماری جان میں جان ہے ہم یہ آواز بلند کرتے چلے جائیں گے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ تعلیم ضرور پھیل کر رہے گی۔ اور زبردست سے زبردست قومیں بھی ہمارے رستہ میں اگر کھڑی ہوں گی تو وہ ناکام ہوں گی۔ اور یہ پیغام بند نہ ہوگا پس بہتری اسی میں ہے کہ ہماری آواز کو سنو۔ اپنی عاقبت کی بہتری کے لئے سنو اور اس آواز کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند ہو رہی ہے غور سے سنو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔" ۲؎

(۷)

جلسہ دہلی کے موقع پر ہزاروں افراد فساد اور خون خرابہ کی نیت سے جلسہ گاہ پر حملہ آور ہوئے اور ایک مرتبہ مستورات کے جلسہ گاہ کی طرف بھی رُخ کیا اور جلسہ گاہ میں پر شدید سنگباری کی گئی جس کے نتیجہ میں کئی احمدی نوجوان شدید زخمی ہو گئے اس موقعہ پر حضورؓ نے احباب جماعت کو نہایت صبر و سکون کے ساتھ جلسہ کی کارروائی سننے کی تلقین فرمائی۔ البتہ جب مستورات کی طرف سنگباری شروع کی گئی تو حضورؓ نے ایک سو خدام کو ان کی حفاظت کے لئے بھجوایا۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا:۔

"یہ لوگ جو شور مچا رہے ہیں اور گالیاں دے رہے ہیں یہ بھی میری صداقت کی ایک دلیل پیش کر رہے ہیں بھلا جھوٹ سے بھی کوئی ڈرتا ہے اور جھوٹ غالب آسکتا ہے؟ لوگ ڈرتے اُسی سے ہیں جس کے متعلق سمجھتے ہیں کہ

۱؎ ۲؎ :۔ الفضل ۱۸ر فروری ۱۹۵۹ء

حقیقی طاقت اس کے پاس ہے۔ اور وہ غالب آجائے گا۔ ہم وہ باتیں سننے کے لئے تیار ہیں جو یہ لوگ تہذیب اور شرافت سے سنائیں۔ یہ ہماری باتیں سننے سے لوگوں کو روکتے ہیں مگر میں ان مولویوں سے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے ہاں قادیان میں آئیں اور ہمیں اپنی باتیں تہذیب کو مدّ نظر رکھتے ہوئے سنائیں ہم ان کی باتیں سننے سے لوگوں کو منع نہیں کریں گے بلکہ انہیں جمع کر دیں گے اور ان سب علماء کا خرچ بھی دیں گے۔" ۱؎

(۸)

اسی موقع پر سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہٗ نے دنیائے اسلام کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

"حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی جس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر میں اس وقت کرنا چاہتا ہوں اور جو مصلح موعود کے متعلق ہے اس میں ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا۔ اور یہ ایسی واضح علامت ہے کہ اسے بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ میں، جسے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے تمام علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ میرے مقابلہ میں قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر لکھیں اور جتنے لوگوں سے اور جتنی تفسیروں سے چاہیں مدد لے لیں مگر خدا کے فضل سے پھر بھی مجھے فتح حاصل ہوگی۔" ۲؎

نیز فرمایا:۔

"میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ بیشک ہزار عالم بیٹھ جائیں اور قرآن مجید کے کسی حصّہ کی تفسیر میں میرا مقابلہ کریں مگر دُنیا تسلیم کرے گی کہ میری تفسیر ہی حقائق و معارف اور روحانیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔"

پھر آپؓ نے جماعت احمدیہ کے ذریعہ غلبہ اسلام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:۔

"میں خدا سے خبر پا کر اعلان کرتا ہوں کہ وہ پیشگوئی جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں فرمایا تھا پوری ہو گئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے رؤیا میں مجھے اطلاع دی کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق میں ہی ہوں۔ میں اس خدا کے واحد و لاشریک لہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ یہ رؤیا جس کا ذکر میں نے کیا ہے خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے میں نے خود نہیں بنایا۔ اگر میں اس بیان میں سچا ہوں اور آسمان و زمین کا خدا شاہد ہے کہ میں سچا ہوں تو یاد رکھنا چاہیئے کہ آخر ایک دن میرے اور میرے شاگردوں کے ذریعہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ساری دنیا پڑھے گی اور ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا پر اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ شان کے ساتھ اسلام کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ جیسا کہ پہلی صدیوں میں ہوئی تھی۔" ۳؎



۱؎ ۲؎ :۔ الفضل ۲۳ر اپریل ۱۹۴۴ء

۳؎ :۔ رسالہ الفرقان قادیان اپریل ۱۹۴۴ء

اختر اورینوی (ایم۔اے۔ڈی لٹ)
صدر شعبہ اُردو پٹنہ یونیورسٹی (بہار)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک صاحبِ نثر و فکر مصنّف کی حیثیت سے

چونکہ سیدنا حضرت مرزا محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصنیفی کارنامے اُردو زبان میں ہیں ملٰہذا میں تاریخ اردو کو پس منظر میں رکھتے ہوئے اپنی معروضات پیش کروں گا۔ تنقید ادب میں غیر جانبداری ضروری اور قیمتی طرزِ عمل ہے۔ ہر چند کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ میرے آقا و پیشوا، رہنما و کرم فرما ہیں تاہم میں تعیین اقدار و معیار کے متعلق صاف اور سچی باتیں پیش کرنے کی ایماندارانہ کوشش کروں گا۔ انشاء اللہ

اُردو زبان و ادب ایسے تہذیبی اظہارات ہیں جن کی وسعت اس برصغیر کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے عالمی تحریک کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ اس تہذیبی توانائی کی توسیع میں جماعت احمدیہ اسلامیہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ اُردو زبان صوفیوں کی گود میں پلی ہے اور اسکی پروان چڑھنے کے دَور میں مختلف مذہبی، تعلیمی اور سیاسی تحریکوں نے اسے ترقی دی ہے۔ در اصل تہذیبی تحریکیں اپنے واسطۂ اظہار کو آگے بڑھاتی ہیں اور ہونہار واسطے تحریکات کی کامیاب توسیع و اشاعت کا موجب ہوتے ہیں۔ جماعت احمدیہ اسلامیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے زبانِ اُردو کو اپنی عظیم الشان تحریک احیاء اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ آپ نے تقریر و تحریر میں اسی ہندوستانی زبان کو استعمال فرمایا۔ براہین احمدیہ کی عظیم المرتبت جلدوں کی تصنیف سے لیکر تا آخرین کتاب پیغامِ صلح اور رسالہ الوصیت کی تصنیف تک ایک مواج دریائے تصنیف و تالیف رواں نظر آتا ہے۔ آپ کی شخصیت ایک حشر خیز شخصیت تھی۔ دوست و دشمن نے اس امر کا اقرار کیا ہے۔ آپ ایک مذہبی تحریک احیاء کے پیغمبر تھے اور اُردو زبان آپ کے روحانی معجزات کا آئینہ بنی۔ قادیان (پنجاب) نہ صرف اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا مرکز بنا بلکہ وہ اُردو تصنیف و تالیف، تحقیق و تنقید، اشاعت صحافت کا ایک اہم مصدر بن گیا۔ تفسیر قرآن اور اسلامی علم کلام کے لحاظ سے قادیان ایک بے مثل عالمی مرکز بن گیا۔ دین و دانش، علم فلسفہ اور علم کلام (فلسفہ و الہٰیات)، اخلاقیات و روحانیات، تقابلی دینیات، تاریخ، سیاسیات، اقتصادیات، علم الحدیث، عمرانیات وغیرہ پر اہل قلم حضرات نے بکثرت کتابیں اُردو میں لکھیں۔ ان سب کا منبع و مخرج قادیان تھا۔

جس طرح تحریک ولی اللّٰہی نے اُردو کے لئے آبِ بقا کا کام کیا ہے اُسی طرح تحریکِ احمدی نے اُردو کو آبِ حیات بخشا۔ نمایاں فرق آخر الذکر کی وسعت اور اہمیت کا ہے۔ افسوس ہے کہ اب تک تاریخ اُردو زبان و ادب کے محققین نے ان دونوں میں سے کسی کا حق ادا نہیں کیا۔ اور تحریکِ احمدیہ کی لسانی اور ادبی خدمات کے سلسلہ میں تو خطرناک تعصب سے کام لیا گیا ہے۔ با ایں ہمہ حقیقت کا چھپانا ناممکن ہے۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام سُلطان القلم تھے اور آپ کے فرزند ارجمند بہر جہت حسن و احسان میں آپ کے نظیر تھے۔ حضرت مرزا محمود احمد بھی اُردو کے صاحبِ فکر و طرز مصنف تھے اور آپ کی شخصیت و انفرادیت بھی مسلّم ہے۔ فکر و بصیرت کے ساتھ ساتھ فطرت نے آپ کو ذوقِ سلیم اور لطافت و نفاست کی دولت بھی عطا کی ہے۔ آپ کی تصنیفوں میں منطق و استدلال، وجدان و عرفان اور حسنِ بیان کی پُر تاثیر ترکیب ملتی ہے۔ اور دل و دیدہ کو مسرور کرتی ہے۔

حضرت مرزا محمود احمدؓ کی مصنفات کا دائرہ نہایت وسیع اور حیرت آفریں ہے۔ آپ نے اخلاقیات و روحانیات کے مختلف پہلوؤں پر بصیرت افروز کتابیں لکھیں اور آپ ہی کے عقدہ کشا قلم نے عمرانیات، سیاسیات اور اقتصادیات کے پیچیدہ مسائل کی گرہیں بھی کھولی ہیں۔ آپ شاعر اور ادیب بھی تھے اور مترجم و مفسرِ قرآن بھی۔ نیز آپ اعلیٰ درجہ کے مقرر اور خطیب تھے۔ آپ کی تقریریں اور خطبات بھی منظم و مرتب کتابوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

حضرت مرزا محمود احمدؓ کو لڑکپن سے ہی مطالعہ کتب کا شوق تھا۔ دینی کتابوں کے ساتھ ساتھ آپ کثرت سے اُردو کی ادبی و علمی کتابیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ اُردو ناولوں، افسانوں، انشائیوں، نظموں، غزلوں، اور دوسری اصنافِ سخن کا مطالعہ بھی آپ نے فرمایا۔ اُردو کی کتابوں کے علاوہ آپ انگریزی زبان میں شائع ہونے والی اعلیٰ درجہ کی علمی اور سائنسی کتب کا مطالعہ بھی فرماتے رہے۔ آپ کے علمی تبحر کا کچھ تجربہ مجھے بھی ہے۔ اگر ایک طرف منازلِ سلوک کے راز داں تھے تو دوسری جانب آپ معاشی و عمرانیات سے بھی باخبر ہیں۔ آپ نے علم زراعت اور ثمر کاری پر بھی معیاری کتابیں پڑھیں۔ اور اقتصادیات و سیاسیات پر بھی۔ آپ تنظیم جماعت، اجتماعی و انفرادی نفسیات، فلسفۂ قیادت اور تربیت جماعت کے ماہر تھے۔ دینیات کے مختلف شعبوں کا مطالعہ آپ نے اجتہادی رنگ میں فرمایا۔ آپ کی نکتہ رسی البصیرت اور عرفان کی ضیا افشانیوں کا یہ عالم تھا کہ آپ کی مصنفات و تحقیقات کا قاری نہ صرف دھڑکنے لگتا ہے بلکہ خود اُس کی ذہنی بینائی اور فکری بصیرت بڑھ جاتی ہے اور اُس کا ذہن و دماغ نکتہ رس و معنی آفریں بن جاتا ہے۔

میں ۱۹۴۲ء کے اکتوبر میں قادیان گیا۔ اُن دنوں قومی تحریک کے تحت جمشید پور کے کارخانۂ آہن میں بڑی ملک گیر اسٹرائک ہوئی تھی میں نے آپ سے تذکرہ کیا کہ غالباً یہ ہندوستانی فیکٹریوں کی سب سے بڑی اور طویل

اسٹرائیک تھی۔ آپ وقارِعمل کی قیادت سے واپس ہوتے ہوئے گول کمرے کے پہلو سے مسجد مبارک کی سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے۔ فرمایا۔ نہیں بمبئی، احمد آباد اور پونا کے کپڑے کے کارخانوں میں اس سے طویل تر اسٹرائیک ہو چکی ہے۔ میں ایک روحانی پیشوا کی اس واقفیت سے ششدر رہ گیا۔ میں اُن دنوں اشتراکیت و اشتمالیت کا گہرا مطالعہ کر رہا تھا۔ اور میرے ذہن میں اسلام کے معاشی نظام کے متعلق الجھنیں پیدا ہونے لگی تھیں۔ میں مختلف فرقوں کے مسلمان علماء سے تبادلۂ خیالات کر کے ناآسودہ لوٹ چکا تھا۔ احمدی علمائے اسلام بھی قادیان میں اسلام اور اشتمالیت کے تقابلی مطالعہ کے باب میں میری تسلی نہیں کر سکتے تھے میں نے حضرت مرزا محمود خلیفۃ المسیح کا دروازہ ڈرتے ڈرتے کھٹکھٹایا۔ حضور نے بندہ نوازی فرمائی اور آدھ گھنٹے کی گفتگو سے میرے ذہن کے تاریک گوشے روشن ہو گئے اور دل کی بند کھڑکیاں کھل گئیں۔ میری بصیرت اُس وقت اور بڑھ گئی جب اس تاریخی ملاقات کے بعد حضور کی دو معرکۃ الآراء کتابیں "نظام نو" اور "اسلام کا اقتصادی نظام" شائع ہوئیں۔

مجھے اسلامی موضوعات بالخصوص سیرت پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر و تحریر کی سعادت گاہ بگاہ نصیب ہوتی رہی ہے۔ اس سلسلہ میں جب بھی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تصنیفوں سے کسب نور کیا۔ میرے دیدہ و دل منور ہو گئے۔ اور بخدا مجھے نئے نئے نکتے اور تازہ معانی کی دولت حاصل ہوئی اور میرے دماغ میں ایسی توانائی پیدا ہوئی کہ وہ خود نکتہ رس اور معنی آفریں بن گیا۔ میرے دین و دانش کی پرورش و تربیت میں حضرت مرزا محمود احمد رضی اللہ عنہ کی مصنفات کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ میں اپنے عزیز نوجوانوں کو کہتا رہتا ہوں کہ اگر تم دنیاوی علوم میں بھی آگے بڑھنا چاہتے ہو اور ذہن و دماغ کا کلچر چاہتے ہو تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی کتابیں پڑھا کرو۔ روح و جان کی ربوبیت کے ساتھ ساتھ ذہن و دماغ کی پرورش کے لئے یہ تصنیفیں سرچشمۂ فیض ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی کتابیں بحر بیکراں ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی کتابیں علوم کی نہریں ہیں۔ شاخ در شاخ۔ شعبہ در شعبہ، مربوط، منظم سہل، رواں۔ ان کا مصدر و منبع وہی دریائے فیض ہے۔ مسیح محمدی کے اناجیل عصر، اور یہ انجیلیں اوقیانوس قرآن سے فیضیاب و شاداب ہیں۔ اللّٰھم صل علی محمد و علیٰ آل محمد۔ آمین! اللّٰھم آمین!

اس مختصر مقالہ میں حضرت مرزا محمود احمد رضی اللہ عنہ کی مصنفانہ حیثیت کا سرسری جائزہ بھی نہیں لیا جا سکتا یہ تو محض ایک تعارف ہے۔ اس موضوع پر ایک تحقیقی و تنقیدی کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ آپ کے موضوعات تصنیف کی گوناگونی اور تنوع تو اس امر کا متقاضی ہے کہ آپ کے ہر شعبۂ تصنیف و تحقیق پر ایک مبصرانہ کتاب لکھی جائے۔ انشاء اللہ آپ کی کتب مستقبل کے عظیم الشان علوم اسلامی کی بنیادیں بنیں گی، ہر نہر سے ایک دجلۂ برکت کثرت رواں ہو گا اور محمدی چشمۂ کوثر کی پہنائی عالمگیر ہو جائے گی۔

میں حضرت مرزا محمود احمد رضی اللہ عنہ کی مصنفات کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کرتا ہوں اس سلسلہ میں

ایک حقیقت واضح ہے کہ آپ کی تصنیفوں کی ہمہ گیر فضا اسلامی ہے۔ اسلام اور مسلم مسائل نے آپ کو آمادۂ تصنیف کیا ہے۔ میں سب سے پہلے اُن تصنیفوں کا تذکرہ کروں گا جو تاریخی، سیاسی، عمرانی یا اقتصادی ہیں۔ مثلاً "اسلام میں اختلافات کا آغاز"۔ "ترک موالات اور احکام اسلام"۔ "نہرو رپورٹ پر تبصرہ"۔ "ہندوستان کا دستور اساسی"۔ "وفاقی نظام"۔ "نظام نو"۔ "اسلام کا اقتصادی نظام"۔ "ملکیت زمین"۔ فی الحال ان سب کتابوں پر علیحدہ علیحدہ تبصرہ کرنے کا موقعہ نہیں۔ میں صرف ان کی مشترک خصوصیات کا ذکر کروں گا۔ موضوعات و مسائل پر عالمانہ نظر، مدلل طرز بیان، سچائی، صفائی، روانی، اخلاص، متانت، قوت و استحکام، ذہانت، تضاد یا الجھاو سے پاکی، دُور بینی، ہمدردی، صلح جوئی، انسانیت دوستی اور عدواتہ سی ان تصنیفوں کی اقدار مشترک ہیں مسلم زنوں کے درمیان امن کی تلاش اور تاریخ اسلام کے بنیادی مسائل کی حقیقت پسندانہ اور صلح جویانہ تعبیریں ہمیں "اسلام میں اختلافات کا آغاز" میں ملتی ہیں۔ "ترک موالات اور احکام اسلام"، "نہرو رپورٹ پر تبصرہ" اور ہندوستان کا دستور اساسی، سیاسی بصیرت کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کے لئے گہری دردمندی اور ہندو مسلم اتحاد کے جذبۂ صادق کی آئینہ دار ہیں۔ کاش خود غرض اور طاقتور دُنیادار کبر کثرت اور حرص دولت میں عقل سلیم اور انسانیت کو طلاق نہ دے بیٹھتے۔

نظام نو اور اسلام کا اقتصادی نظام ایک سلسلہ کی دو اہم کڑیاں ہیں۔ تیسری کڑی ملکیت زمین ہے۔ ان کتابوں کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہو گا کہ یہ بیک وقت سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام اور اشتمالی نظام معاشیات پر تنقید کرتے ہوئے اسلامی اقتصادیات کی وضاحت کرتی ہیں اور اسلام کے نظام دین و دُنیا کی ہمہ جہتی تصویر پیش کرتی ہیں۔ یہ مصنفات اسلامی اقتصاد کے عہد نامہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں متین مگر توانا استدلال، تاریخ اور علم النفس سے واقفیت، عالمی اقتصادیات سے گہری باخبری، قرآنی علوم کا عرفان اور صداقت و برکت اسلام پر ان ایمانی کی جلوہ گری ملتی ہے۔ ان سے ہمارے ذہن کی تشنگی بھی دور ہوتی ہے اور دل کی پیاس بھی۔

حضرت مکرم کی تصنیفوں کا ایک سلسلہ دعوت الامیر، تحفہ شہزادہ ویلز، مسیح موعود کے کارنامے، خلافت اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے مرتب ہوتا ہے۔ دلائل و براہین، خلوص و صداقت، رشد و ہدایت وسعت نظر، تحقیق جدید اور بلندی فکر سے ان مصنفات کی ترکیب ہوتی ہے۔ اسلام اور احیاء اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے متعلق یہ تعمیری کتابیں ہمیشہ معیار اور مینار ہدایت کا کام دیں گی۔

حضرت محمود رضی اللہ عنہ کی تصنیفوں کا ایک اور زریں سلسلہ مندرجہ ذیل تابناک کڑیوں سے بنا ہے۔ ملائکۃ اللہ، ہستی باری تعالیٰ، تقدیر الٰہی۔ انقلاب حقیقی، منہاج الطالبین اور سیر روحانی کی جلدیں۔ یہ کتابیں اخلاقیات، روحانیات اور الٰہیات کے بحار ذخار ہیں۔ ارتقائے عالم و آدم، ذکر و شکر، حقیقت ملائکہ، مسئلہ تقدیر و تدبیر۔ علم الٰہی، جزا و سزا، تربیت نفس و روح۔ تزکیہ قلب، عظمت قرآن، حکمت شریعت، اسلامی تصوف، محبت الٰہی اور معراج روحانی کے مسائل کے نظری اور عملی پہلوؤں پر ان کتابوں نے ایسی مجلّٰی و مصفّٰی روشنی ڈالی ہے کہ ذہن و روح کی آنکھوں کے

سامنے حقائق اور علمانیت کا ایک عالم نو جھلک اٹھتا ہے۔ منازل سلوک طے کر کے قربِ الٰہی حاصل کرنے کے وسائل ہمیں ان رہنما کتابوں کے اوراق ضیاء بار میں ملتے ہیں۔ سیر روحانی کی جلدیں عصر نو کی فتوحاتِ مکیہ کے مقام پر ہیں۔ کئی جہتوں سے سیر روحانی شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کی گرانقدر تصنیف سے زیادہ قیمتی کتاب ہے۔ اس کی افادیت اور بصیرت افروزی عصری تقاضوں کو بہتر طور پر پورا کرتی ہے۔

حضرت مرزا محمود احمدؓ کے تصنیفی کارناموں میں گل سر سبد تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر کی تابناک جلدیں ہیں۔ یہ تفسیریں سراج منیر ہیں۔ ان سے قرآن حکیم کی حیات بخش شعاعوں کا انعکاس ہوتا ہے۔ تفسیر قرآنی کی یہ دولت سرمایۂ دنیا اور عقبیٰ کے لئے لاکھوں سلطنتوں اور ہزاروں جنتوں سے افضل ہے۔

علوم قرآنی کے گہرہائے آبدار کانِ معانی و معدنِ عرفان سے نکالے گئے ہیں۔ غواص معارف پر فدا ہونے کو جی چاہتا ہے۔

ان تفسیروں کی خوبیاں بیان کرنے کیلئے ایک دفتر چاہیئے۔ میں اس سلسلے میں ایک واقعہ کا ذکر کئے دیتا ہوں۔ میرے ایک بزرگ نے بعد دیگرے حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی تفسیر کبیر کی چند جلدیں پروفیسر عبد المنان بیدل سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج، پٹنہ۔ حال پرنسپل شبینہ کالج پٹنہ کی خدمت میں پیش کیں۔ وہ ان تفسیروں کو پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ عربیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے شیوخ کو بھی تفسیر کی بعض جلدیں پڑھنے کے لئے دیں اور ایک دن کئی شیوخ کو بلوا کر انہوں نے ان کے خیالات دریافت کئے۔ ایک شیخ نے کہا کہ فارسی تفسیروں میں ایسی تفسیر نہیں ملتی۔ پروفیسر عبد المنان صاحب نے پوچھا کہ عربی تفسیروں کے متعلق کیا خیال ہے۔ شیوخ خاموش رہے۔ کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا چونکہ ہیں ساری عربی تفسیریں ملتی نہیں ہیں۔ مصر و شام کی ساری تفاسیر کے مطالعہ کے بعد ہی صحیح رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے قدیم عربی تفسیروں کا تذکرہ شروع کیا اور فرمایا: مرزا محمود کی تفسیر کبیر کے پایہ کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں بھی مصر و شام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔ عربی و فارسی کے علماء مبہوت ہو گئے۔

میری ناچیز رائے میں تفسیر کبیر مندرجہ ذیل خوبیوں کی حامل ہے۔ ان میں قرآن حکیم کے تسلسل، ربط، تنظیم، ترتیب، تعمیر اور سورتوں کے موضوعات و معانی کی ہم آہنگی کو صاف، روشن و مدلل طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ قرآن مجید صرف ایک سادہ مرقع ہی نہیں بلکہ یہ ایک روحانی قصر الحمراء ہے۔ ایک زندہ تاج محل ہے۔ اس کے عناصر ترکیبی کے حسن کارانہ تنظیم و ضبط، احکام ترا شیدہ، ایجاز بیان، اس کی معجزانہ صنعت گری، اس کی گہرائی، وسیع اور بلند معنی آفرینی اور اس کے غیر مختتم خزینۂ علم و عرفان کا شعور تفسیر کبیر کے مطالعہ سے حاصل ہونے لگتا ہے۔ قرآن حکیم کے اس مقام عظیم کی دریافت دراصل مجدد عصر ظل محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی دریافت ہے۔ انگریز مصنف و ادیب کارلائل نے قرآن مجید کے محاسن کو تسلیم کرنے کے باوجود یہ بات کہہ دی تھی کہ ”قرآن ایک خوبصورت مگر بے ربط بیان ہے۔“

"IT IS A BEAUTIFUL JARGON"

حضرت مرزا محمود نے نہایت لطیف و بلیغ انداز میں اس امر کو درجۂ تحقیق تک پہنچا دیا کہ قرآن مجید ایک کتابِ عظیم ہے اور اس کے ابواب و عناصر، اس کی سورتیں اور آیات گل دمیدہ کی طرح حسن یوسف کی مانند، نظام شمسی کی مثال مربوط، منظم، متناسب، ہم آہنگ اور حسین ہیں۔

تفسیر کبیر کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس میں انسانی تقاضوں، فرد، قوم اور مسئلوں سے وابستہ بکثرت نئے مضامین، نکتے اور تفصیلیں ملتی ہیں اور ہمارے روح و ذہن کی تشنگی بجھاتی ہیں۔ ہر سورۃ، ہر پارہ کی تفسیر میں معارف اور علوم کا دریائے رواں جوش مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کے ذریعہ نئے علوم اور نئے مسائل پر گہری تنقیدیں ملتی ہیں اور اسلامی نظریات کا اتنا تسلی بخش اظہار و بیان ملتا ہے کہ آخر الذکر کی برتری ثابت ہو جاتی ہے۔

تفسیر کبیر میں قصص قرآنی کی عارفانہ تعبیریں اور تفصیلیں ملتی ہیں۔ علم و حکمت، روحانیت و عرفان، نکتہ دانی و دانش کی تجلیاں شکوک و شبہات کے خس و خاشاک کو دور کر کے تفہیم و تسکین کی راہیں صاف و روشن کر دیتی ہیں۔ تاریخ عالم۔ قوموں کے عروج و زوال، اسبابِ زوال، سامان عروج، نفسیاتِ اجتماعی، فرد و جماعت کے روابط اور بندے کے اللہ سے تعلق کی اعلیٰ تحقیق و توضیح ملتی ہے۔

معجزات، پیشگوئیوں، انبیاء و غیر انبیاء کے خوابوں، رموز و استعارات قرآنی، مقطعات کی تحقیق، عقلی ارتقاء اور نئی تعبیروں سے تفسیر کبیر کے اوراق تابناک ہیں۔

اس عظیم تفسیر میں تعلیمات اسلامی کا فلسفہ نہایت عمدہ طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے مذاہب کی تعلیموں اور معروف فلسفوں سے موازنہ و مقابلہ بھی عالمانہ اور منصفانہ رنگ میں کیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی پر شوکت فضیلت سے دل کو طمانیت، راحت و تسکین ملتی ہے اور ذہن کو معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس تفسیر کا انداز نظر عصری اور سائنٹیفک بھی ہے، فلسفیانہ اور عقلی بھی اور وجدانی و عرفانی بھی۔

اس تفسیر اکبر کے عالم علم و عرفان کی تجلیات بیان کرنے کے لئے دفتر در دفتر چاہیئے۔ یہ تفسیر ملتِ اسلامیہ کی بے بہا دولت ہے۔ قرآن حکیم کی اس تفسیر سے امتِ محمدیہ کا مستقبل وابستہ ہے۔

ممکن ہے حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی ادبیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہر چند کہ آپ کے مصنفات علمی ہیں تاہم ان کی ادبیت بھی مسلّم ہے۔ ادب عالم میں بہت سی ایسی شخصیتیں نظر آتی ہیں جنہوں نے علمی موضوعات کے لئے ادبی طرز استعمال کی۔ ان کے موضوع کی اہمیت کے ساتھ ساتھ ان کے اسلوب بیان کا حسن بھی دلکش ہے۔ برگساں فرانس کا بڑا فلسفی تھا۔ اس کی خوبصورت اور پُر اثر نثر جاذب دل و نگاہ ہے۔ اسی طرح میکالے، گبن، چرچل، شبلی اور ابوالکلام وغیرہ کے مضامین و موضوعات تاریخی، علمی یا مذہبی تھے مگر ان کے اسالیب اور حسن اظہار نے ان اہل قلم حضرات کی ادبیت تسلیم کروا لی۔

حضرت مرزا محمودؓ کی پُر قوت حسین و اثر خیز نثر اُردو ادب میں ہمیشہ یاد کی جائے گی۔ ابھی تک اہلِ ادب نے آپ کی انشاء کے حُسن و توانائی کی طرف پوری توجہ نہیں کی ہے۔ مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کا کوئی مضمون رسالہ شہکار لاہور میں چھپا تھا۔ صاحب مضمون کے متعلق کچھ پردگی تھی۔ مولانا تاجور نجیب آبادی نے اداریہ میں لکھا۔

؎ بہ ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

حضور کا ایک علمی مقالہ "علم اللسنہ" رسالہ نیرنگ خیال لاہور میں شائع ہوا۔ اس مقالہ نے علمی و ادبی دُنیا کو زور سے چونکا دیا تھا۔ لیکن ابھی تک حضرت مرزا محمودؓ کی ادبی حیثیت متعین نہیں کی گئی۔ میں آپ کے بلند ادبی مقام پر تھوڑی روشنی ڈالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام سلطان القلم اور اُن کے عظیم الشان خلفاء کی ادبی حیثیت پر تحقیق کا کام ہمارے علمی و ادبی اداروں میں ہونا چاہیئے۔ میں کئی سال سے کوشاں ہوں کہ کسی صاحب نظر نوجوان کو اس کام پر لگاؤں اور اُسے خوش توفیق سے پی۔ ایچ۔ ڈی ڈگری کیلئے مقالہ لکھواؤں۔ اللہ تعالیٰ میری اس خواہش کو پورا کر دے! اللّٰھم آمین۔

ادبیت بغیر ذوقِ جمال کے جلوہ آرا نہیں ہو سکتی۔ حضرت مرزا محمود کو اللہ تعالیٰ نے ذوقِ جمال نمایاں طور پر عطا کیا تھا۔ آپ لطیف الخیال اور دردمند دل رکھنے والے شاعر بھی تھے۔ کلام محمود کی صوفیانہ غزلیں اور نظمیں حُسن و تاثیر کا نمونہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے برلاس اور تیموری مغلوں کو ذوقِ حُسن بکثرت بخشا تھا۔ مغل عمارات اور باغات اس برصغیر کے چپہ چپہ میں مغل ذوق کی حسین یادگاریں ہیں۔ حضرت مرزا محمودؓ کو بھی یہ ذوق ورثہ میں ملا تھا۔ آپ کو تعمیر، باغ کاری اور چمن اندازی کا بڑا شوق و ذوق تھا۔ اور ان فنکاریوں کا جبلّی ملکہ آپ کو حاصل تھا۔ قادیان کی مقدس سرزمین اس کی گواہی دے رہی ہے۔

سلطان القلم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا شاعرانہ اور ادبی ذوق بھی حضرت مرزا محمود کو وراثت میں ملا۔ اور حضرت اُم المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی طرف سے اُردو کے صاحب طرز و تجربہ شاعر خواجہ میر درد دہلوی کی شعریت و صوفیت بھی آپ کو ملی۔ زندگی اور فن میں وراثت و ماحول کی بڑی اہمیت ہے۔ لیکن تخلیقی صلاحیت کا بڑا حصہ انفرادی ودیعت ہے۔ ؎

ہر کہ بخشند خدائے بخشندہ

حضرت مرزا محمود کی صورت، گفتگو، رہائش اور لباس میں بھی حُسن کا جلوہ یا جمال کی کوئی ادا نمایاں ہوتی تھی۔ آپ کا قیافہ جمالیاتی تھا۔ حضور کو عطریات کا نفیس شوق تھا۔ اور آپ عطر سازی کا ملکہ بھی رکھتے تھے۔ حضور کی روحانی شخصیت نے بھی آپ کے شعری و نثری کلام کی تاثیر میں اضافہ کیا۔ آپ کی شخصیت آپ کے فن میں تاباں ہے۔

کلام محمود کی دربا شاعری اپنی سادگی اور درد و گداز، سلاست، فصاحت اور نظری دُپُر تاثیر اندازِ اظہار کی

وجہ سے نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کا فکری، صوفی اور پیامی پہلو اسے اور گرانقدر بناتا ہے۔ بعض نظمیں اور غزلیں تو دل و روح کو وجد و حال کے عجیب عالم میں لے آتی ہیں۔ مثلاً:-

میں تمہیں جانے نہ دوں گا، میں تمہیں جانے نہ دوں گا
کیا محبت جائے گی یوں
کیا پڑا روؤں گا میں خوں
یاد کر کے چشم مے گوں
میں تمہیں جانے نہ دوں گا، میں تمہیں جانے نہ دوں گا

اور

نوجوانانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے

حضرت مرزا محمودؓ کی شاعرانہ حیثیت ایک علیحدہ مقالہ کی متقاضی ہے۔ میں نے یہاں اس کا اسلئے ذکر کیا تاکہ آپ کے ذوقِ جمال اور سرمایۂ وجدان کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ اسی ذوق و شوق نے ان کی حُسن کاری نے آپ کی نثری تصنیفوں کو بھی متاثر کیا ہے۔

حضرت مرزا محمودؓ کی طرز نگارش کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ موضوعِ سخن کے مطابق ہے۔ علمی مضامین کے لئے سنجیدہ، متین، مدلل، سلیس اور رواں اسلوبِ بیاں پُر تاثیر و حُسن آفریں ہوتا۔ آپ کے اسلوب میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں، عام فہم فصیح اور پُر وقار طرزِ نگارش کلام کو دلنشیں بنا دیتی ہے۔ لیکن آپ کے اسالیب میں موزوں لچک داری بھی ملتی ہے۔ اسالیب کے متناسب سانچے، رنگ و نور، طلب و لہجہ، آہنگ بڑی موزونیت اور خوبصورتی سے اُبھرتے ہیں۔ آپ کی عبارتوں کا ترنم نثری بھی نہایت خوش آئند اور خوش تاثیر ہے۔ میں چند مثالیں پیش کر کے مندرجہ بالا نکات کی وضاحت کروں گا۔ ملاحظہ ہو:-

"دعاؤں کی قبولیت اور نصرت الٰہیہ کے نزول کے معاملہ میں بھی حضرت اقدسؑ کا فیض جاری ہے۔ اور آپ کے خلیفہ سے زندہ ہونے والے لوگ اس زندگی بخش طاقت کو اچھے طور محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے اکثر افراد کی دعائیں دوسرے لوگوں سے زیادہ سُنتا ہے۔ اور اپنی نصرت ان کیلئے نازل کرتا ہے۔ اور اُن کے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے اور ان کی کوششوں کے اعلیٰ ثمرات پیدا کرتا ہے اور ان کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔ اور اُن کے لئے غیرت دکھاتا ہے۔

غرض حضرت اقدسؑ نے نہ صرف مُردے ہی زندہ کئے، بلکہ ایسے لوگ پیدا کر دئے ہیں جو خود بھی مُردے زندہ کرنے والے ہیں۔ اور یہ کام سوائے ان بزرگ انبیاء کے جو اللہ تعالیٰ کے خاص پیارے ہوتے ہیں، اور کوئی نہیں کر سکتا اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب فیض آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور آپ کا کام درحقیقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام تھا۔"

(دعوۃ الامیر صفحہ ۲۷۰)

ایک اور حوالہ ملاحظہ کے لئے پیش کرتا ہوں :-

"قرآن نے موسیٰ کا یہی کام مقرر نہیں فرمایا کہ وہ آپ اُڑے۔ بلکہ یہ کام مقرر کیا ہے کہ وہ آپ بھی اُڑے اور دوسروں کو بھی اُڑائے۔ قرآن نے انہیں چڑیا اور طوطے کی طرح نہیں بنایا بلکہ ایک عقاب بنایا ہے تاکہ آپ بھی اُڑے اور دوسروں کو بھی اُڑائے۔" (صفحہ ۲۱)

حضرت مرزا محمودؓ کی ایک نمایاں اور گراں بہا خصوصیت یہ ہے کہ آپ سادہ اور عام فہم رنگ میں چھوٹے چھوٹے فقروں سے معارف بیان فرماتے ہیں۔ آپ کے کلام میں فکر کو مہمیز کرنے والی قوت کے ساتھ ساتھ دل کو گداز اور گرم کرنے والی توانائی بھی پائی جاتی ہے۔ کہیں لطافت اور نفاست دامنِ دل کھینچتی ہے اور کہیں جلال و رفعت کبریائی کا نظارہ دکھاتی ہے۔ آپ سلیقے اور قرینے سے تشبیہات و استعارات بھی استعمال کرتے ہیں، بلاغت کی دوسری صنعتیں بھی موزونیت سے برتی جاتی ہیں۔ لیکن آوردِ کلام یا تصنع سازی کی مصنوعی اور گراں بار کوششیں کہیں نہیں ملتیں۔ میں سیرِ روحانی سے چند مثالیں پیش کرتا ہوں :-

"...... ہم تینوں اوپر چڑھے اور آخر ایک عمارت کی زمین پر پہنچے جو ایک بلند ٹیکرے پر تھی۔ یہاں سے ساری دہلی نظر آتی تھی۔ اس کا قطب اس کا پرانا قلعہ، نئی اور پرانی دہلی اور ہزاروں عمارات اور کھنڈر چاروں طرف سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہے تھے اور قلعہ ان کی طرف گھور رہا تھا۔ میں اس جگہ پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ اور سوچنے لگا اس عبرتناک نظارہ پر غور کرتا رہا کہ یہ بلند ترین عمارت جو تمام دہلی پر بطور پہرہ دار کھڑی ہے۔ اس کے بنانے والے کہاں چلے گئے۔ وہ کس قدر اولو العزم کس قدر باہمت اور کس قدر طاقت و قوت رکھنے والے بادشاہ تھے، جنہوں نے ایسی عظیم الشان یادگاریں قائم کیں وہ کس شان کے ساتھ ہندوستان میں آئے اور کس شان کے ساتھ یہاں مرے مگر آج ان کی اولادوں کا کیا حال ہے۔ کوئی ان میں سے بڑھئی ہے، کوئی لوہار ہے، کوئی معمار ہے، کوئی موچی ہے اور کوئی میراثی ہے۔ میں ابھی خیالات میں تھا کہ میرے خیالات میرے قابو سے باہر نکل گئے۔ اور میں کہیں کا کہیں جا پہنچا۔" (صفحہ ۵)

"...... آخر وہ سب ایک اور نظارہ کی طرف اشارہ کر کے خود غائب ہو گئے۔ میں اس خوف کے عالم میں کھڑا رہا۔ کھڑا رہا اور کھڑا رہا اور میرے ساتھی حیران تھے کہ اس کو کیا ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے پیچھے سے اپنی لڑکی کی آواز آئی۔ کہ ابّا جان دیر ہو گئی ہے۔ میں اس آواز کو سن کر پھر واپس اپنی مادی دنیا میں آ گیا۔ مگر میرا دل اس وقت رقت انگیز جذبات سے پُر تھا، نہیں وہ خوش ہو رہا تھا، اور جذبہ کے تلاطم سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ مگر اس زخم میں ایک لذت بھی تھی اور وہ خُم سرور سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے افسوس سے اس دُنیا کو دیکھا اور کہا کہ میں نے پالیا، میں نے پالیا۔ جب میں نے کہا کہ میں نے پالیا، میں نے پالیا، تو اُس وقت میری وہی کیفیت تھی،

جس طرح آج سے دو ہزار سال پہلے گیا کے پاس ایک بانس کے درخت کے نیچے گوتم بُدھ کی تھی، جبکہ وہ خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کا وصال حاصل کرنے کے لئے بیٹھا۔ اور وہ بیٹھا رہا اور بیٹھا رہا یہاں تک کہ بدھ مذہب کی روایات میں لکھا ہے کہ بانس کا درخت اسکے نیچے سے نکلا اور اسکے سر کے پار ہو گیا۔ مگر محویت کی وجہ سے اس کو اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔" (صفحہ ۱۲-۱۱)

"...... اس سوال کے پیدا ہوتے ہی وہ تمام نظارے جو میری آنکھوں کے سامنے تھے غائب ہو گئے۔ اور ایک اور نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ اور ایک نئی دنیا میری آنکھوں کے سامنے آہستہ آہستہ گذرنے لگ گئی۔ میں اس نئی دُنیا کے آثارِ قدیمہ کو دیکھنے میں مشغول ہوا۔ تو میں نے ایسے ایسے عظیم الشان آثارِ قدیمہ دیکھے جو ان آثارِ قدیمہ سے بہت زیادہ شاندار تھے۔ جن کے خیال میں میرا دل محو تھا۔ بلکہ ایک فوق العادت کارنامہ آثارِ قدیمہ کی دریافت کا میرے سامنے آ گیا۔ ایک بڑا جنتر منتر جس کا اندازہ لگانا بھی انسانی طاقت سے بالا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے پیدا ہوا۔ بڑے بڑے غیر معمولی خوبصورتیوں والے باغات، عدیم المثال نہریں، بے کنار سمندر، عالی شان قصر، ان کے لنگر خانے، دیوان عام، دیوان خاص، بازار، کتب خانے، دفتر، بے انتہا بلند مینار اور غیر محدود وسعت والی مسجد، دلوں کو دہلا دینے والے مقبرے اور مسمار شدہ یادگاریں ایک ایک کر کے میری نگاہوں کے آگے پھرنی شروع ہوئیں۔ اور میں نے کہا، اُف میں کہاں آ گیا۔ یہ چیزیں میرے پاس ہی موجود تھیں۔ تمام دُنیا کے پاس موجود ہیں۔ لیکن دُنیا اُن کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتی۔ اور بچوں کی طرح کھلونوں کے پیچھے بھاگتی پھرتی ہے۔ میرا دل خون ہو گیا۔ اپنی بے بسی پر کہ میں یہ چیزیں دُنیا کو دکھانے سے قاصر ہوں۔ میرا دل خون ہو گیا۔ دُنیا کی بے توجہی پر۔ مگر میرا دل مسرور بھی تھا، اس خزانے کے پانے پر، اُن امکانات پر کہ ایک دن میں یا خدا کا کوئی اور بندہ یہ مخفی خزانے دُنیا کو دکھانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور میں نے جب ان چیزوں کو دیکھا تو بے اختیار یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہوئے کہ میں نے پالیا۔ میں نے پالیا۔ ہاں ہاں یہ یقینی بات ہے کہ تغلق کے قلعہ میں میں نے ایک اور دنیا کو پالیا۔ ایک بالا دنیا، ایک بالا طاقت کے نشانات اور پہلے اس دُنیا سے کھویا گیا۔ پھر میں نے ایک اور دُنیا کو جو اس سے کہیں زیادہ شاندار، کہیں زیادہ وسیع، کہیں زیادہ پائیدار، اور ہر ایک لحاظ سے پوسیدہ کھنڈر اور تباہ حال تھی۔ دیکھا۔ اُسے پایا۔ اُس کی خستہ حالی پر میرا دل رو دیا۔ اس کی شان اور پائیداری سے میرا دل مسرور ہوا۔" (سیرِ روحانی صفحہ ۱۶-۱۵)

حضرت مرزا محمودؓ کا اسلوبِ بیان سادگی کے باوجود نہایت پُرمعنی و تاثیر ہوتا ہے۔ آپ لطیف و رفیع مضامین و نکات اُس زبان میں پیش کرتے ہیں جو سہلِ ممتنع ہے۔ آپ کی نثر میں پُرکاری و تصنّع نام کو نہیں ہوتا۔

ایک فطری و معصوم دلکشی کے ساتھ فنی وسل رُبائی کی جھلک ملتی ہے۔ ایک بڑے دریا کے رواں کا جمال جلال کے ساتھ ہم آغوش پایا جاتا ہے۔ گہرائی، وسعت اور روانی کی حسین ترکیب ملتی ہے۔ طرز میں بڑا توازن بھی ہے۔ اور لچک داری بھی۔ آہنگ اور آہنگ میں مناسب تنوع بھی ملتا ہے۔ حاصل سخن پیش کرتے ہوئے یا تکمیل پیام کے وقت خطابت کا لُطف بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ کے ہاں جذبہ و جوش کا اظہار بھی ہے مگر مشتعل جذبات اور وحشی آتش نفسی کہیں بھی نہیں۔ تخیل کی رفعتیں اور لطافتیں بھی ہیں، لیکن دور از کار نازک خیالی اور پیچیدہ نفاستیں نایاب ہیں۔

مَیں ختم کلام حسنِ کلام کی انتہا پہ کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن حکیم و مجید حُسن کا ایک معجزۂ مُبین ہے اور حضرت مرزا محمود احمدؓ کی تفسیر کبیر ایک ایسا آئینہ جمال ہے جسے ہم روحانی جامِ جمشید کہہ سکتے ہیں۔ اس کی معنی آفرینیوں اور نکتہ بیانیوں کو حُسنِ اظہار کا مُجلّٰی و مُصفّٰی اسلوب بھی حاصل ہے۔ تاثیرِ سخن اور گرمیِ انجمن کی کوئی حد ہی نہیں۔ ایک انگریز شاعر کیٹس نے کتنا سچ کہا ہے:۔

"صداقت حُسن ہے اور حُسن صداقت"

تفسیر کبیر صداقت کی حسین تعبیر و تشریح ہے۔ لہٰذا یہ ملّتِ بیضا اور انسانیتِ عُظمٰی کیلئے "مسرّتِ ابدی" کا سامان ہے۔ اسکی رنگ جمال کا ایک عکس دیکھئے:۔

سُورۃ فاتحہ کے مضامین کا خلاصہ

"سورۃ فاتحہ کے مضامین جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے۔ قرآن کریم کے لئے بطور دیباچہ کے ہیں۔ قرآن کریم کے مضامین کو مختصر طور پر اس میں بیان کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو شروع میں ہی قرآنی مطالب پر اجمالاً آگاہی ہو جائے۔ پہلے بسم اللہ سے شروع کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ایک مسلمان خدا تعالیٰ پہ یقین رکھتا ہے۔ (بسم اللہ) وہ اس امر پر بھی یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ فلسفیوں کے عقیدہ کے مطابق صرف دُنیا کے لئے علّت اولیٰ کا کام نہیں دے رہا۔ بلکہ دُنیا کے کام اسکے حکم اور اشارہ سے چل رہے ہیں۔ اسلئے اس کی مدد اور اعانت بندہ کے لئے بہت کچھ کار آمد ہو سکتی ہے۔ (بسم اللہ) وہ صرف ایک اندرونی طاقت نہیں ہے بلکہ وہ مستقل وجود رکھتا ہے اور اس کا مستقل نام ہے اور مختلف صفات سے وہ متصف ہے۔ (اللہ، الرحمٰن الرحیم) وہ منبع ہے سب ترقیات کا اور تمام سامان جن سے کام لے کر دنیا ترقی کر سکتی ہے، اسی کے قبضہ میں ہیں (الرحمٰن) اسنے انسان کو اعلیٰ ترقیات کے لئے پیدا کیا ہے۔ جب وہ اللہ کے پیدا کردہ سامانوں سے صحیح طور پر کام لیتا ہے تو اسکے کام کے اعلیٰ نتائج پیدا ہوتے ہیں، جو اسے مزید انعامات کے مستحق بناتے چلے جاتے ہیں۔ اور بناتے چلے جاتے ہیں۔ (الرحیم) اسکے سب کاموں میں جامعیت اور کمال پایا جاتا

ہے۔ اور حُسن سے وہ متصف ہے۔ اور سب تعریفوں کا مالک ہے۔ کیونکہ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے سب اسی کا پیدا کردہ ہے۔ (الحمد للہ رب العالمین)۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی نہیں جس کی ابتدا اور انتہا یکساں ہو، بلکہ اس کے سوا جسقدر اشیاء ہیں ادنیٰ حالت سے شروع ہوئی ہیں اور ترقی کرتے کرتے کمال کو پہنچی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سب اشیاء کا خالق ہے۔ اور کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں۔ (رب العالمین)۔ یہ دُنیا ایک متنوع دنیا ہے یعنی اس کی ہزاروں شاخیں ہیں اور ہزاروں قسم کے مزاج ہیں۔ پس کسی چیز کے سمجھنے کے لئے اس کی جنس پر غور کرنا چاہیئے، نہ کہ دوسری جنس کی اشیاء پر۔ خدا تعالیٰ کا معاملہ ہر جنس سے اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ پس دنیا میں خدا تعالےٰ کے سلوک میں اگر اختلاف نظر آئے تو اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے وہ اختلاف حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے، نہ کہ ظلم کی وجہ سے یا عدم توجہی کی وجہ سے۔ (رب العالمین) جسطرح اللہ تعالیٰ ہر کام لینے والی شئے کا خالق نظر آتا ہے، وہ ہر سامان کا بھی خالق نظر آتا ہے۔ پس ہر چیز ہر وقت اس کی مدد کی محتاج ہے (الرحمٰن) پھر جسطرح خدا تعالیٰ اشیاء اور ان سامانوں کا خالق ہے جن سے ان اشیاء نے فائدہ اُٹھانا ہے۔ اسی طرح وہ ان نتائج پر بھی تصرف رکھتا ہے جو سامانوں کے استعمال کرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً انسان کو بھی اس نے پیدا کیا اور اس کھانے کو بھی اسنے پیدا کیا ہے جو اس کی زندگی کے لئے ضروری ہے اور پھر وہ اچھا یا بُرا اثر جو اس کھانے کے استعمال سے پیدا ہو گا وہ بھی اسی کے حکم اور امر سے ہی ہو گا۔ (الرحیم) پھر اسنے جزا سزا کا بھی ایک طریق مقرر کیا ہے یعنی ہر چیز اپنے حالات کے مطابق اپنے کاموں کے اچھے یا بُرے نتائج کا مجموعی نتیجہ ایک دن دیکھ لیتی ہے یعنی کاموں کے نتیجے دو طرح کے نکلتے ہیں، ایک درمیانی کہ ہر کام کا نتیجہ کچھ نہ کچھ نکل آتا ہے اور ایک کُلی کہ سب کاموں کا مجموعی نتیجہ نکلتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے صرف یہی انتظام نہیں کیا کہ ہر کام کا نتیجہ نکلے بلکہ اسنے یہ تدبیر بھی اختیار کی ہے کہ سب کاموں کا مجموعی نتیجہ نکلے۔ جس کے سبب سے وہ مالکِ یوم الدین کہلاتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد اوّل، جُزو اوّل صلا)

حاصل کلام یہ کہ حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانیؓ ایک بلند پایہ مُصنّف، عہد آفرین مفکّر، صاحب طرز نثّار، منفرد ماہر اسلامیات اور معجز نما صلاحیت رکھنے والے مفسّر ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیر مطبوعہ کلام

نوٹ: یہ نظم اندازاً ۱۹۲۰ء کی ہے

آریوں کو میری جانب سے سُنائے کوئی
ہو جو ہمت تو میرے سامنے آئے کوئی

مردِ میدان بنے اپنے دلائل لائے
گھر میں بیٹھا ہُوا باتیں نہ بنائے کوئی

آسمانی جو شہادت ہو اسے پیش کرے
یونہی بے ہودہ نہ بے پر کی اڑائے کوئی

سچا مذہب بھی ہے پر ساتھ دلائل ہی نہیں
ایسی باتیں کسی احمق کو سنائے کوئی

ہے وہ صیّاد جسے صید سمجھ بیٹھے ہیں
انکی عقلوں سے یہ پردہ تو اُٹھائے کوئی

بیٹھ کر شیش محل میں نہ کرے نادانی
ساکن قلعہ پہ پتھر نہ چلائے کوئی

تاک میں لشکرِ محمود ابھی بیٹھا ہے
ہاں سمجھ کر ذرا ناقوس بجائے کوئی

ہم ہیں طیّار بتانے کو کمالِ قرآن
خوبیاں وید کی بھی ہم کو بتائے کوئی

کس طرح مانیں کہ مولیٰ کی ہدایت ہے وہ
وید کو جب نہ پڑھے اور نہ پڑھائے کوئی

ایسی ویسی جو کوئی بات نہ ہو ویدوں میں
ان کو اس طرح سے کیوں گھر میں چھپائے کوئی

خود ہی جب وید کے پڑھنے سے وہ محروم ہے
پھر کسی غیر کو کس طرح سکھائے کوئی

حُسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا

مکرم جناب مرزا عبدالحق صاحب

یادِ محمودؓ

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس عاجز کو یہ سعادت نصیب کی کہ آغاز جوانی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ حضور ابھی خلیفہ نہیں ہوئے تھے۔ غالباً ۱۹۱۳ء میں شملہ میں حضرت نواب محمد علی خانصاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گرمیوں میں تشریف لے گئے۔ میں اُس وقت وہاں سکول میں پڑھتا تھا شملہ کی جماعت کے ساتھ حضور کی فوٹو لی گئی۔ اس میں یہ عاجز بھی حضور کے قدموں میں بیٹھا ہے۔ یہ فوٹو اصحاب احمد میں چھپی ہوئی ہے۔ اس وقت میری عمر ۱۳ سال تھی۔ انہی دنوں میں میرے بھائی مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم نے جو شملہ کے ایک ممتاز ممبر تھے حضور کو دعوت پر بھی بلایا۔ حضور کی شخصیت کا مجھ پہ گہرا اثر ہوا

۱۹۱۷ء میں مجھے لاہور کالج میں بھیجا گیا۔ میرے والد صاحب محترم ۱۹۰۲ء میں فوت ہو چکے تھے ان کے بعد میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کے پاس ہی رہتا تھا جو میرا بے حد خیال رکھتے تھے۔ بدقسمتی سے ۱۹۱۴ء میں بھائی صاحب غیر مبائعین میں شامل ہو گئے۔ لاہور بھیجتے وقت انہوں نے مجھے مولوی صدرالدین صاحب کے پاس رہائش کے لئے بھیجا۔ غالباً ایک ماہ یا کم و بیش عرصہ گذرا ہو گا کہ میں ٹانگہ پر کہیں جا رہا تھا کہ دیال سنگھ کالج کے نزدیک ایک چھوٹی سی کوٹھی پر احمدیہ ہوسٹل لکھا دیکھا۔ میں اندر گیا۔ چند ایک لڑکے جو نظر آئے سب داڑھیاں رکھے ہوئے تھے اور ان کے چہروں سے نیکی ٹپکتی تھی۔ میں متعجب ہوا۔ ایک لڑکے نے کہا کہ ہمیں آپ کے لاہور آنے کا علم ہو گیا تھا اور آپ کی تلاش میں تھے۔ میں نے اپنا سامان وہیں منگوا لیا اور احمدیہ ہوسٹل میں داخل ہو گیا۔ وہاں ایک پاکیزہ ماحول تھا جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس طور سے میسّر آیا۔

گرمیوں کی تعطیلات میں شملہ گیا تو بھائی صاحب مرحوم سے کھلم کھلا اختلاف ہو گیا۔ بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ میں نے اختلافی مسائل کی ایک کاپی بنائی ہوئی تھی۔ آخر بھائی صاحب مجھ سے مایوس ہو گئے۔ انہوں نے مجھ پر دباؤ ڈالنا چاہا۔ لیکن میں نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ بہت شریف طبیعت کے تھے۔ پھر اپنی وفات تک جو ۱۹۵۲ء میں ہوئی تعلقات میں کبھی تلخی پیدا نہ کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ازراہ شفقت ایک لمبا عرصہ بھائی صاحب کا حال مجھ سے دریافت فرماتے رہے۔

بھائی صاحب مرحوم سے اختلاف کے بعد حضور نے خیال فرمایا کہ شاید مجھے تکلیف نہ ہو اور استے ہی وظیفہ کی پیشکش فرمائی مجھے خرچ گھر سے ملتا تھا۔ حضور کا خط نہایت شفقت کا تھا۔ میں نے عرض کر دیا کہ مجھے وظیفہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن

مجھے یہ احساس ہوگیا کہ میرے لئے اپنے حقیقی بھائی سے بہت زیادہ شفقت رکھنے والا انسان موجود ہے۔

۱۹۲۱ء میں مَیں نے بی۔اے کیا اور شملہ میں ملازم ہوگیا۔ پھر ملازمت چھوڑ کر لاء کالج میں داخل ہوگیا۔ لیکن پڑھائی کی طرف توجہ کم تھی اور دینیات کی طرف زیادہ۔ پہلے سال تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کے باوجود کامیاب فرما دیا۔ لیکن دوسرے سال مَیں رہ گیا۔ جس پر دوبارہ شملہ میں ملازمت کر لی۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ میں تھا جو سردیوں میں دہلی چلا جاتا تھا۔ دہلی جا کر میرا یہ حال تھا کہ حضور اور قادیان سے دُوری برداشت نہ کر سکتا تھا اور بسا اوقات آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ اس وجہ سے استعفیٰ دیکر قادیان چلا گیا۔ یہ ۱۹۲۵ء کی بات ہے۔ وہاں جا کر احمدیہ سکول میں انگریزی ٹیچر ہوگیا۔ اور چند ماہ پڑھاتا رہا۔ حضور بار بار فرماتے کہ ایل۔ایل۔بی کے امتحان کے لئے داخلہ بھیج دو۔ لیکن مَیں ٹال مٹول کرتا رہا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ ایل ایل۔بی کر لینے کے بعد مجھے قادیان سے باہر جانے کا حکم ہو جائے۔ ایک مرتبہ حضور سفر سے واپس تشریف لائے۔ راستے میں ملتے ہی مجھ سے دریافت فرمایا کہ داخلہ بھیج دیا ہے یا نہیں۔ مَیں نے عرض کیا ابھی نہیں۔ فرمایا کہ فوراً بھیج دو۔ چنانچہ مَیں نے داخلہ بھیج دیا اور اسی سال امتحان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کامیاب فرما دیا۔ لیکن پھر وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا یعنی حضرت صاحب نے حکم فرمایا کہ مَیں فوراً گورداسپور میں پریکٹس شروع کر دوں۔

مَیں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضؓ کو حضور کا حکم بتایا۔ انہی دنوں میں حضرت مفتی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رؤیا میں دیکھا کہ یہ عاجز گورداسپور میں وہاں کے ڈپٹی کمشنر کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھا ہے اور اس سے نہایت بے تکلفی سے باتیں کر رہا ہے۔ پھر اُس نے کہا کہ وہ حضرت صاحب کی بات سُننا چاہتا ہے پھر یوں معلوم ہوا کہ حضرت صاحب وہاں تشریف لے آئے ہیں اور اُسے قرآن کریم پڑھ کر سُناتے ہیں۔ مَیں نے یہ خواب حضور کی خدمت میں لکھا۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو دنیوی عزت دے گا اور آپ کی وجہ سے حکام کو سلسلہ کی طرف متوجہ کریگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس تعبیر کو درست ثابت کیا۔ یہ سب حضور کی توجہ اور دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ فالحمد للہ علی ذالک وھوا ارحم الراحمین۔ حضور کے حکم کے مطابق مَیں نے ۲؍جنوری ۱۹۲۶ء کو گورداسپور میں پریکٹس شروع کر دی اور تقسیم ملک تک وہیں رہا۔

میرا معمول یہ تھا کہ مَیں ہفتہ کی شام کو سائیکل پر قادیان چلا جاتا اور پیر کی صبح کو واپس گورداسپور جاتا۔ اس زمانہ میں ابھی بٹالہ سے قادیان گاڑی نہ جاتی تھی۔ اور بس بھی ایک آدھ ہی تھی۔ سائیکل پر ایک طرف کا سفر ۱۸ میل کا تھا جس میں سے تین میل کچا راستہ تھا۔ باقی نہر کی پٹڑی اور پختہ سڑک تھی۔ مجھے عموماً اڑھائی تین گھنٹے لگتے تھے۔ گاڑی چلنے کے بعد عموماً بٹالہ کے راستے گاڑی پر جاتا۔ سارے سال میں شاید ہی کوئی ہفتہ ہوتا جب قادیان جانے میں ناغہ ہوتا ہفتہ کی شام سے ہی حضور کی محبت نصیب ہونی شروع ہو جاتی۔ اور بزرگوں کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا۔ حضور کی کشش پہلے سے ایسی تھی کہ مَیں اسے بیان نہیں کر سکتا۔ یہ کشش ۱۹۱۰ء سے ہی پیدا ہو چکی تھی۔ اور ہمیشہ بڑھتی ہی رہی۔ یہ کشش اس محبت و احسان کا نتیجہ تھی جس میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر بنایا ہے۔

مجھے ساری عمر میں ایک ابتلا پیش آیا ہے لیکن وہ تھا بڑا سخت۔ یہ ۱۹۲۶ء کی بات ہے۔ مَیں نے قادیان جا کر شام کے وقت حضور کی خدمت میں اس کی تفصیل عرض کی تھی۔ میری طبیعت میں اس وقت سخت جوش تھا اور گفتگو میں گستاخی۔ حضور نے نہایت توجہ اور تحمل سے قریباً نصف گھنٹہ سُنا۔ رتی بھر بھی ترشروئی کا اظہار نہ فرمایا۔ اگلی صبح کو مجھے حضور کا ایک لمبا خط ملا جس میں حضور نے تحریر فرمایا کہ مَیں نے ساری رات کمر چارپائی کے ساتھ نہیں لگائی اور آپ کیلئے دُعا کرتا رہا یہانتک کہ صبح کی نماز سے قبل الہام ہؤا۔ السلام علیکم۔ اس سے تسلی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ میری بھی اور آپ کی بھی حفاظت فرمائے گا۔ یہ ہے اس خط کا خلاصہ۔ خط نہایت عجیب اور دردمندانہ تھا۔ تین چار صفحے کا تھا۔ افسوس ہے ایک دفعہ میری چوری ہو گئی تو اس میں وہ خط بھی اور حضور کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے بہت سے اور خط بھی جو شاید پچاس یا اس سے بھی زیادہ ہوں گے ضائع ہو گئے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہوگی۔ چند ایک خط اب بھی میرے پاس ہیں۔

حضور کے اس خط کے باوجود بھی میری تسلی نہ ہوئی۔ دل میں ایک آگ تھی جس کا کوئی علاج نظر نہ آتا تھا۔ اس خط کے بعد حضور کے اس بارہ میں کچھ اور خط بھی آئے۔ چند دن بعد میں سائیکل پر واپس گورداسپور جا رہا تھا کہ راستے میں نہر کی پٹڑی پر موضع سٹھیالی کے نزدیک مجھے یُوں محسوس ہؤا کہ اُوپر سے کوئی ہاتھ میرے اندر داخل ہوا ہے اور اس نے میری ابتلا والی سب کدورتوں کو نکال کر دل کو صاف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس بے انتہا فضل و کرم کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اس وقت کے بعد کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی کسی قسم کا کوئی شک دل میں داخل نہ ہؤا۔ اس محسن حقیقی کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے ایک لاعلاج چیز کا ایسا مؤثر اور غیر معمولی علاج فرمایا۔ یہ حضور کی اس دُعا کا نتیجہ تھا جو آپ نے ساری رات اس عاجز کے لئے کی تھی۔ میں اس احسان اور شفقت کا کوئی جواب نہیں پاتا۔

اس کے بعد مورخہ ۲۰/۶/۲۶ کو حضور نے مجھے ایک خط تحریر فرمایا جس میں ایک رؤیا کا ذکر ہے۔ مَیں نے خوابوں اور رؤیا کے لئے ایک نوٹ بُک رکھی ہوئی ہے اس میں مَیں نے یہ خط بھی نقل کر لیا۔ وھو ھذا۔

"پرسوں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں مسجد مبارک کے اس حصّے میں کھڑا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بنایا ہؤا ہے۔ مسعود اللہ شاہ اور ایک اور شخص جو یاد نہیں رہے وہاں کھڑے ہوئے ہیں۔ اور ہم اس قدر پاس کھڑے ہیں کہ قریباً قریباً بغلگیر ہونے کی حالت ہے۔ مَیں نے سیّد محمود اللہ شاہ صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہؤا ہے۔ انہوں نے دوسرے آدمی کے۔ اس تیسرے شخص اور میرے درمیان جگہ خالی ہے۔ اتنے میں آپ آکر اس جگہ کھڑے ہو گئے ہیں اور اسی قدر قریب ہو کر اس حلقہ میں داخل ہو کر میرا بازو یا سینہ اس طرح چھونا شروع کیا ہے جس طرح کوئی محبت سے چھوتا ہے۔ اس پر میں نے بھی محبت سے اپنا ہاتھ اُٹھا کر آپ کے دائیں کان کا گوشت ہاتھ میں پکڑ کر اس طرح ملنا شروع کیا ہے جس طرح پیار اور سرزنش دونوں مدنظر ہوتے ہیں اور باپ اپنے بچہ کو محبت سے تنبیہہ کرتا ہے۔ اس پر آپ بھی مسکرا پڑے ہیں اور مَیں بھی مسکرا دیا ہوں"

یہ گویا خدا تعالیٰ کی طرف سے اس ابتلاء کے ختم ہو جانے کی حضور کو اطلاع تھی۔

۱۹۲۸ء کے شروع میں حضور نے سورہ یونس سے درس کا اعلان فرمایا جو پورا ایک ماہ رہنا تھا۔ پہلے یہ درس حضور نے جولائی میں رکھا۔ میرے لکھنے پر کہ مَیں لے لاز ماً اس میں شامل ہونا ہے لیکن ہمیں تعطیلات ستمبر میں ہوتی ہیں اس لئے میں جولائی اور ستمبر دو ماہ قادیان میں رہوں گا۔ حضور نے اسے ستمبر میں رکھدیا۔ پھر ہائی کورٹ سے اطلاع آئی کہ اس مرتبہ گرمیوں کی تعطیلات ۸ راگست سے ہوں گی۔ مَیں نے پھر حضور کی خدمت میں لکھا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ دو ماہ مَیں حضور کے پاس رہوں تو حضور نے اپنے اعلان کو پھر بدل دیا اور ۸ راگست سے ہی شروع کرنے کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ یہ عاجز سہولت سے اس میں شامل ہوا۔ اور سارا مہینہ قادیان میں رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور خدام کی سہولت کا کتنا خیال رکھتے تھے۔ یہ سب اعلانات اس وقت کے الفضل میں موجود ہیں۔

۱۹۲۹ء میں حضور کشمیر تشریف لے گئے اور سرینگر میں ایک ہاؤس بوٹ میں رہائش رکھی مَیں بھی چھٹیوں میں وہاں چلا گیا تاکہ حضور کی صحبت سے فیضیاب ہو سکوں۔ میں حضرت خلیفہ نور دین صاحب جموئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرا۔ حضور کو ملنے گیا تو اس وقت حضور کسی اور کام میں مصروفیت کی بناء پر میری طرف توجہ نہ فرما سکے۔ میرے لئے یہ بات عجیب تھی کہ مَیں اتنی دُور سے حضور کی خاطر آیا ہوں اور حضور نے توجہ بھی نہ فرمائی۔ چنانچہ میں اگلے دن حاضر خدمت نہ ہوا۔ تیسرے روز آیا تو حضور کے بیٹھنے والے کمرہ کے ساتھ دوسرے کمرہ میں جہاں حضور کا عملہ تھا دوستوں سے باتوں میں مصروف ہو گیا۔ حضور نے میری آواز سن لی اور اُونچے فرمایا "مرزا صاحب ادھر آئیں تو۔ آپ دو دن آئے کیوں نہیں"۔ اس عاجز کا سارا افسوس جاتا رہا اور خوشی سے بھر گیا۔ خدام کی یہ کیسی دلجوئی ہے۔

انہیں دنوں حضور نے ایک روز مجھے اور خلیفہ نور دین صاحب کو کھانے کے لئے بلایا۔ حضور اور خلیفہ نور دین صاحب اور میں تینوں ہی تھے۔ حضور ایک چھوٹے سے قالین پر تشریف فرما تھے۔ مجھے اور خلیفہ صاحب کو فرمانے لگے۔ یہیں اُوپر آ جائیں۔ خلیفہ صاحب کی طبیعت میں مزاح تھا۔ فرمانے لگے "حضور ایک مسند پر دو خلیفے اچھے نہیں لگتے"۔ حضور اس پر بہت ہنسے۔

میرا معمول تھا کہ ایک بستر پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں بندھا ہوا رکھ چھوڑتا تھا کہ اگر حضور کسی سفر پر تشریف لے جائیں تو وہ بستر بھی ساتھ چلا جایا کرے۔ اس طرح مَیں باسانی سفر میں حضور کو مل جاتا۔ مجھے سفر کی اطلاع بھیج دی جاتی۔ ایک دفعہ مجھے اطلاع ملی کہ حضور دو چار دن کے لئے مالیر کوٹلہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ مَیں نے حضور کی خدمت میں بذریعہ خط یا تار راستہ میں مل جانے کی اجازت چاہی۔ حضور نے فرمایا ہم بیاس ریلوے سٹیشن پر آپ کا معمول وقت سے انتظار کریں گے۔ اور وہاں سے آپ کو کار میں ساتھ لے جائیں گے۔ مَیں گوردا سپور سے دیر سے چل سکا۔ اور بیاس مغرب کی نماز کے بعد پہنچا جو مقررہ وقت سے کئی گھنٹے بعد تھا۔ حضور نے صرف اتنا فرمایا کہ ہم نے اتنے گھنٹے آپ کا انتظار کیا ہے۔ پھر عشاء کے وقت اس عاجز کو اپنی کار میں ساتھ لے کر روانہ ہوئے مجھ پر کسی ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ حضور کا بہت سا وقت اس روز ضائع گیا۔ قریباً ساری رات ہم چلتے رہے ...

حضور کی باتوں سے مستفیض ہوتے رہے۔

اسی سفر میں واپسی پر حضرت درد صاحبؓ نے میرے لئے گاڑی پر آنا مقرر کیا۔ میں حضور سے اجازت لے کر سٹیشن پر جانے لگا تو حضور نے مجھے واپس بلوا کر پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا درد صاحب کے فرمانے کے مطابق گاڑی کے ذریعے واپس جا رہا ہوں۔ حضور فرمانے لگے نہیں آپ میرے ساتھ ہی کار پر چلیں۔ چنانچہ مَیں حضور کے ساتھ کار پر لدھیانہ تک آیا۔ راستے میں ہرنوں کی ایک قطار جاتی ہوئی نظر آئی۔ حضور نے مجھے اور صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب کو جو اسی کار میں تھے بندوقیں دیں کہ ہرن مار کر لاؤ۔ کار ایک طرف کھڑی کر دی۔ ہم ہرنوں کے پیچھے گئے اور فائر کئے لیکن کوئی ہرن نہ مر سکا۔ قریباً آدھ گھنٹہ اس میں خرچ ہو گیا۔ جب ہم دونوں حضور کے قریب پہنچے تو مجھے مخاطب ہو کر ہنس کر فرمایا۔ "مرزا جی سلام: ہرن گھر جا کر مر جائیگا"۔ ہم دونوں بہت شرمندہ ہوئے۔ اس بات پر ہم سے مذاق ہوتا رہا۔

لدھیانہ سے اس عاجز نے گاڑی پر سیدھا گورداسپور جانا تھا۔ حضور نے حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندر بھیج کر گاڑی کے وقت کا پتہ منگوایا اور میرے لئے ٹکٹ منگوایا۔ اور وہیں تشریف فرما رہے۔ یہاں تک کہ گاڑی چلنے میں پانچ سات منٹ رہ گئے۔ تب حضور نے مجھے فرمایا۔ اب آپ گاڑی پر سوار ہو جائیں اور ہم قادیان جاتے ہیں۔ حضور کے اس لطف و کرم کی یاد میری آنکھوں میں آنسو لے آتی ہے۔

ایک دفعہ حضور پٹھانکوٹ سے پانچ سات میل کے فاصلہ پر ڈھاکو تشریف لے گئے۔ دامن کوہ میں حضور نے کیمپ لگایا۔ بہت اچھی جگہ تھی۔ حضور دو تین ہفتے وہاں رہے۔ میں روزانہ کچہری سے فارغ ہو کر بس پر پٹھانکوٹ چلا جاتا۔ وہاں ایک سائیکل رکھ چھوڑا۔ اس پر ڈھاکو چلا جاتا۔ رات حضور کے پاس رہتا اور صبح گورداسپور واپس آ جاتا۔ اتوار کا سارا دن مل جاتا۔ اکثر دفعہ گھنٹوں حضور کی پُر معارف باتیں سننے کا موقعہ مل جاتا۔

ڈھاکو سے واپس آ کر حضور بھیرو چی دریا کے کنارے پر تشریف لے گئے۔ وہاں حضور کی زمین بھی تھی مَیں بھی ہفتہ کی شام کو وہاں پہنچ گیا۔ حضور نے سرسوں کے ساگ کی تعریف فرمائی جو کسی نے ڈھاکو سے آتے ہوئے حضور کو راستے میں کھلایا تھا۔ میں جب گورداسپور واپس گیا تو اپنا آدمی بھیج کر وہیں سے ساگ پکوا کر منگوایا جہاں حضرت صاحب کھا کر آئے تھے۔ اگلے ہفتے وہ ساگ اور چند سیر کھانڈ جس کی ان دنوں ضرورت تھی ایک گھوڑے پر لدوا کر بھیرو چی بھیجی اور خود بھی پہنچا۔ حضور بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آپ نے اس ساگ والے کا پتہ پہلے سے لیا۔

بھیرو چی میں ہی ایک روز حضور کشتی پر دریا کی سیر کے لئے گئے۔ کشتی میں گنجائش کم تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی گئے ہوئے تھے۔ حضور نے انہیں ساتھ بٹھا لیا۔ مَیں پیچھے رہ گیا۔ واپس گورداسپور جا کر مَیں نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ آخر بیٹا بیٹا ہی ہوتا ہے۔ میری یہ بات فضول تھی۔ لیکن اگلی اتوار کو قادیان گیا تو حضور فرمانے لگے آج آپ کو چھٹی ہے میرے ساتھ شکار کو چلیں۔ چنانچہ مَیں سارا دن حضور کی معیت

میں رہا۔ یہ گویا پہیر وچھی والی بات کی تلافی تھی۔

ایک دفعہ میں ڈلہوزی گیا ہوا تھا۔ وہاں حضور کے آنے کی اطلاع ملی میں استقبال کے لئے موٹروں کے اڈا پر گیا۔ حضور نے ملتے ہی دریافت فرمایا آپ کب یہاں آئے تھے۔ میں نے بتایا تو فرمایا سنا ہے ہمیں جو کوٹھی ملی ہے ابھی بڑی ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ ہی آجائیں۔ چنانچہ میں اسی روز حضور کے پاس پہنچ گیا۔ دو ہفتہ کے قریب وہاں رہا حضور از راہ لطف دونوں وقت کا کھانا بھی ہمارے ساتھ کھاتے اور ناشتہ وغیرہ بھی ساتھ کرتے۔ سارا سارا دن حضور کی باتیں سننے کا موقعہ ملتا رہا۔ سیر کے لئے بھی ہم لوگ ساتھ جاتے۔ ایک روز سیر کے لئے ڈیان کنڈ پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ وہاں کا نظارہ بہت پسند آیا۔ اسی وقت پنسل کاغذ لے کر کچھ اشعار لکھے جن میں دنیا کے متعلق درد کا اظہار تھا۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے وہ اشعار پڑھوائے گئے۔

ایک مرتبہ حضور دھرم سالہ تشریف لے گئے۔ مجھے ایک احمدی دوست ایک غیر احمدی کی سفارش کے لئے حضور کے پاس لے گئے۔ دھرم سالہ میں وہ کوٹھی تھی، ساتھ کچھ کوارٹر تھے جن میں حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور حضرت درد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں بھی وہیں ٹھہرا۔ کچھ سفر کی کوفت اور کچھ قیام کی جگہ کا زیادہ موزوں نہ ہونا۔ حضور کے ساتھ باتوں کے وقت اس کا اثر تھا۔ میں واپس گورداسپور آیا تو حضور کا خط آیا کہ اس دفعہ آپ کے چہرے پر افسردگی بہت تھی۔ میں نے دونوں وجہیں لکھ دیں۔ اگلی دفعہ میں دھرم سالہ گیا تو حضور نے کوٹھی میں میرے لئے ایک کمرہ خالی کروا دیا اور مغرب کے بعد میرے کمرہ میں تشریف لا کر باتیں کرتے رہے۔

مہمان نوازی کا حضور خاص خیال رکھتے۔ سفروں میں جہاں بھی حضور کے ساتھ جاتا کھانا عموماً اپنے ساتھ کھلاتے اور دودھ اور چائے وغیرہ کا اہتمام فرماتے۔ ایک سفر میں نوکر نے کچھ غفلت کی اور میرے لئے کھانا ذرا دیر سے لایا تو حضور اس پر خفا ہوتے رہے۔ مجھے حضور کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ایک دفعہ حضور نے مجھے ڈلہوزی سے ٹیلیفون پر پوچھا کہ میرا چھٹیوں میں کیا پروگرام ہے اس وقت ستمبر کی تعطیلات شروع ہو چکی تھیں۔ لیکن میں ابھی گورداسپور میں ہی تھا اور باہر نہ گیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں سامان وغیرہ تیار کر چکا ہوں اور آج شملہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرمانے لگے شملہ اور ڈلہوزی میں تو کوئی فرق نہیں آپ ڈلہوزی میں آجائیں۔ ایک ضروری مشورہ بھی کرنا ہے۔ چنانچہ میں اسی روز بجائے شملہ کے ڈلہوزی چلا گیا۔ حضور نے مجھے اپنے کمرہ کے ساتھ والے کمرہ میں ٹھہرایا۔

ایک خط بھی یہاں نقل کرتا ہوں جو غالباً حضور نے مجھے ڈلہوزی سے لکھا تھا۔ یہ ان چند ایک خطوط میں سے ہے جو ابھی تک میرے پاس پڑے ہیں۔ یہ اوپر والے واقعہ سے پہلے کی بات ہے۔ لفافہ پر پتہ بھی حضور کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ وہ خط یہ ہے:۔

"عزیزم مکرم مرزا عبد الحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا خط اور کوپن ملے جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے دعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ قلب صافی اور نفس مطمئنہ عطا فرمائے اور اس دنیا سے ایسے وقت میں اٹھائے کہ راضیۃ مرضیۃ کی حالت ہو۔ آمین۔

میاں صاحب کو کام مل گیا ہے یا نہیں اس بارہ میں کوئی اطلاع نہیں ملی۔

کوپنوں کے بارہ میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی۔ اخبار میں تھا کہ ڈیوڑھا پٹرول ملیگا اور آپ نے کچھ ایا دگنے پٹرول کا کوپن ہے۔ شاید جاپان کی وجہ سے گورنمنٹ نے دگنا کر دیا ہوگا۔

سپرٹ کا لائسنس پانچ گیلن کا ڈی سی نے حکم دیدیا تھا۔ اب تک منور احمد کو کاغذات نہیں ملے اس کی طرف بھی توجہ کریں۔ اور اس کے ساتھ ایک حکم بھی دفتر کا ہوتا ہے کہ انڈسٹریل پرمٹ پر ان کو پٹرول دیا جائے یہ تحریر بھی لے لینی چاہیئے۔ والسلام

خاکسار

آپ کے اہل وعیال تو غالباً یہاں ہیں پھر آپ کیوں نہیں آتے۔ (دستخط) مرزا محمود احمد"

اس خط میں 'میاں صاحب' سے مراد میرے عزیز دوست میاں عطاء اللہ صاحب ہیں۔

آپ کی شفقت اور مہمان نوازی کا یہ عالم ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ ہفتہ کی شام کو قادیان حاضر ہوتا تو مسجد مبارک میں ہی فرما جاتے کہ کھانا میرے ساتھ کھائیں۔ پھر کھانے پر باتیں ہوتی رہتیں۔

ایک دفعہ حضور نے مجھے گورداسپور تار بھیجا کہ حضور میرے پاس تشریف لا رہے ہیں۔ میں اتفاق سے موضع اٹھوال میں جماعت کے جلسہ پر گیا ہوا تھا اس لئے تار نہ مل سکا۔ حضور تشریف لائے اور اس عاجز کے مکان کے سامنے سڑک پر ڈیڑھ دو گھنٹے تک کار میں ہی میرا انتظار فرماتے رہے۔ اور پھر تشریف لے گئے۔ حضور ڈلہوزی سے واپسی پر بھی بعض دفعہ میرے پاس ٹھہر کر قادیان تشریف لے جاتے۔ یہ ایک نہایت ہی ادنیٰ خادم کی دلداری کے طور پر ہوتا۔

۱۹۴۴ء میں میرے ایک دوست کی وجہ سے مجھے گورداسپور سے باہر مستقل سرکاری وکالت کی پیشکش کی گئی۔ میں نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ اس بارہ میں حضور کا میرے لئے کیا حکم ہے۔ حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت چوہدری فتح محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت میاں صاحب اور چوہدری صاحب نے جو مشورہ دیا اور اس پر جو حضور نے تحریر فرمایا وہ اصل خط میرے پاس ابھی تک موجود ہے وہ یہاں نقل کرتا ہوں۔ اس سے حضور کی اپنے خدام کے معاملات میں دلچسپی اور باریک نظری کھلے طور پر نظر آتی ہے:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

هو الناصر ... D.NO - 455 / 24.11.44

سیدنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضور نے مکرمی مرزا عبد الحق صاحب کے خط پر جس میں

انہوں نے حضور سے مشورہ مانگا ہے۔ مگر چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور خاکسار کی رائے پوچھی ہے۔ جواباً عرض ہے کہ ہم دونوں نے اس بات میں باہم مشورہ کیا ہے۔ دلائل میں دونو متفق تھے کہ تجویز زیر غور میں یہ فائدے کے پہلو بھی اور یہ نقصان کے مگر نتیجہ میں آکر اختلاف تھا کیونکہ مکرمی چوہدری صاحب یہ نتیجہ نکالتے تھے کہ بحیثیت مجموعی اس پہلو کو غلبہ ہے کہ مرزا صاحب پی پی مقرر ہو جائیں مگر میں یہ نتیجہ نکالتا تھا اور نکالتا ہوں کہ بحیثیت مجموعی مرزا صاحب کا گورداسپور میں آزاد رہ کر پریکٹس کرنا جماعتی مفاد اور خود ان کے ذاتی مفاد کے لحاظ سے بہتر ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پی پی مقرر ہونے ہی مرزا صاحب کو گورداسپور سے چلے جانا ہوگا کیونکہ انہیں افسران بالا اس ضلع میں نہیں رہنے دیں گے۔ تو گویا ہم نے اس لحاظ سے دیکھنا ہے کہ مرزا صاحب سرکاری وکیل ہو کر باہر جانا منظور کرلیں یا کہ یہیں گورداسپور میں پرائیویٹ پریکٹس کرتے رہیں۔ سرکاری وکیل بننے میں مرزا صاحب کے لئے ذاتی فائدہ اس قدر ضرور ہے کہ ایک باعزت عہدہ ملتا ہے۔ اور ماہوار آمد معین اور باقاعدہ صورت اختیار کرلیتی ہے۔ مگر ذاتی لحاظ سے ان کا یہ نقصان ہے کہ ان کی موجودہ آمد سرکاری وکیل کی تنخواہ سے کم از کم فی الحال زیادہ ہے۔ اور باہر جانے سے وہ قادیان کی ہفتہ وار آمد اور مرکزی جماعت کی خدمت سے محرومی کے دکھ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کی طبیعت اور لمبی عادت کے لحاظ سے ان کے لئے یہ واقعی ایک بھاری تکلیف اور نقصان ہے۔ اور پھر غالباً وہ اپنی عادت کے لحاظ سے سرکاری ملازمت کی پابندیوں کو بھی نہ برداشت کرسکیں گے۔ دوسری طرف اگر وہ گورداسپور میں آزاد پریکٹس کریں تو ایک تو ان کو وہ ذاتی فائدہ حاصل ہوتا ہے جو اوپر درج ہے اور دوسرے وہ ضلع کے مرکز میں جو خاص اہمیت رکھتا ہے جماعت کی نمائندگی اور جماعتی مقدمات میں پیروی کی خدمت بجالاسکتے ہیں۔ ان کا وجود ضلع کے مرکز میں واقعی بے حد غنیمت ہے۔ یہ ممکن ہے کہ چونکہ جماعت بڑھ رہی ہے اسلئے اگر کل کو گورداسپور میں کوئی اور احمدی وکیل بھی پریکٹس شروع کرے تو اس کا وقتی اثر مرزا صاحب کی آمد پر پڑے۔ مگر یہ اثر اگر ہوا بھی تو وقتی ہی ہوگا اور بہرحال دوسرے ذاتی اور جماعتی مفاد زیادہ وزن دار نظر آتے ہیں۔ پس سارا مباحثہ کے بعد ہم دونوں اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ بحیثیت مجموعی مرزا صاحب کے لئے گورداسپور میں آزاد پریکٹس کرنا ہی بہتر ہے۔ واللہ اعلم

فقط والسلام
خاکسار فتح محمد سیال
خاکسار
(دستخط) مرزا بشیر احمد [illegible] ۲۱

اب مجھے بھی انشراح ہے کہ مرزا صاحب کو گورداسپور میں رہنا چاہیئے۔
(دستخط) فتح محمد سیال

P.S یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے متعلق جو تحریک از خود ہوچکی ہے اسے اپنی طرف سے آگے نہ چلایا جائے اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ "B.A (INITIALLED)"

(ریمارکس حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بر خط نمبر D. NO. [illegible] 21-11-44)

"مرزا صاحب کو سمجھایا جائے۔
میرا پہلے خیال تھا کہ آپ کا فائدہ پی پی بننے میں ہے مگر اب میری یہ رائے بدل چکی ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا تھا میرے نزدیک ایسے عہدہ عزت کا موجب ہیں اور وہ لوگ ان کو قبول کرسکتے ہیں جن کے پاس کچھ پس انداز ہو۔ آپ کے پاس روپیہ نہیں اور اللہ تعالیٰ زندگی بخشے تو دوبارہ پریکٹس کا چلانا بہت مشکل ہوگا۔ اس لئے اب کہ پریکٹس چل چکی ہے پی پی بننے میں خاص فائدہ نہیں۔ مگر بہتر ہوگا کہ استخارہ بھی کرلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کا علم دوسری بات ہو۔ والسلام
خاکسار
(دستخط) مرزا محمود احمد" R 555 / 21.11.44

میں نے اس کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ سرکاری وکالت نہ لی جائے۔

ایک دفعہ ایک مقدمہ میں مخالفین نے حضور کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی۔ اس مقدمہ کی پیروی میرے سپرد تھی۔ مکرم مولوی فضل دین صاحب پلیڈر میری امداد کرتے تھے۔ غالباً یہ کیس تھا حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض اور دوست اس کی تاریخوں پر کارروائی دیکھنے کے لئے موجود رہتے تھے۔ ایک روز معاملہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے یہ بزرگ ٹیکسی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تجویز کیا کہ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو تار دے کر پیروی کے لئے بلالیا جائے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ حضور فرمانے لگے۔ نہیں اس کی کیا ضرورت ہے۔ عبدالحق ہی پیروی کرے۔ اسی وقت حضور نے مجھے اپنی ایک قمیض دی کہ پیروی کرتے وقت یہ اندر سے پہن لیا کریں۔ یہ قمیض ابھی تک میرے پاس پڑی ہے۔ یہ اعتماد کی عجیب مثال ہے۔ میری پریکٹس اس وقت صرف دو تین سال کی تھی۔

پاکستان بننے کا اعلان ہوا اور قادیان ہندوستان میں کردیا گیا تو حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں قادیان کی حفاظت کے لئے چند ماہ تک وہاں ٹھہر جاؤں۔ میرے لئے یہ عین راحت کی بات تھی۔ چنانچہ میں آخری قافلہ کے آنے تک (۱۶ [illegible] تک) وہاں رہا اور حضور کی طرف سے مفوضہ کام سرانجام دیتا رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب بھی وہیں تھے۔ ہم تینوں حضور کے حکم کے تحت آخری قافلہ میں آئے۔

حضرت صاحب نے ایک دن پہلے ہم تینوں کو ایک مشترکہ خط لکھا جس میں ہمیں یوں مخاطب فرمایا:—
"عزیزان مرزا ناصر احمد (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث) و مرزا منور احمد و مرزا عبدالحق۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

اس خط میں ہمارے لئے مفصل ہدایات تھیں۔ اور یہ تھا کہ ہم فلاں فلاں جگہ دُعا کریں اور پھر آئیں۔ میرے جیسے عاجز انسان کے لئے حضور کا یہ طرزِ خطاب جس میں اپنے دو دیگر گوشوں کے ساتھ اس عاجز کو شامل فرما دیا کیسا راحت بخش تھا۔ یہ خط حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پاس رہا۔

قادیان میں ہی حضور نے مجھے تحریر فرمایا کہ پاکستان میں جس جگہ ہمارا مرکز بنے گا وہ جھنگ کے ضلع میں ہے لیکن سرگودھا سے قریب ہے۔ اور فرمایا کہ یہ عاجز انتخاب کرلے کہ ان دو ضلعوں میں سے کہاں پریکٹس کرے گا۔ میں نے سرگودھا کو پسند کیا۔ اور سرگودھا میں ہی ۱۹۴۸ء ۲/۱ کو بطور سرکاری وکیل متعین ہوا۔ اور ۶ سال سرکاری وکیل رہا۔ اسکے بعد میرا یہاں سے تبادلہ کیا گیا تو میں نے حضور کی اجازت سے استعفیٰ دیدیا اور اپنی پریکٹس شروع کردی۔

اب چند ایک واقعات سرگودھا کے بھی لکھتا ہوں۔ جو حضور کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

غالباً ۱۹۵۰ء میں حضور نے مجھے تحریر فرمایا کہ حضور اس عاجز کے ساتھ سکیسر پہاڑ پر جانا چاہتے ہیں۔ اور اس عاجز سے تاریخوں کے متعلق دریافت فرمایا کہ میرے لئے کونسی مناسب رہیں گی۔ میں نے عرض کر دیا۔ چنانچہ اس روز حضور یہاں تشریف لے آئے اور مجھے ساتھ لے لیا۔ راستے میں فرمانے لگے ہم دو دن پہلے بھی سکیسر ہو آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا وہ کیسے۔ فرمانے لگے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواہش کا اظہار کیا تھا۔ ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے انہیں اسی روز لے گیا۔ اور آپ کا پروگرام اسی طرح رہنے دیا تاکہ آپ کو تکلیف نہ ہو۔ میں سخت متعجب ہوا کہ حضور نے میری سہولت کا اتنا خیال رکھا اور خود اتنی تکلیف اٹھائی کہ صرف دو دن پہلے اتنا لمبا سفر کیا۔ سکیسر میں دو تین دن حضور کی باتیں گھنٹوں گھنٹوں روزانہ سننے کا موقعہ ملا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یہاں کی مہمانی میرے ذمہ رہنے دیں۔ فرمانے لگے نہیں آپ ہمارے مہمان ہیں۔

۱۹۵۰ء میں حضور نے ابتداءً ایک سال کے لئے صوبائی امارت قائم فرمائی۔ ان تجربہ کے بعد اسے مستقل کر دیا۔ پہلے انتخاب میں ہی اس عاجز کو چُنا گیا۔ حضور کی خدمت میں انتخاب کی رپورٹ بھیج دی گئی۔ اسی روز شام کو چائے کی ایک تقریب تھی۔ وہاں اس عاجز کو مخاطب ہو کر حضور فرمانے لگے:-

"سُنا ہے قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔ آپ اتنا بڑا کام کیسے کریں گے"؟

میں نے عرض کیا حضور جو ہدایت اور حکم دیں گے اس کے مطابق انشاء اللہ کرتا جاؤں گا۔

حضور کی ایک خاص خصوصیت محنت اور جفاکشی تھی۔ ایک دفعہ میں نے بٹالہ کے سٹیشن پر آپ سے آپ کا روزانہ کا معمول پوچھا۔ فرمانے لگے میں رات کو ایک ایک بجے تک پڑھتا رہا ہوں۔ یہاں تک کہ میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے تھے۔ پھر تہجد کے لئے بھی اُٹھتا تھا۔ اور صبح کی نماز کے بعد سوتا بھی نہ تھا۔ اب اتنا نہیں کر سکتا۔ اور صبح کی نماز کے بعد سو جاتا ہوں۔ یہ قریباً ۱۹۴۲ء کی بات ہے۔

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حضور میرے یا بعض اور دوستوں کے ساتھ رات کو دو دو بجے تک کام کرتے۔ جن دنوں جماعت کے لئے کوئی خاص مشکلات ہوتیں ان دنوں تو کوئی حد ہی نہ رہتی۔ اور محنت اور جفاکشی میں سب کو مات کر دیتے۔

میری داستان بہت لمبی ہے۔ چند ایک باتیں جو مستحضر تھیں لکھ دی ہیں۔ دراصل میری ساری عمر ہی اس وجود کے گرد چکر لگانے میں گزری۔ اس میں مجھے خدا نظر آیا۔ خدا کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کا مسیح (علیہ السلام) نظر آئے۔ اس میں ایک عجیب کشش تھی جو ہر وقت کھینچتی رہی۔ وہ حسن اور احسان وہ شفقت اور وفا۔ وہ رہنمائی اور دلداری۔ وہ ظاہری اور باطنی علوم سے مزین ہونا اس زمانہ میں کسی اور جگہ نظر نہ آیا۔ اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں اس پر ٭



مولانا برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم
قادیان

ہمارے محسن آقا سیدنا محمود رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گزشتہ نصف صدی میں اپنے اعزاء و اقارب، دوستوں اور بیگانوں بلکہ معاندین کے ساتھ جو حسن سلوک اور عظیم احسانات کئے ہیں۔ ان کا کسی قدر اندازہ اس جذبۂ محبت، عقیدت اور جانفشانی سے کیا جا سکتا ہے۔ جو آپ سے تعلق رکھنے والے احباب کو آپ کے محسن وجود کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ سچ ہے ؎

جبلت القلوب علیٰ حب من احسن الیہا۔

(۱)

اواخر ۱۹۳۴ء کا ذکر ہے کہ احراریوں کی مخالفت زوروں پر تھی۔ بعض انگریز افسر بھی احرار کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس وجود خاص طور پر مخالفین کی شرارتوں کا ہدف بنا ہوا تھا۔ ان خطرات کے پیش نظر جماعت کی طرف سے حضورؓ کے حفاظتی پہرہ کا خاص انتظام تھا۔ علاوہ مستقل پہریداروں کے قادیان کے محلہ جات سے رضا کارانہ طور پر احباب قصر خلافت اور مسجد مبارک وغیرہ مقامات پر پہرہ کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ خاکسار اس وقت تعلیم الاسلام ہائی سکول میں نویں جماعت کا طالبعلم تھا اور قصر خلافت میں بعض دوسرے احباب کے ساتھ پہرہ کی ڈیوٹی ادا کر رہا تھا۔ ہم لوگ قصر خلافت کے نیچے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رات کے دو بجے کا وقت تھا کہ بیرونی دروازہ پر کسی نے زور سے دستک دی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو دوست ڈیروال (ضلع امرتسر) سے سائیکلوں پر آئے ہیں۔ وہاں پر چوہدری محمد لطیف صاحب باجوہ سب جج جو اس حلقہ کی تبلیغی تنظیم کے انچارج تھے۔ سخت بیمار ہو گئے تھے اور انہوں نے علاج کے انتظام کے لئے حضورؓ کے نام رقعہ بھیجا تھا۔

ہماری طرف سے ان دوستوں کو مشورہ دیا گیا۔ کہ آپ ہسپتال جا کر مکرم چوہدری صاحب کی بیماری کی تفصیل ڈاکٹر صاحب کو بتائیں اور حسب حالات دوائی لے جائیں یا ڈاکٹر کا ساتھ جانا ضروری ہو تو ڈاکٹر صاحب کو ساتھ لے جائیں۔ اس وقت رات کے دو بجے حضرت صاحب کو بیدار کرنا اور تکلیف دینا مناسب نہیں لیکن ان واردین نے اصرار کیا کہ ان کا رقعہ اسی وقت حضورؓ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ ورنہ نقصان کی ذمہ داری پہریداروں پر ہو گی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ "ہم بڑی مشکل سے ہرچووال کی نہر کے راستہ یہاں پہنچے

ہیں۔ راستہ میں گھوڑیوں پر سوار ڈاکوؤں نے ہمیں گھیرے میں لے لیا تھا۔ اتفاق سے ہمارے پاس ٹارچ تھی جس کی روشنی سے ڈاکوؤں کی گھوڑیاں بدک گئیں اور ہم ڈاکوؤں سے بچ کر قادیان پہنچ گئے"۔ بہرحال ان کے شدید اصرار پر ہم نے مستقل پہرہ کے منشی صاحب کو اٹھایا اور ان سے تسلی کرنے کے بعد دروازہ کھلوا کر اوپر قصر خلافت کی سیڑھیوں کا سلسلہ دروازہ سے پہلے دستک دی۔ حضورؓ خود تشریف لائے اور رقعہ پڑھا۔ اور ہسپتال کے ڈاکٹر کے نام ہدایت تحریر فرمائی کہ وہ فوراً ضروری ادویہ لے کر تیار ہو جائیں۔ چوہدری صاحب ضرور۔ یہ خود بھی تحریر فرمائیں اور حکم دیا کہ اسی وقت میری کار اور ڈرائیور کو تیار کیا جائے اور ڈاکوؤں کے خطرہ کے پیش نظر احتیاطاً دو تین رسیلے احباب کو بھی بندوقوں کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ جب ڈاکٹر صاحب مع سامان کار پر روانہ ہو جائیں۔ تو مجھے اطلاع دی جائے۔ چنانچہ صبح چار بجے کے قریب اطلاع ملی کہ کار بمعہ ڈاکٹر و ادویہ اور دوسرے احباب کے ڈیروال کی طرف روانہ ہو گئی ہے۔ حضور انورؓ اس وقت تک اپنے کمرہ میں منتظر بیٹھے رہے۔ اور اطلاع ملنے پر استراحت کے لئے اندر تشریف لے گئے۔ حضورؓ کی اس شفقت، ہمدردی اور احسان کو جو آپ نے اپنے ایک خادم کے لئے ظاہر فرمایا باوجود اسقدر زمانہ کے ہم بھول نہیں سکتے۔

(۲)

قادیان کے اکثر احباب سلسلہ کے ایک شدید معاند ڈاکٹر گربخش سنگھ کو جانتے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف کا مکان قصر خلافت کے سامنے حضرت سید ناصر شاہ صاحبؓ کے مکان کے متصل جانب شمال واقع ہے۔ یہ شخص قادیان میں معاندین سلسلہ کا سرگروہ تھا اور حضرت اقدسؑ اور آپ کی جماعت کے خلاف مخالفت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا۔ حضورؓ باوجود اس کی معاندانہ روش کے اس کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ تقسیم ملک کے بعد جب حضرت اقدسؓ پاکستان ہجرت فرما گئے۔ تو ڈاکٹر گربخش سنگھ اور ان کے خاندان کو اپنے ہم مذہب پناہ گزینوں سے واسطہ پڑا۔ تو ان کو حضرت صاحب اور آپ کی جماعت کے اخلاق کی برتری اور محاسن کا احساس ہوا۔ اور وہ برملا حضورؓ اور جماعت کی تعریف کرنے لگے۔

اس سلسلہ میں ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ "میری بھانجی الف۔ اے میں تعلیم پاتی تھی اور ریاضی کا مضمون لیا ہوا تھا۔ اس مضمون میں وہ کمزور تھی۔ لہٰذا ٹیوشن رکھنے کی ضرورت پڑی۔ قادیان میں سوائے احمدیہ جماعت کے افراد کے اور کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مکرم عبدالسلام صاحب اختر فلاسفی میں ایم۔ اے ہیں۔ میرے ان کے والد صاحب مکرم ماسٹر محمد علی صاحب بی اے بی ٹی سے اچھے مراسم تھے۔ چنانچہ میں ان کے پاس حاضر ہوا۔ اور اپنی بھانجی کے لئے عبدالسلام صاحب اختر کو ٹیوشن پڑھانے کی اجازت دینے کی درخواست کی۔ جناب ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ "میرا لڑکا عبدالسلام تو وقف زندگی ہے۔ اور اس کے وقت کا ایک ایک منٹ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت تصرف ہے۔ اگر

اگر حضرت صاحب اجازت دیدیں تو وہ بخوشی یہ خدمت بجا لا سکتا ہے۔" ان دنوں میں نے حضرت صاحب اور جماعت کے خلاف کچھ مقدمات کئے ہوئے تھے۔ اور میرے تعلقات حضور کے ساتھ بہت کشیدہ تھے۔ لہٰذا میں حضرت صاحب کی خدمت میں مکرم عبدالسلام صاحب کو اجازت دینے کے لئے کہنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن جب پڑھانے کا کوئی اور انتظام نہ ہو سکا۔ تو مجبوراً میں نے حضور کی خدمت میں اپنی غرض کے لئے ایک رقعہ لکھا۔ حضور نے اس پر بخوشی عبدالسلام صاحب کو اجازت دیدی۔ چنانچہ مکرم عبدالسلام صاحب کئی ماہ تک میری بھانجی کو پڑھاتے رہے۔ میں نے ان کو ٹیوشن فیس دینا چاہی لیکن انہوں نے کہا کہ میں حضرت صاحب کے حکم کے ماتحت بطور ڈیوٹی پڑھاتا رہا ہوں۔ اس کا معاوضہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نتیجہ نکلنے پر یہ لڑکی اچھے نمبروں پر پاس ہوئی اور میں ایک تھال میں مٹھائی اور مبلغ دس؍ روپیہ لے کر عبدالسلام صاحب کے گھر پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ مٹھائی اور روپیہ نہیں لے سکتا اگر آپ چاہیں تو حضرت صاحب کے پاس لے جائیں چنانچہ میں نے وہ رقم اور مٹھائی حضور کی خدمت میں بھجوائی۔ حضور نے بچی کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔ میں نے جو بچی کی پڑھائی کا انتظام کیا ہے وہ کسی معاوضہ کے لئے نہیں تھا۔ حضور نے مٹھائی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعہ تقسیم کرا دی اور رقم مجھے واپس کر دی۔ آپ کے اس حسن سلوک کا میرے دل پر بہت گہرا اثر ہے۔ اگرچہ میں بعد میں بھی جماعتی مخالفت کرتا رہا۔ لیکن حضور کے اس احسان کے نیچے میری گردن خم ہے۔"

(۳)

غالباً ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے۔ کہ قادیان سے موضع ناتھ پور کی طرف کبڈی کا ایک میچ ہوا۔ ہماری قادیان کی احمدی ٹیم کے مقابل پر گرد و نزدیک کے سکھ دیہات کے کھلاڑی تھے۔ یہ میچ بہت اہم تھا۔ اور میچ سے قبل تمام علاقہ میں اس کے متعلق ڈھونڈی پٹائی گئی تھی۔ چنانچہ علاقہ کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ دیہاتی اپنے رواج کے مطابق لاٹھیاں ساتھ لائے لیکن ہمارے احباب سوائے نیشنل کور کے چند نوجوانوں کے بالکل نہتے تھے۔ میچ کے دوران میں کسی بات پر اختلاف ہو گیا۔ اور باوجود سمجھانے کے دیہاتی سکھوں نے جن میں سے بہت سے شراب کے نشہ میں چور ہونے کی وجہ سے مشتعل تھے۔ ہمارے نہتے دوستوں پر لاٹھیوں سے حملہ کر دیا۔ ہمارے احباب نے کھیتوں سے مٹی کے ڈھیلے اٹھا اٹھا کر اپنے دفاع کے لئے پھینکنے شروع کئے۔ چونکہ قادیان کے احمدیوں کی تنظیم اور بہادری کا تمام علاقے پر رعب تھا اس لئے حملہ آور ناتھ پور کے گاؤں کی طرف پسپا ہونے لگے۔ اور ہمارے دوستوں کا ایک حصہ جن میں کافی تعداد نو عمر لڑکوں کی بھی تھی آگے بڑھتے گئے گاؤں کے قریب سکھوں نے دوبارہ لاٹھیوں سے حملہ کیا۔ اور ہمارے احباب مقابلہ کرتے ہوئے زخمی ہو گئے۔ (میاں احمدین صاحب مرحوم کو خاص طور پر شدید چوٹیں آئیں) چونکہ شام ہو گئی تھی اور اندھیرا چھا گیا تھا اس لئے احباب نے مزید آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور واپس لوٹ آئے۔

جب حضرت اقدسؓ کی خدمت میں اس ہنگامے کی اطلاع ملی۔ تو آپ کو بہت فکر اور اضطراب ہوا۔ اور

آپ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں تشریف لے آئے۔ اور حکم دیا کہ محلہ جات کے تمام احمدی افراد کی حاضری لی جائے۔ اور پڑتال کی جائے کہ کوئی احمدی ایسا تو نہیں جو اس لڑائی کے نتیجہ میں ابھی تک گھر نہ پہنچا ہو۔ چنانچہ آپ کئی گھنٹوں تک مدرسہ احمدیہ کے صحن میں انتظار فرماتے رہے اور آپ کی حالت اس وقت اس شفیق ماں کی طرح تھی جس کے بچے خونخوار جنگ میں گئے ہوئے ہوں۔ اور وہ ان کے سلامتی سے واپس آنے کے لئے شدید بے چینی سے منتظر ہو۔ چنانچہ جب تک ہر محلہ سے ایک ایک احمدی کی بخیریت واپسی کی اطلاع حضور کو نہ مل گئی۔ آپ گھر تشریف نہ لے گئے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ اس وقت مکرم شیخ عبداللطیف صاحب حبشہ جو کور کے والنٹیر تھے اور اسی خونی مقابلے میں پیش پیش تھے کا پتہ نہ چل سکا۔ اور وہ غالباً دوسرے دن صبح زخمی حالت میں گنوں کے ایک کھیت میں سے ملے تھے۔ یہ ہنگامہ تو سالہا سال پیشتر گذر چکا ہے۔ لیکن ہمارے شفیق اور محسن آقا کی شفقت، احسان اور اپنی جماعت کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کی یاد ابتک تازہ ہے۔

(۴)

محترم نبی خانصاحب مرحوم کو بہت سے احباب جانتے ہیں۔ خانصاحب مرحوم نے سالہا سال تک دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں نہایت اخلاص اور محنت سے خدمات سرانجام دیں۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو اس کے چند دن بعد میں لاہور سے قادیان ریل گاڑی پر آ رہا تھا۔ اتفاق سے خانصاحب کے بڑے لڑکے عبدالرحمٰن خانصاحب میرے ہم سفر ہو گئے۔ میں نے ان سے اظہار تعزیت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ "بے شک ہم اپنے والد صاحب کی محبت اور شفقت سے محروم ہو گئے ہیں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن سلوک اور محسنانہ برتاؤ نے ہمارے صدمہ رسیدہ دلوں کو تسکین بخشی ہے۔ اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ حضور اقدسؓ کے وجود میں ہمیں اپنے باپ سے بڑھ کر شفیق ہستی مل گئی ہے۔ میرے والد صاحب کی وفات پر حضور نے میرے بھائی عزیزم عبداللطیف صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ اپنی والدہ صاحبہ سے پوچھ کر بتاؤ کہ ان کے ذمہ کوئی قرض تو واجب الادا نہیں۔ حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ مبلغ سات سو روپیہ سے کچھ زائد رقم واجب الادا ہے۔ حضور نے فوراً وہ رقم ادا کرنے کا انتظام فرما دیا اور میرے چھوٹے بھائی کو باوجود کم تعلیم کے فوری طور پر اپنے دفتر میں کارکن مقرر فرما دیا۔ بیشک والد محترم کے داغ مفارقت دینے سے ہمیں رنج اور تکلیف پہنچی جو ایک طبعی امر ہے۔ لیکن حضور کے محسنانہ سلوک نے ہمارے دلوں پر جو تسکین کا پھایا رکھا ہے اس سے ہمارے غم کا مداوا ہو گیا ہے۔"

(۵)

۱۹۴۶ء کے قریب جب نواکھلی (بنگال) میں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ اور ہندوؤں کا بہت سا جانی اور مالی نقصان ہوا اور گاندھی جی حالات کی درستی کے لئے نواکھلی گئے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جن کا دل شفقت علیٰ خلق اللہ کے جذبہ سے معمور تھا نے مبلغ پانچ ہزار روپیہ بذریعہ تار مظلوم ہندوؤں کی امداد

سکے لئے گاندھی جی کو بھجوایا۔ اسی طرح جب صوبہ بہار میں مسلمانوں کے خلاف وہاں کے ہندوؤں نے قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا اور بہار کی حکومت بھی بعض اہلکاروں سے کام لیتے ہوئے اس خونی ہنگامہ کو فرو نہ کر سکی تو حضرت خلیفۃ المسیح کا حساس اور شفقت سے بھرپور دل مسلمانوں کی اس مصیبت سے بہت آزردہ ہوا۔ اور آپ نے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کو ریلیف کے کام کے لئے فوراً مبلغ پانچ ہزار روپیہ بھجوایا۔ اور مرکز سے ایک وفد ریلیف کے کام کے سلسلہ میں بھجوانے کا انتظام فرمایا۔ اس وفد کے ڈاکٹروں کے پہلے وفد میں محترم ڈاکٹر صوفی احمد صاحب اور محترم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب (حال سرگودھا) تھے اور دوسرے وفد میں محترم ڈاکٹر بدرالدین صاحب مرحومؓ اور محترم ڈاکٹر محمد جی صاحب شامل تھے۔ نیز صوبہ بہار کے کئی نوجوان جو اس وقت قادیان میں رہتے تھے بھی وفد میں شریک ہوئے۔ ان میں محترم پروفیسر سید فضل احمد صاحب (حال ایم ایس۔ پی پٹنہ) پروفیسر عباسی بن عبد القادر صاحب اور پروفیسر یحییٰ بن عیسیٰ صاحب بھی تھے۔ خاکسار بھی اس وفد میں مرکزی نمائندہ کے طور پر شامل تھا۔ اس وفد کے ذریعہ بھی حضور نے ہزاروں روپیہ ریلیف کے کام پر خرچ فرمایا۔ اور تارا پور کیمپ میں سر فیروز خان صاحب نون نے ہمارے کام کے معائنہ کے بعد جماعت احمدیہ کے کام کی خاص طور پر تعریف کی اور جزاکم اللہ احسن الجزاء کہا۔

اسی زمانہ کے قریب مراد آباد کے شہر کے ایک حصہ میں آگ لگ گئی جس میں ایک احمدی گھرانے کا بھی نقصان ہوا۔ جب اس کی اطلاع حضور کو ملی تو آپ کا حلیم دل بے تاب ہو گیا۔ اور آپ نے فوراً پانچصد روپیہ بذریعہ مکرم سید جواد صاحب (حال بلدہ) بھجوایا اور اس طرح اس مصیبت زدہ کنبہ کو اپنے احسان اور شفقت سے سہارا دیکر نوازا۔ اس بروقت امداد سے اس علاقہ کے لوگوں پر جماعت احمدیہ کے مقدس امام کی ہمدردی کا بہت اثر ہوا۔ فالحمد للہ۔

(۶)

مصری فتنہ میں فخر الدین ملتانی پیش پیش تھا۔ اس نے اپنی زبان اور قلم سے حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کے خلاف انتہائی سب و شتم اور بہتان طرازی سے کام لیا۔ اور اس کی اشتعال انگیزی انتہا تک پہنچ گئی تھی۔ اس کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس خاندان سے عناد اور دشمنی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ لیکن اس کی موت کے بعد اس کی بیوی نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مالی تنگی اور سامان خورد و نوش سے تہی دستی کا ذکر کرتے ہوئے امداد کی درخواست کی۔ باوجود اس کے کہ فخر الدین اور اس کے شر پسند ساتھیوں سے حضور کو سخت اذیت پہنچ چکی تھی۔ اور ان کا اٹھایا ہوا فتنہ جاری تھا۔ اس کی بیوہ اور بچوں کی زبوں حالی سے مطلع ہو کر آپ کے دل میں رأفت اور ہمدردی کا چشمہ جوش زن ہوا اور آپ نے ان کے لئے سامان خورد و نوش اور دیگر ضروریات کو مہیا کرنے کے لئے وظیفہ کا انتظام فرما دیا۔ یہ آپ ہی کا لطف و احسان تھا کہ آپ نے ایک دشمن کے کنبے کو فاقوں

سے بچا لیا۔ جبکہ اس کے نام نہاد دوست اس کی کوئی اعانت نہ کر سکے۔

حضور نے اعلان فرمایا تھا کہ آپ سوائے اپنے رشتہ داروں یا واقفین زندگی کے دوسرے احباب جماعت کے نکاحوں کا اعلان کرنے کے لئے فرصت نہ نکال سکیں گے۔ لیکن جب فخر الدین ملتانی کے لڑکے نے کہا کہ اس کی ہمشیرہ کا نکاح اگر حضور خود پڑھانا منظور فرما دیں تو اس کا رشتہ احمدیوں میں ہو سکتا ہے۔ ورنہ کوئی احمدی اس کا رشتہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تو آپ نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے فخر الدین کی لڑکی کے نکاح کا اعلان خود فرمایا۔ اور یہ ثابت کیا کہ آپ کی ہمدردی اور احسان کا جذبہ دشمنوں کے لئے بھی اسی طرح جوش زن ہے جیسے اپنے دوستوں کے لئے۔

(۷)

جنگ عظیم دوم کے دوران میں انگریزوں نے جو قیدی اٹلی کی فوج سے گرفتار کئے تھے۔ ان کو "یول کیمپ" جو دھرم سالہ کے قریب ہے میں نظر بند کیا۔ کچھ عرصہ بعد ان قیدیوں کو نقل و حرکت کی سہولتیں دیدی گئیں۔ چنانچہ وہ اجازت سے پنجاب کے مختلف علاقوں میں گھومنے پھرنے لگے۔ ان میں سے ایک ریڈیو انجینئر مسلمان ہو گیا اور اس کا نام "فاروق" رکھا گیا۔ وہ ہمارے بعض احباب کے ساتھ جو سیر و تفریح کے لئے دھرم سالہ کی طرف گئے تھے مانوس ہو کر قادیان آگیا۔ یہاں پر اس کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ وہ چند دن یہاں رہ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس عرفان میں بھی شریک ہوتا رہا۔ اور احمدیت کی تعلیمات سے بہت متاثر ہوا۔ رخصت کے چند دن گزارنے کے بعد وہ واپس "یول کیمپ" چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر قادیان آیا۔ اس کے پاس سفر کے اخراجات نہ تھے۔ لہٰذا وہ اپنی سونے کی انگوٹھی بیچ کر یہاں آیا۔ جب رخصت کے ایام گزارنے کے بعد وہ واپس جانے لگا تو اس نے بتایا کہ بوجہ قیدی ہونے کے اس کے پاس کرایہ وغیرہ کی رقم نہ تھی اور اس کو سونے کی انگوٹھی بیچ کر سفر کے اخراجات کا انتظام کرنا پڑا ہے۔ لیکن اب واپسی کرایہ کی رقم اس کے پاس نہیں اور قادیان میں بھی اس کے کچھ اخراجات ہو چکے ہیں۔ اس کی اس حالت کے پیش نظر مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب واقف زندگی اور خاکسار نے اخراجات کا اندازہ کر کے حضور کی خدمت میں تیس پینتیس روپیہ کی سفارش کی۔ حضور نے اس سفارش کو پڑھ کر فرمایا کہ یہ معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ یورپین لوگ کھلا خرچ کرنے کے عادی ہیں۔ مبلغ پینتیس روپے سے ان کا گذارہ نہ ہو سکے گا۔ ان کو مبلغ پانچصد روپیہ دیا جائے۔ حضور کی اس مہربانی اور شفقت کا فاروق صاحب پر بہت اثر ہوا۔ اور وہ بشاشت قلب اور جذبات تشکر سے معمور ہو کر واپس لوٹے۔ اپنے وطن جانے سے پہلے وہ ایک دفعہ پھر قادیان آئے۔ حضور سے بھی آخری دفعہ ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اور اپنے وطن میں تبلیغ کے متعلق حضور سے زبانی اور تحریری ہدایات لے کر اپنے وطن چلے گئے۔ بعد میں کچھ عرصہ تک ان کے خطوط آتے رہے۔ معلوم نہیں اب وہ کہاں ہیں۔ اور ان کے حالات کیسے ہیں۔ لیکن ہمارے آقا کی شفقت

اور مشفقانہ سلوک کا نمونہ جو ایک اجنبی کے متعلق آپ نے ظاہر فرمایا ہمارے قلوب پر مرتسم ہے۔

(۸)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غریبوں اور بیکسوں کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کرنے کا خاص طور پر خیال رہتا۔ آپ پسماندہ اقوام کو ابھارنے اور ترقی دینے کے لئے ہمیشہ پیش پیش تھے۔ وہ لوگ جو منوجی کے ذات پات کے قوانین کے ماتحت شودر یا اچھوت قرار پا کر مدتوں سے انسانی حقوق سے محروم تھے خاص طور پر آپ کی توجہ کا مرکز تھے۔ آپ کی توجہات کریمانہ سے قادیان کے خاکروب اسلامی مساوات و برادری میں شامل ہو چکے تھے۔ آپ نے اپنے صرف خاص سے ان پسماندہ لوگوں کے بچوں کو ایم۔ اے تک تعلیم دلانے کے وظائف دینے کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ حضور کی امداد سے کئی لڑکے میٹرک تک تعلیم پاکر عزت نفس کے نوکر ہو گئے۔

ریاست کشمیر میں مسلمان اکثریت کی حالت بہت گری ہوئی اور قابل افسوس تھی اور ڈوگرہ راج ان کو مظالم کا تختۂ مشق بنائے ہوئے تھا۔ چنانچہ آپ نے ان بےکس کشمیریوں کو انسانی حقوق دلانے کے لئے بحیثیت "صدر کشمیر کمیٹی" جو کارہائے نمایاں کئے ہیں وہ تاریخ انسانیت کا ایک قیمتی ورق ہیں۔

(۹)

حضور اقدس کا وجود قادیان اور ربوہ کے مراکز اور جماعت کے لئے ابر رحمت تھا۔ آپ یتیموں اور بیواؤں کے لئے ملجا و ماویٰ تھے۔ جب حضور قادیان میں تھے تو یہاں کا کوئی غریب اپنے آپ کو تہی دامن نہ سمجھتا تھا۔ نہ صرف احمدی مخلصین آپ کے ابر کرم سے سیراب ہوتے تھے بلکہ سکھ، ہندو اور عیسائی غرباء بھی مصیبت اور تہی دستی میں آپ کو اپنا قوی سہارا یقین کرتے تھے۔ ہر سال موسم سرما کے شروع ہونے سے پہلے غریبوں کے لئے کپڑے اور لحاف آپ کے حکم سے تیار کروا دئے جاتے۔ گندم کے موسم پر ہر حاجتمند کے لئے گندم کا انتظام ان کی حیثیت کے مطابق مفت یا قرض رقم دے کر کر دیا جاتا تھا۔ اسی طرح عیدین اور جلسہ سالانہ وغیرہ کے مواقع پر حضور کے حکم سے مفلسین کی ضروریات اس رنگ میں پوری کی جاتی تھیں کہ ان میں احساس کمتری کا جذبہ پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ اور وہ اسلامی سوسائٹی میں امیروں کے ساتھ بخوشی ایک ہی صف میں مساوات کے احساس سے بیٹھ سکتے تھے۔

حضور نے قادیان کے بعض ہندو اور سکھ بیواؤں، یتیموں کے وظائف مقرر فرمائے ہوئے تھے۔ "واقعۂ ہجرت" کے بعد بھی آپ نے یہ وظائف حسب سابق جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ اس بارہ میں مشہور صحافی پنڈت میلا رام وفا اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔ ؎

سیکڑوں بیوائیں تقسیم وطن کے بعد بھی
دل کی گہرائی سے دیتی ہیں ان کو دعا صبح و شام

بیسیوں محتاج ہندو، درجنوں محتاج سکھ
سب وظیفے پا رہے ہیں آج تک باالتزام
(تحریک احمدیت بھارت واسیوں کی نظر میں)

(۱۰)

مندرجہ بالا سطور میں چند باتیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن سلوک اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے متعلق بطور نمونہ کے تحریر کی گئی ہیں۔ آپ نے جماعت میں جو عظیم الشان تنظیم قائم فرمائی ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے جو خیراتی، خدمت خلق اور رفاہ عام کے کام ہو رہے ہیں۔ وہ بھی آپ کے عظیم احسانات کا ایک حصہ ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حسن و احسان میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر قرار دیا ہے۔ اور آپ کے کارنامے اس الہام کی تصدیق کرتے ہیں۔ آپ کا لوگوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک اس "قوت عشقیہ" کے نتیجہ میں ہے۔ جو اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لئے عطا فرماتا ہے۔ لیکن باوجود "دل کے حلیم" ہونے کے آپ کی قوت عدلیہ اور انتظامیہ میں کبھی فرق نہیں آیا۔ آپ نے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے یا انتظامی فیصلہ جات کرتے ہوئے ہمیشہ انتہائی جرأت سے کام لیا۔ اور بلا خوف آپ نے فیصلہ جات صادر فرمائے۔ سوائے اصلاح احوال یا سلسلہ کے مفاد کی مصلحت کے آپ نے ایسے امور میں بالعموم نرمی اختیار نہیں فرمائی۔

مولوی محمد اسد اللہ قریشی مربی سلسلہ گلگت

سیدنا المصلح موعودؓ کے علمِ لدُنّی کے اثرات

تفسیر کبیر کے انقلاب انگیز اور مبارک اثرات

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کبیر انقلاب انگیز اثرات کی حامل اور آپ کے لدُنّی علم کا ایک بابرکت خزانہ ہے۔ خاکسار کی قبولِ احمدیت میں تفسیر کا خاصا حصہ ہے۔ ۱۹۵۲ء میں جب میں ابھی احمدی نہیں ہوا تھا اور وزارتِ امورِ کشمیر راولپنڈی پاکستان کی طرف سے مہاجرین جموں و کشمیر کے کیمپ مانسہرہ ضلع کیمل پور میں خطیب اور دینیات کا نگران مقرر تھا۔ تو تفسیر کبیر کی پہلی جلد میرے مطالعہ میں آئی۔ جو کیمپ میں رہنے والے ایک مہاجر احمدی نے مجھے مطالعہ کے لئے اپنے اس لڑکے کے ہاتھ بھجوائی جو میرا شاگرد تھا اور قرآن مجید پڑھنے کے لئے دیگر مہاجر طلباء کے ساتھ روزانہ میرے پاس آیا کرتا تھا۔ تفسیر کبیر کی یہ جلد سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے ۹ رکوعوں پر مشتمل تھی۔

جب میں نے اُسے پڑھنا شروع کیا تو اس میں علوم و معارف اور حکمت کی ایسی باتیں پائیں جو میں نے اس سے پہلے تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر خازن اور تفسیر جلالین میں دیکھی تھیں اور نہ کہیں دینی مدارس کے علماء سے سُنی تھیں۔

سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں ربوبیّت، رحمانیت، رحیمیّت۔ اور مالکیت کی تشریح اور اسی طرح عبادت و استعانت ہدایت۔ صراطِ مستقیم۔ منعم علیہم۔ مغضوب اور ضالین کی پُر لطف اور پُر معارف تشریح اور سورۃ بقرہ کے دیگر مشکل مقامات کی تفسیر دیکھ کر قلبی سکون اور روحانی سرور حاصل ہوا جاتا تھا۔

چنانچہ تفسیر کے مطالعہ میں اتنا شغف بڑھنے لگا کہ بعض اوقات کھانا مقررہ اوقات سے مؤخر ہو جاتا مگر تفسیر چھوڑنے کو دل نہ چاہتا۔ انہی دنوں پُر لذّت اور خوش منظر خوابوں کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جس سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا اندر ہی اندر سے دل کی کھڑکی کھل گئی ہے اور میں اپنے آپ کو قُربِ الٰہی میں محسوس کرتا تھا۔ اس سے مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ جتنا کوئی خدا کی صفات پر غور کرتا چلا جائیگا اتنا ہی خدا سے قریب ہوتا چلا جائے گا۔

مزید احمدیہ لٹریچر کی تلاش میں ربوہ سے خط و کتابت

تفسیر کبیر کی یہ جلد پڑھنے کے بعد اب مجھے مزید احمدیہ لٹریچر پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ انہی دنوں میں نے ربوہ خط لکھا کہ مجھے تفسیر کبیر کی جلدیں اور بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کی موجود کتب بھجوائی جائیں۔ روپے کی خدا کے فضل سے کمی نہ تھی۔ قریب دو سو روپیہ مجھے مشاہرہ ملتا تھا۔ چنانچہ چند دنوں میں ربوہ سے موجود کتب موصول ہوئیں۔ جنہیں میں اب باقاعدہ غور اور انہماک سے پڑھنے لگا۔ احساس اور انشراح ہوا۔ ایک دفعہ کشف میں آواز آئی۔ "یہ کتابیں آسمانی تارے ہیں"

سو روپیہ کی ضمانت پر تفسیر کبیر کی ایک نایاب جلد کا مطالعہ

تفسیر کبیر کی مزید جلدوں کی طلب میں راولپنڈی آیا۔ وہاں مکرمی قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی کمرشل کالج سے میں نے تفسیر کبیر کی مزید جلدیں لے کر مطالعہ کیں اور گرہیں کھلتی گئیں۔

سورۃ یونس تا سورۃ کہف والی تفسیر کبیر کی ایک جلد نایاب ہو گئی تھی اس کی تلاش ہوئی تو پتہ چلا کہ راولپنڈی میں مکرمی ماسٹر عنایت اللہ صاحب احمدی کے پاس یہ جلد موجود ہے۔ میں مکرمی قاضی بشیر احمد صاحب موصوف کا تعارفی رقعہ لے کر ان کے پاس پہنچا اور ان سے عرض مدّعا کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جلد اب نایاب ہو چکی ہے اور پہلے سو سو روپیہ تک بک چکی ہے اور لوگ کتابیں لے کر واپس نہیں کرتے، مَیں نے انہیں کہا کہ آپ میری طرف سے مبلغ ایک سو روپیہ زرِ نقد ضمانت کے طور پر رکھ لیں اور تحریر لکھوا لیں کہ تفسیر کبیر کی اس جلد کی واپسی پر مبلغ ایک سو روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔ انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ مَیں نے یہ جلد لے کر مطالعہ کی اس میں قرآن شریف کے باقی مشکل مقامات کی لطیف تفسیر دیکھ کر خوشی سے میری رُوح جھوم جاتی تھی۔ اور پیچیدہ مسائل سے قلب و ذہن اس طرح صاف ہوتے جاتے تھے جیسا کوئی بیمار بیماریوں سے شفاء حاصل کرتا جاتا ہے۔

میرے خلاف احمدی ہونے کی شکایت

جب مَیں کیمپ مانسہرہ ضلع کیمل پور سے کبھی کبھی راولپنڈی آیا کرتا تھا تو راولپنڈی کے علماء اور علمی مجالس کے احباب کے ساتھ بعض تحقیق طلب مسائل میں مَیں اختلاف کرتا تھا۔ مثلاً حضرت آدمؑ کی جنت ارضی تھی یا سماوی اور عذاب دوزخ کا فروں کے لئے ابدی ہے یا غیر ابدی وغیرہ۔ ان مسائل میں کبھی میں تفسیر کبیر کا حوالہ بھی دیتا۔ اس پر ان احباب نے میرے خلاف احمدی ہونے کا پروپیگنڈا کیا اور شجاعت علی صاحب صدیقی سابق اکونٹنٹ جنرل راولپنڈی

پاکستان جو وزارت امور کشمیر راولپنڈی کی طرف سے کیمپ مہاجرین کے دینی امور کے اُن دنوں مشیر کی حیثیت رکھتے تھے سے شکایت کی کہ خاکسار احمدیوں کا لٹریچر پڑھتا ہے اور اس سے متاثر ہے۔

اس شکایت پر مجھے کیمپ مانسر سے راولپنڈی بلایا گیا اور اس سلسلہ میں مجھ سے پرسش کی گئی۔ میں نے واضح کر دیا کہ میں جماعت احمدیہ کا لٹریچر پڑھتا ہوں اور اسی طرح ہر فرقہ کا لٹریچر پڑھتا ہوں کیونکہ کیمپ مہاجرین میں ہر فرقہ کے لوگ ہیں۔ مجھے ایک عالم اور سب کے نگران کی حیثیت سے ان سب فرقوں کے اصل عقائد سے آگاہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ ان سے مذہبی تبادلۂ خیالات کیسے ہو سکتا ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ ادھر کیمپ میں بھی بعض لوگوں نے مجھے در پردہ احمدی مشہور کر رکھا تھا اور میری مخالفت شروع کر دی تھی۔ گو کاروان چلتا رہا۔

راولپنڈی میں آمد اور ماہنامہ تعلیم القرآن کی ادارت

احمدیت کی تحقیقات میں اب ۱۹۵۵ء آ چکا تھا۔ حکومت پاکستان نے مہاجرین کے کیمپ بند کرنے کی پالیسی کے پیش نظر ملازمین کیمپ کی تخفیف … اور میں بھی تخفیف میں آیا۔ ۱۹۵۵ء کے اواخر میں تخفیف کے بعد میں راولپنڈی چلا آیا جہاں مولوی غلام اللہ خان صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کا میں پہلا ایڈیٹر مقرر ہوا۔

"جماعت اسلامی" اور تفسیر کبیر کا پیش کردہ نظریہ حکومت الٰہیہ

اب تک میں جماعت اسلامی کا لٹریچر بھی پڑھتا رہا تھا اور ان کے اخبارات و رسائل کا خریدار بھی رہا تھا۔ اور ان کے پیش کردہ "نظریہ حکومت الٰہیہ" کا بھی قائل تھا۔ مگر انہی دنوں جب میں نے تفسیر کبیر کی وہ جلد مطالعہ کی جو سورۂ ماعون کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ جس میں "الدین" کے مختلف لغوی معانی بیان کرتے ہوئے اس کے ایک معنی "حکومت الٰہیہ" کے کئے گئے تھے اور اس مقام پر "حکومت الٰہیہ" اور "خلافت اسلامیہ" کی تشریح بھی کی گئی تھی جو پہلی دفعہ "حکومت الٰہیہ" کی ایسی لطیف تشریح میرے سامنے آئی جس نے مجھے شدید طور پر متاثر کیا۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ پیروں سے لے کر سر کی چوٹی تک مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ اس میں بیان کیا گیا تھا کہ حکومت الٰہیہ سیاسی اقتدار کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتی بلکہ حکومت الٰہیہ خود بخود دلوں پر قائم ہوتی ہے۔ اور حکومت الٰہیہ دراصل عرش پر قائم ہے۔ جس کا ظلّ دنیا میں قائم ہوتا ہے اور اسی ظلّی حکومت الٰہیہ کا نام خلافت ہے۔ اور بخلاف اس کے جماعت اسلامی کا موقف یہ تھا کہ حکومت الٰہیہ اور اسلامی نظام قائم کرنے کے لئے سیاسی اقتدار کا حاصل کرنا ضروری ہے اگر سیاسی اقتدار قوت اور

طاقت سے حاصل نہیں ہوتا تو حکومت الٰہیہ قائم نہیں ہو سکتی۔

میں نے جب انبیاء کرام کی تاریخ اور سنت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے سیاسی طاقت حاصل کئے بغیر حکومت الٰہیہ مومنین کی جماعت میں قائم کر دی۔ انہوں نے حکومت وقت سے ان کا اقتدار چھیننے کی کوششیں نہیں کیں۔ جماعت اسلامی کے موقف کے مطابق اصل مومن وہ ہے جو حکومت الٰہیہ کے قیام کی غرض سے حکومت وقت سے بھی ٹکر لے۔ اسجگہ یہ سوال بھی میرے لئے ایک اہم سوال بن گیا تھا کہ آیا حکومت وقت سے ٹکر لینا اصل مومن ہونے کی علامت ہے یا حکومت وقت کی اطاعت کرنا؟

جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں یہ موقف پیش کیا گیا تھا کہ مومن کو حکومت وقت کی اطاعت کرنی چاہیئے خواہ وہ مسلم حکومت ہو یا غیر مسلم حکومت۔ اس مسئلہ پر بھی خاکسار نے کافی عرصہ تک غور و خوض کیا۔ صوفیاء کرام کی کتب اور علماء اہل سنت والجماعت کی کتب پڑھکر بھی میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ قرآن و حدیث اور انبیاء کرام کی سنت کی رُو سے صحیح موقف یہی ہے کہ حکومت وقت کی اطاعت کرنی چاہیئے۔

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال واضح ہے کہ کافر حکومت کی ملازمت کرلی۔ خود "اجعلنی علیٰ خزائن الارض" کے الفاظ میں خزانوں کی نگرانی کی درخواست کی جو منظور ہوئی اور آپ وزیر خزانہ رہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اگر کافر حکومت کی ملازمت بھی کرے تو اس کی نبوت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اس سے بانی سلسلہ احمدیہ پر اس اعتراض کا بیہودہ ہونا بھی ثابت ہو گیا کہ انہوں نے عیسائی حکومت کی اطاعت کی اور اپنی جماعت کو اس کی ہدایت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤسائے مکہ کی حکومت سے ٹکر نہیں لی۔ اگر وہ آپ کو مذہبی آزادی دیتے اور تبلیغ دین میں آپ کے مزاحم نہ ہوتے تو آپ مکہ سے ہجرت بھی نہ فرماتے مگر مکہ کے لوگوں نے تبلیغ دین میں مزاحمت کرنے کے علاوہ آپ کو قتل کرنے کی کوششیں کیں۔ تب آپ نے یہاں سے ہجرت کی اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ حبشہ کی عیسائی حکومت کی پناہ میں چلے جائیں چنانچہ بعض مسلمان وہاں چلے گئے اور نجاشی کی عیسائی حکومت کے ظلّ پناہ گزین رہ کر مذہبی آزادی سے زندگی بسر کی۔ حضرت موسیٰؑ کو اگر مصر میں تبلیغ دین کی آزادی ملتی تو وہ بھی مصر سے ہجرت نہ کرتے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے حکومت وقت کی اطاعت کی تعلیم دی۔ ان مثالوں نے راقم کو جماعت اسلامی کے موقف کے خلاف اس موقف پر قائم کر دیا کہ حکومت وقت جب تک ضمیر و مذہب کی آزادی دیئے رکھے اس کی اطاعت کرنی چاہیئے اور جب وہ ضمیر و مذہب کی آزادی میں مزاحم ہونے لگے تو پھر بھی فساد و بغاوت نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ اس ملک سے ہجرت کر کے ایسے علاقہ میں چلے جانا چاہیئے۔ جہاں ضمیر و مذہب کی آزادی کے ساتھ انسان اپنی زندگی گزار سکے۔ تمام پیغمبروں کی ہجرت سے اسی طریق عمل کی تعلیم اور نمونہ حاصل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نجات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ایک اور کتاب "نجات" کا مطالعہ کرنے کا بھی موقعہ ملا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ نجات کیا ہے؟ اور مذاہب کی رُو سے دنیوی مصائب تکالیف سے

کیسے نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ پھر اسلامی نجات کا نظریہ واضح کرکے اس کا تفوق ثابت کیا گیا تھا۔ اس کتاب نے بھی خاکسار کی بہت سی ذہنی الجھنوں کو دور کردیا اور نجات پر صحیح موقف مل گیا۔

مسئلہ تقدیر مسئلہ تقدیر پر خلیفۃ المسیح کی یہ کتاب پڑھ کر تقدیر کے متعلق متعدد پیچیدگیاں حل ہوگئیں اور عام اعتراضات کا جواب مل گیا۔ اس سے تسلی اور ذہنی صفائی حاصل ہوگئی۔

تعبیر رؤیا تعبیر رؤیا کے موضوع پر بھی آپ کی کتاب پڑھی۔ اس موضوع پر جماعت اسلامی کے ہاں تو کوئی کتاب نہیں ملتی۔ اس کتاب کے پڑھنے سے پتہ چلا کہ حضور کو تعبیر رؤیا کے علم پر کتنی دسترس حاصل ہے اور کوئی روحانی انسان ہی اس علم سے دسترس رکھتا ہے۔ اس علم کے لحاظ سے جماعت اسلامی اور باقی تمام دینی جماعتوں میں جو خشکی اور خلاء ہے وہ محسوس ہوئے بغیر نہیں رہتا اور جماعت احمدیہ کے روحانی علوم و معارف اس خلاء کو پُر کردیتے ہیں اور کافی کشش کا باعث بن جاتے ہیں۔

اسی دوران میں بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب بھی پڑھتا رہا اور مجھے رؤیا و کشوف ہونے لگے۔ جو میرے لئے مزید اطمینان قلب اور تشفی کا باعث بنتے گئے۔ مگر انہیں بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ غرضیکہ بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے روحانی علوم و معارف کے مطالعہ نے مجھے اتنا متاثر کردیا کہ میرے جسم میں روحانی انقلاب رونما ہونے لگا۔ اور ایک نیا جنم حاصل کرلیا جس سے ہمیشہ کا روحانی امن و سکون میسر آگیا۔ فالحمد للہ علی ذالک ۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے حسن و احسان کی ایمان افروز یادیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "مصلح موعودؓ" کے بارے میں الہاماً بتایا گیا تھا کہ وہ "حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا"۔ سیدنا محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک وجود میں اس الہام الٰہی کا مہتم بالشان ظہور ہوا۔ جماعت احمدیہ کے افراد میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا۔ جو خواہ حضورؓ کے قریب رہا ہو یا کبھی کبھی آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہو۔ اور اُس نے اس حسن و احسان کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ اور آپ کی ہمدردی اور شفقت اور محبت سے حصہ نہ پایا ہو۔ مزید براں یہ کہ حضرت مصلح موعودؓ کے حسن و احسان کا دائرہ بہت وسیع ہے جو احمدی احباب تک ہی محدود نہیں بلکہ سب مسلمانوں، غیر مسلموں اور دوسری قوموں یہاں تک کہ اشد ترین دشمنوں پر بھی محیط ہے۔

اس حسن و احسان کے ان گنت واقعات ہیں جو ضبط تحریر میں نہیں لائے جاسکتے۔ بعض احباب کے روح پرور اور ایمان افروز واقعات ذیل میں دئے جارہے ہیں۔ جن سے آپؓ کی اپنے خدام، احباب جماعت اور دوسرے لوگوں سے ہمدردی، شفقت، احسانات اور محبت و مروت ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح قبولیت دعا، توکل علی اللہ، عزیمت و اولوالعزمی اور اشاعت اسلام کی تڑپ ظاہر کرنیوالے واقعات ہیں جو اس الہام الٰہی کی صداقت ثابت کرتے ہیں۔ (ادارہ)

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری لکھتے ہیں:۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مرتبہ ایک بچے کو ذاتی کام ارشاد فرمایا جس کے لئے کچھ فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ بچہ میرے پاس آیا۔ دفتر میں لوگوں کے وقف کردہ سائیکل بھی تھے۔ اس نے حضور کے ضروری کام کا ذکر کیا۔ میں نے ایک سائیکل اُسے دیدیا۔ وہ فوراً اُسی سائیکل پر گیا اور کام کرکے سائیکل واپس دیدیا۔ اور حضور کی خدمت میں رپورٹ کردی۔ حضور نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تم اتنی جلدی کیسے یہ کام کرکے آگئے جبکہ اس کام کے لئے اس قدر فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ اس نے بلا تکلف کہا کہ دفتر تحریک سے سائیکل لے لیا تھا۔ اس لئے پیدل جانے کی بجائے سائیکل پر جانے کی وجہ سے جلدی کام کرکے واپس آگیا۔ حضور نے مجھ سے جواب طلبی فرمائی۔ خاکسار نے عرض کردیا کہ اس نے حضور کے کام کا ذکر کیا تھا۔ اس لئے دفتر کا

سائیکل دیدیا گیا۔حضور نے فرمایا کہ ذاتی کام کے لئے سائیکل دینا درست نہ تھا۔

جب حضور سندھ میں اپنی اور تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ کی اراضی کے معائنہ پر تشریف لے جاتے۔ تو جملہ متعلقہ کارکنان کو اکٹھا کر کے رات کو دو دو تین تین بجے تک بیٹھ کر کئی کئی دن تک کام کر کے حسابات کا باہمی تصفیہ کرتے تھے۔حضور کارکنان کو درمیان میں کچھ وقفہ بھی دے دیتے تھے تاکہ وہ چل پھر کر تازہ دم ہو لیں لیکن حضور خود اسی جگہ دوسرے احباب سے مصروف گفتگو ہو جاتے۔ اور کارکن کے چند منٹ کے بعد واپس آنے پر پھر مصروف ہو جاتے اور کام کو ختم کیا جاتا۔

جب شہزادہ ویلز ہندوستان آیا تو وائسرائے کی طرف سے مختلف رؤسا اور لیڈروں کو اس کی ملاقات کے لئے کہا گیا۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے دو شرطوں کے ساتھ ملاقات کرنے پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ ایک یہ کہ حضور اس کی بیوی سے مصافحہ نہیں کریں گے۔ دوسرے یہ کہ حضور ایک کتاب اسے تحفہ پیش کریں گے جس میں مذہب اسلام کی تبلیغ ہوگی۔چنانچہ شہزادہ ویلز کے مشورہ کے ساتھ یہ دونوں حضور کی باتیں مان لی گئیں۔ اور حضور نے ایسے تنگ وقت میں ایسی ضخیم کتاب تحریر فرمائی پھر اسے چھپوایا گیا اور چاندی کی طشتری میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ ایسے تھوڑے عرصہ میں اس قدر مدلل اور شاندار کتاب کی تصنیف حضور کی اولوالعزمی کا واضح ثبوت ہے۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی شادی ہوئی تو دعوت ولیمہ کے موقعہ پر قادیان کے سارے باشندے اپنا حق سمجھتے ہوئے از خود شامل ہو گئے۔ جس کے نتیجہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ حاضرین میں سے ایک تعداد آج رات کھانے میں شریک نہ ہو۔ بلکہ جو لوگ بغیر بلائے کے اپنا حق سمجھتے ہوئے آگئے ہیں۔ ان کو بھی محروم نہ رکھا جائے اور یہ لوگ ان کو کھانا کھلانے کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لے لیں چنانچہ اس طرح سے جس قدر کھانا تیار تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کو کھلا دیا گیا۔ اور جس قدر کھانا بچ رہا۔ اس کے متعلق حضور نے فیصلہ فرمایا کہ اب جو دوست کھانا کھلا رہے تھے وہ سب اکٹھے بیٹھ جائیں اور جس قدر بھی کھانا موجود ہے اس کو سب مل کر کھا لیں۔ اور ان لوگوں کی کل پھر باقاعدہ دعوت ہوگی۔ چنانچہ حضور بھی بغیر کسی امتیاز کے ان احباب کے درمیان لائن میں بیٹھ گئے اور ایک ایک برتن میں دو دو تین تین احباب کو کھانے کا موقعہ ملا۔ حضور کے ساتھ بھی ایک اور دوست ایک ہی تھالی سے کھاتے رہے۔

ایک موقعہ پر قادیان میں حضور کو معلوم ہوا کہ پنڈت ملاوامل صاحب کی دوکان اچھی نہیں چل رہی۔ اور ان کو مالی دقّت درپیش ہے۔ اس پر حضور نے اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ ہندو لوگ اور خصوصاً یہ خاندان بطور امداد مانگنے کو پسند نہیں کرتے۔حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ان کی دوکان پر جا کر جو عام استعمال ہونے والی دوائیں ان کے پاس تیار شدہ موجود ہوں اور فروخت نہ ہوتی ہوں

وہ ۱۲ روپیہ کی قیمت کی خرید لو۔ ان کے بتائے ہوئے نرخ کے متعلق ان سے کسی رعایت کا مطالبہ نہ کیا جاوے۔ اس طرح سے کسی حد تک ان کی امداد ہو جائے گی اور ان کو امداد کا احساس بھی نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس سے اس طور پر خفیہ احسان فرمایا کہ ان کو اپنے محسن کا پورے طور پر علم بھی نہ ہونے دیا۔

ایک مرتبہ حضورؓ نے مجھے ایک اہم کام کے لئے کچھ نقدی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ مجھے اس کے خرچ کی تفصیل سے اطلاع ہو۔ لہذا جہاں تم پسند کرو اس رقم کو خرچ کرو۔ اور مجھے صرف یہ بتا دینا کہ اس قدر رقم اس کام کے ضمن میں خرچ ہوئی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد جب خاکسار اس کام سے فارغ ہو کر قادیان آیا۔ اور گھر چلا گیا کہ اگلے دن دفتر میں آ کر حضور کی خدمت میں اطلاع پیش کر دوں گا۔حضور نے خاکسار کو پیغام اس طور پر بھجوایا کہ بے شک آج گھر پر آرام کر لو۔ کیونکہ کئی دنوں کے بعد آئے ہو۔ صرف اس قدر بتلا دو کہ کس قدر رقم خرچ کی ہے۔ تاکہ میں اپنے حساب میں درج کر لوں۔ دفتر آنے کی ضرورت نہیں۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بورڈنگ تحریک جدید قائم کیا گیا تھا۔ اور ماں باپ کے جذبہ ایثار اور اعتماد کی یہ کیفیت تھی کہ بورڈنگ میں ۵ سال کی عمر کے بچوں کو بھی والدین نے بھجوا دیا کہ حضور کے زیر سایہ ان کی پرورش ہو۔چنانچہ ایسے چھوٹے بچوں کے لئے "خادم طفلاں" کے نام سے بعض معمر احباب کو کارکن رکھا گیا تھا۔خود حضور وقتاً فوقتاً بورڈنگ میں تشریف لے جاتے اور اپنے ساتھ مٹھائی یا ٹافیاں وغیرہ بھی لے جاتے۔ اور اپنے ہاتھ سے چھوٹے بچوں کو عطا فرماتے۔ ایک دفعہ جبکہ اطفال نے حضور کے بہت قریب ہو کر جمگھٹا کی کیفیت پیدا کر لی۔ موسم بھی کچھ گرمی کا تھا ٹیوٹروں نے بچوں کو کچھ فاصلے پر رکھنے کی کوشش کی تو فرمایا۔ رہنے دیں ان کو قریب سے قریب تر آنے دیں اور ان کو یہ تکلف ہونے دیں۔ اس شفقت کے اعلان پر تو بچوں کا اکٹھ حضور کے بہت قریب ہو گیا۔حضور مسکراتے ہوئے بچوں سے ان کا تعارف کر کے اپنے ہاتھ سے مٹھائی تقسیم فرماتے رہے۔ یہ بچے جب بڑے ہوئے تو بہتوں نے حضور کی اس محبت کا اظہار کیا۔ اور اپنی اس خوش قسمتی پر ناز کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ جب کئی ماہ کے بعد کچھ ڈاک حضور کی خدمت میں پیش کی گئی۔ تو خاکسار کے پہلے خط کے پیش کرنے پر فرمایا کہ یہ خط تو چھ ماہ سے آیا ہوا ہے۔ خاکسار نے عرض کی یہ درست ہے لیکن موقع نہ مل سکا۔ جب خاکسار اس کا خلاصہ عرض کرنے لگا۔ تو بھی فرمایا مضمون مجھے یاد ہے اور جواب لکھوا دیا۔ یہ واقعہ حضور کی کمال یادداشت کا ایک معمولی واقعہ ہے۔ دوسرے موقعوں پر بھی خطوط کا خلاصہ سنانے کی نوبت بہت کم آتی تھی۔ فرستندہ کا نام سنتے ہی ارشاد فرما دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضور نے سلسلہ کی ایک رقم جس کی مقدار کل -/٥٠٠ روپے تھی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے حوالہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ کہ وہ لاہور جا رہے ہیں۔ اپنے ساتھ لے جائیں۔ حضور نے مجھے مکرم صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں بھجوایا۔ تاکہ خاکسار انکو حضور کا نہ صرف یہ پیغام ہی پہنچائے بلکہ تسلی کر کے آئے کہ کیا یہ رقم انہوں نے اپنے کوٹ کے اندر کی جیب میں رکھ لی ہے۔ اور کیا اس کے منہ پر سوئی سے ٹانکے بھی لگا دیئے گئے ہیں یا نہیں۔ اور فرمایا کہ یہ رقم تو معمولی ہے لیکن چونکہ سلسلہ کی ہے اس لئے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

جب حضور نے قادیان میں دارالصناعت جاری فرمایا تاکہ جو احساس عام لوگوں میں صنعت کاروں کے متعلق "کمیں" کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے اس کا ازالہ کیا جاوے اور اپنے ہاتھ سے کام کا وقار قائم کیا جاوے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب حضور دارالصناعت میں تشریف لے گئے تو حضور نے دارالصناعت چوبی کے حصہ میں آری سے ایک لکڑی کو خود کاٹا۔ پھر رندے سے ایک لکڑی کو صاف کیا۔ تاکہ ہاتھ سے کام کرنے کو ذلّت قرار دینے والے اپنی رائے کو بدل لیں۔

یہ بھی حضور کی فرض شناسی اور سلسلہ کے کام کو اہمیت دینے کی ایک زریں مثال ہے کہ جب جماعت کے احباب نے خلافت جوبلی کے موقعہ پر ١٩٣٩ء میں حضور کی خدمت میں پونے تین لاکھ کے قریب نقد رقم پیش کی۔ کہ جس طرح حضور چاہیں اپنے ذاتی مصرف میں لائیں تو حضور نے بجائے اپنے ذاتی مصرف میں لانے کے اسے تحریک جدید کی اراضی کی خرید پر صرف کیا۔ اور اس رقم سے ایک پیسہ بھی خود اپنی ذات پر خرچ کرنا پسند نہ فرمایا۔ بلکہ ہر سال تحریک جدید کو بطور چندہ ہزاروں روپے دیتے رہے۔

حضورؓ سندھ میں ایک جگہ تشریف لے گئے تو حضور کے کار سے اُترتے ہی حضور کے گرد اس گاؤں کے بہت سے غریب بچے اکٹھے ہو گئے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ کچھ ریزگاری ہے اگر ہے تو ان غریب بچوں میں تقسیم کر دی جائے۔ اور ارشاد فرمایا کہ سفر میں ایسی ضرورتوں کیلئے چھوٹے نوٹ اور ریزگاری ضرور رکھی جایا کرے۔ چنانچہ اس گاؤں میں بھی کچھ رقم غرباء میں تقسیم کی گئی۔ اور آئندہ بھی سفروں میں خیال رکھا گیا۔

ایک مرتبہ حضورؓ جناب سید احمد صاحب بریلوی کی قبر پر بالاکوٹ تشریف لے گئے۔ تو دعا کے بعد جب احاطہ سے باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ مجاور کو دس روپے دیدئیے جائیں کیونکہ یہ لوگ اپنے شوق سے بزرگوں کی قبروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان کا بھی حق ہے۔

جب حضور ربوہ تشریف لائے تو ایک قریبی خانقاہ کے متولی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی۔ کہ ان کے رہٹ کو چلانے والا ایک اونٹ تھا جو مر گیا۔ ایک اُونٹ

قابل فروخت ہے۔ حضور وہ مجھے للہ خرید دیں۔ حضور نے از راہ شفقت دفتر کو ہدایت فرمائی کہ جس قسم کا اونٹ یہ چاہتا ہے اسے خرید دیا جاوے۔ چنانچہ دفتر کا آدمی اس کے ساتھ گیا اور وہ اونٹ ٦٠٠ روپے میں خرید کر اُس کے حوالے کیا گیا۔

مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان بیان کرتے ہیں:۔

سیدنا مصلح موعودؓ غیر مسلموں سے بھی احسان اور شفقت کا سلوک فرماتے تھے اور آپ ان کے لئے بھی دعا فرمایا کرتے تھے۔ حضور کی قبولیت دعا کا ایک واقعہ حسب ذیل ہے جو ١٩٣٩ء میں "الحکم جوبلی نمبر" میں شائع ہو چکا ہے۔

"خلافت ثانیہ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ میرے والد منشی امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ ان دنوں موضع لوہ چب میں جو قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقعہ ہے ملازم تھے۔ پاس ایک گاؤں بھاگی ننگل ہے۔ وہاں ایک شخص لچھمن سنگھ رہتا تھا۔ جو ابھی تک زندہ ہے۔ اسکے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ ایک دن اس نے کہا کہ میرے لئے اپنے حضرت صاحب سے دعا کروائیں کہ خدا مجھے لڑکا دیدے۔ اگر مرزا صاحب سچے ہوں گے تو میرے ہاں اولاد ہو جائے گی۔

والد صاحب مرحوم قادیان آئے۔ حضرت امیر المؤمنینؓ کے حضور سارا واقعہ عرض کر دیا۔ حضور نے فرمایا میں دعا کروں گا۔ اور انشاء اللہ اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ والد صاحب نے اُسے یہ خوشخبری سُنا دی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اودھم سنگھ ہے۔ یہ لڑکا میٹرک پاس کر چکا ہے۔ اور اپنے گاؤں میں پہلا نوجوان ہے جس نے اتنی تعلیم حاصل کی ہے۔ جلسہ سالانہ قریب تھا۔ لوگ کثرت سے پیدل اور یکّوں میں قادیان آتے تھے۔ لچھمن سنگھ نے اس خوشی میں بٹالہ سے آنے والی سڑک پر احمدی دوستوں کو جو قادیان آتے تھے۔ گنّوں کا رس پلایا۔ میں ان دنوں چھوٹا بچہ تھا۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ والد صاحب نے ایک کاغذ پر یہ واقعہ لکھ کر دیا تھا۔ تاکہ وہ اسے سڑک پر آویزاں کر دے اور آنے والے دوست اسے پڑھ سکیں۔ والد صاحب اس واقعہ کا ذکر بعد میں بھی فرمایا کرتے تھے۔

اس کاغذ پر سارا واقعہ لکھ دیا گیا تھا کہ یہ شخص اس خوشی کا اظہار اس طرح کر رہا ہے کہ جلسہ سالانہ پر آنے والے احباب کو رس پلائے۔ دوست اس لئے بھی اس دعوت کو قبول کریں۔ تاکہ وہ اس واقعہ کے گواہ رہیں۔ گو اس واقعہ کو کافی عرصہ گذر چکا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ کئی دوست ہماری جماعت میں سے ایسے ہوں گے جنہیں یہ واقعہ یاد ہوگا۔ لچھمن سنگھ زندہ موجود ہے جس کا دل چاہے اس سے دریافت کر لے۔ وہ اب بھی اس کی تصدیق کریگا۔

یہ واقعہ لکھنے کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ اُسے بھی پڑھ کر سُنا دیا جائے۔ چنانچہ جب اس کے لڑکے اُودھم سنگھ نے ہی پڑھ کر سُنایا۔ تو اس نے اقرار کیا کہ یہ درست ہے۔

(خاکسار ظہور احمد محلہ دارالرحمت قادیان)

مَیں موضع بھاگی ننگل کا رہنے والا ہوں۔ لچھمن سنگھ ہمارے گاؤں کا باشندہ ہے۔ مجھے یہ واقعہ خوب یاد ہے۔ جو بالکل درست اور صحیح ہے۔ میرے سامنے ہی اس شخص نے کہا تھا کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو میرے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ اور پھر خدا نے اُسے لڑکا دیا۔

خاکسار عبدالرحیم المعروف پوہلا ساکن بھاگی ننگل تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

دستخط اودھم سنگھ

(منقول از الحکم قادیان جوبلی نمبر مورخہ ۲۸ ۱۲/۳۹)

سکھ ایک موحد قوم ہے ہم سکھ مذہب کے بانی حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمان یقین کرتے ہیں۔ اس کے باوجود بعض لوگ سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف آلہ کار بناتے چلے آئے ہیں۔ قادیان کے قریب موضع بسراں کی زمین میں جو مذبح تعمیر ہوا۔ وہ سکھوں نے ہی گرایا تھا۔ اس کے علاوہ کئی دفعہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اس کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ سے جب بھی سکھوں نے انفرادی طور پر یا بحیثیت جماعت امداد کی درخواست کی کبھی ناکام نہ گئے۔ کئی گوردواروں کی تعمیر میں حضور انکی امداد فرماتے رہے۔ ایک دفعہ قادیان کے قریب کے ایک گاؤں کے چند سرکردہ سکھ آئے میرے واقف تھے۔ آنے کی غرض یہ بتائی کہ گوردوارہ تعمیر کر رہے ہیں۔ رقم بھی پوری نہیں۔ اس کے علاوہ جنگ کا زمانہ ہونے کیوجہ سے تعمیر کا سامان بھی نہیں مل رہا۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب سے امداد کی درخواست کرنی ہے۔ چنانچہ درخواست لکھدی گئی۔ سب نے دستخط کئے۔ اور درخواست حضور کو بھجوادی تھوڑی دیر میں منظوری آگئی۔ ان کی منشاء کے مطابق امداد ہو گئی۔ گوردوارہ بننے کے بعد جب بھی احمدی اس گاؤں سے گذرتے تو وہ ان کو وہاں لے جا کر بتاتے کہ یہ گوردوارہ مرزا صاحب کی مہربانی سے تعمیر ہوا ہے اور اس میں شرک کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ ایک خدا کی بڑائی بیان کی جاتی ہے۔

تقسیم ملک کے بعد مجھے ایک شخص ملا سلسلہ احمدیہ کا مخالف تھا۔ ان دنوں بہت پریشان تھا۔ مجھے پریشانی کی وجہ یہ بتائی کہ میری بہن کی شادی ہو رہی ہے۔ رخصتانہ کی تاریخ بھی مقرر ہو چکی ہے۔ میرے پاس روپیہ نہیں کہ اس شادی کے اخراجات برداشت کر سکوں۔ مَیں نے اُسے کہا کہ تم حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور امداد کے لئے درخواست کرو۔ امید ہے حضور ضرور تمہاری امداد کریں گے۔ اُسے اپنے کاموں کا پتہ تھا۔ کہنے لگا امید تو نہیں۔ مگر درخواست کرکے دیکھ لیتا ہوں۔

چند دن کے بعد پھر ملا۔ کہنے لگا کہ ہمشیرہ کی شادی خیر و خوبی سرانجام پائی ہے۔ میں نے حضور کی خدمت میں جتنی رقم کے لئے لکھا تھا اسی قدر رقم انہوں نے مجھے بھجوا دی تھی۔

مکرم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ فرماتے ہیں:-

۱۹۳۵ء کے اخیر میں محترم مولوی نذیر احمد علی صاحب مرحوم نے گولڈ کوسٹ (غانا) کیلئے ایک مولوی فاضل کی خدمات حاصل کرنے کا اخبار الفضل میں اعلان کروایا۔ میں نے یہ اعلان پڑھ کر اپنے آپکو بلا شرط وہاں جانے کے لئے پیش کر دیا۔ جب مولوی نذیر احمد علی صاحبؓ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے سامنے میرا خط پیش کیا تو حضور نے ازراہ شفقت فرمایا آپ انہیں اپنے ہمراہ لے جائیں کیونکہ وہ بلا شرط جانا چاہتے ہیں اور یہ ضرور کام کریں گے شرطیں کرنے والے کام نہیں کیا کرتے۔

۱۰ر فروری ۱۹۳۶ء کو خاکسار مولوی نذیر احمد علی صاحبؓ کی معیت میں گولڈ کوسٹ تبلیغ کے لئے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی محبت کے ساتھ بغلگیر ہوئے اور تبلیغ کے متعلق ہدایات دیں۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء تک ہم دونوں مل کر گولڈ کوسٹ میں تبلیغ کرتے رہے۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو برادرم مولوی نذیر احمد علی صاحب کی تبدیلی گولڈ کوسٹ (غانا) سے سیرالیون کر دی گئی اور گولڈ کوسٹ کا چارج مجھے دیدیا گیا۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں ایک دن بعد نماز عصر کرسی میں اخبار الفضل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ تو فوراً مجھ پر ایک غنودگی سی طاری ہوئی۔ اور میں نے دیکھا کہ میں ایک پہاڑی راستہ سے گزر رہا ہوں اور قریب میں ایک موڑ سے گزرنے لگا ہوں تو ایک چھوٹے سفید کتے نے میری ایڑی کو منہ میں پکڑ لیا۔ جب اس نے پکڑا تو فوراً میری زبان پر ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ جاری ہو گیا۔ بجلی کی طرح اس کتے نے میری ایڑی چھوڑ دی۔ جب میں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ واقعہ لکھا تو حضور نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے مجھے جواب لکھوایا کہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے آپکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے متعلق دکھلایا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود کی اولاد شعائر اللہ ہے اور بالخصوص اس سے مراد میں ہوں۔ اور ایک شخص کا نام لے کر فرمایا کہ کتے سے مراد وہ شخص ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے (یعنی حضور کو) اس کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ نماز فجر پڑھنے کے بعد میں نے اس جماعت کے افراد کے سامنے اس خواب کا ذکر کیا۔ اور چند دن لگاتار شرارت پسند عنصر پر سختی کی جس کے نتیجہ میں شرارت پسند عنصر کو دبنا پڑا اور شرارت کا قلع قمع کیا گیا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسانوں میں سے ایک احسان خاکسار پر یہ بھی ہے کہ میرے ایک خانگی معاملہ میں حضورؓ نے مجھے بتلائے بغیر خود ہی ذمہ داری لیکر اس معاملہ کو سلجھا دیا۔

۱۹۴۷ء کے اخیر میں جب خاکسار گیارہ سال کے بعد گولڈ کوسٹ سے بری راستہ سے واپس آ رہا تھا تو حج بیت اللہ کی مصروفیات راستہ کی دشواریوں اور بعض مجبوریوں کی وجہ سے میں باقاعدہ خط و کتابت

مرکز سے جاری نہ رکھ سکا۔ تو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو میرے متعلق بہت ہی تشویش پیدا ہوئی۔ چنانچہ جب میں تین چار ماہ سفر پر رہنے کے بعد ۲۲ فروری ۱۹۴۷ء کو قادیان پہنچا تو حضور نے اس تشویش اور فکر کا اظہار فرمایا اور نہایت ہی محبت اور شفقت کے ساتھ دیر تک حضور میرے ساتھ بغلگیر رہے۔

مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی لکھتے ہیں:۔

قادیان آنے سے قبل میں جب کبھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھتا۔ تو حضور انور کی طرف سے اس کا باقاعدہ جواب ملتا۔ مگر قادیان آنے پر ایک مرتبہ میں نے تین چار خط لکھے مگر کسی ایک کا بھی جواب نہ ملا۔ میں ہر روز دفتر پرائیویٹ سکرٹری صاحب میں جاتا۔ اور توکل دعائیہ خطوط کے جوابات کیلئے جو ایک بورڈ دفتر کے برآمدہ میں آویزاں ہوتا تھا۔ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا مگر اپنے نام کا کوئی خط نہ پا کر سر جھکائے ہوئے واپس گھر آجاتا۔ اور طرح طرح کے خیالات دل و دماغ پر محیط ہونے لگتے۔ آخر ایک دن مجبور ہو کر میں نے حضرت صاحب کے حضور جواب نہ پانے کی شکایت لکھ دی۔ اس پہ مجھے اسی دن چند گھنٹوں کے بعد جواب گھر پہنچ گیا۔ اس میں حضور نے از راہِ ذرہ نوازی یہ بھی تحریر فرمایا تھا۔ آپ پریشان نہ ہوں آپکو جواب اب بھی باقاعدہ ملتا رہیگا۔ اس مشفقانہ جواب سے مجھے بیحد مسرت ہوئی۔

ماہ ستمبر ۱۹۴۸ء کے آخری عشرہ میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے تحت ربوہ کی بے آب و گیاہ اور بے سود بنجر افتادہ زمین کو آباد کرنے کے لئے ایک مختصر سا قافلہ جو جوان ہمت اور مستعد کارکنان پر مشتمل تھا۔ لاہور سے روانہ کیا۔ اس قافلہ نے کھلے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے اور اپنے خیمے اور چھولداریاں ایک خاص ترتیب سے نصب کر دیں۔ اس کے بعد ماہ اکتوبر میں یکے بعد دیگرے چند قافلے اور آکر مقیم ہوئے۔ اب یہ آبادی سو ڈیڑھ سو افراد کے قریب ہو گئی۔ جس میں مستورات اور بچے بھی شامل تھے۔ یہاں صدر انجمن کے دفاتر کا کام بھی ماتحت انجمن کی نگرانی میں شروع ہو گیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ اطلاع ملی کہ سیدنا حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ ربوہ تشریف لا رہے ہیں۔ ہم نے ارادہ کیا کہ حضور کے استقبال کے لئے سڑک کے قریب ایک گیٹ تیار کریں۔ چنانچہ جملہ کارکنان کی مختلف ڈیوٹیاں مقرر کر دی گئیں۔ اور ہم نے پہاڑی پودوں کا ایک ہرا بھرا خوبصورت دروازہ تیار کر کے رات بارہ بجے کے قریب مقررہ جگہ پر نصب کر دیا۔ اور حضور کی مجوزہ قیامگاہ تک جونے سے مختلف راستے نمایاں کر دیئے۔ ربوہ کی اس مختصر آبادی کے سربرآوردہ اصحاب حضور کے استقبال کے لئے پختہ سڑک پر جمع ہو گئے۔ اتنے میں حضور کی کار دور سے نمودار ہوئی اور چند لمحوں بعد یہاں آکر رک گئی۔ حضور کار سے باہر تشریف لے آئے اور استقبالیہ وفد کی نشاندہی پر پیدل خیموں کی طرف چلنے لگے۔ حضور کے قیامگاہ والا خیمہ سامنے سے قریب نظر آ رہا تھا۔ اور ہم کارکنان ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اچانک حضور

چلتے چلتے یکدم رک گئے۔ اور آپ نے ارد گرد نظر دوڑائی اور گیٹ کی طرف جو آپکی دائیں جانب ایک خاصے فاصلہ پر نظر آ رہا تھا۔ چلنا شروع کر دیا۔ اور اس گیٹ میں سے ہو کر اپنی قیامگاہ میں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد دو تین مرتبہ آپکو سڑک پر آنے کا اتفاق ہوا۔ مگر آپ ہر دفعہ ہی گیٹ میں سے ہو کر تشریف لاتے اور لیجاتے رہے۔ اور اس طرح حضور نے ہماری حوصلہ افزائی کی۔

نومبر ۴۸ء کے پہلے عشرہ میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ربوہ میں ایک پریس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں لاہور کے اخبارات کے مدیران اور چیف رپورٹرز شامل ہوئے۔ اس تقریب پر سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ بھی بنفس نفیس لاہور سے تشریف لائے۔ آپ نے کانفرنس کے ممبران کو ربوہ کا نقشہ دکھانے کے علاوہ موقع بھی دکھایا۔ نیز ربوہ اور سرگودھا کے درمیان اسی قسم کے دیگر افتادہ فراخ میدان بھی دکھائے۔ اس موقعہ پر دوپہر کے کھانے کا بھی انتظام ایک بڑے خیمہ کے اندر کیا گیا۔ میزوں اور کرسیوں کی ترتیب صدر کی نشست کو نمایاں کر رہی تھی۔ جو حضور رضی اللہ عنہ کے لئے مختص کی گئی تھی۔ جب آپؓ مہمانوں کے ساتھ اس خیمہ میں تشریف لائے تو آپ نے اس ترتیب پر ایک اچٹتی نظر ڈالی اور ایک میز کے سامنے تشریف فرما ہو گئے۔ اور اسکے بعد دوسرے مہمان بھی بیٹھتے گئے۔ اور ملحقہ نشست کا حصہ صدر دوسرے مہمانوں کے حصہ میں آیا۔ اس طرح حضور نے اپنے عملی نمونہ سے اظہار فرمایا کہ وہ اپنے لئے کوئی امتیاز پسند نہیں فرماتے۔

اسی طرح ایک اور موقعہ پر ربوہ تشریف لائے۔ دوپہر کے وقت جب حضور کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ تو حضور نے دریافت فرمایا کہ کیا یہی کھانا ربوہ کے ساکنین کو دیا گیا ہے۔ تو منتظمین نے بتایا کہ دوپہر کے وقت دال اور شام کو گوشت دیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا تو مجھے بھی دال دی جائے۔ جس کی فوراً تعمیل کی گئی۔ اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے گوشت والی پلیٹ کو چھوا تک نہیں اور روٹی دال سے ہی کھائی۔

مکرم جمعدار فضل دین صاحب لکھتے ہیں:۔

۱۹۵۴ء میں جب میں ربوہ میں دیگر عمارات کی نگرانی کے علاوہ تحریک جدید کی عمارات جامعۃ المبشرین گیسٹ ہاؤس اور گولبازار میں پریس اور اسکی ملحقہ عمارت کی نگرانی کر رہا تھا تو مجھے آٹھ ہزار پچاس روپے دیگر لوہا خریدنے کے لئے لاہور بھیجا گیا۔ ان دنوں لوہا گورنمنٹ کی زیر نگرانی کنٹرول پر بکتا تھا۔ میں کئی دن تک کنٹرولر کے دفتر میں جیب میں روپیہ ڈال کر جاتا رہا۔ مگر وہاں سے آج کل کرتے ہوئے تیرہ چودہ روز گزر گئے۔ آخری روز میں گھر سے پانچ ہزار دو سو روپیہ جیب میں ڈال کر لے گیا تو اس روز بھی کنٹرولر کے دفتر سے یہی جواب ملا کہ کل آنا۔ واپسی پر میں انارکلی سے ایک ٹانگہ میں سواریوں کے درمیان بیٹھا۔ میں اپنے گھر کے قریب جا کر ٹانگہ سے اترا اور ٹانگہ والے کو کرایہ دیا۔ جب میں اپنے گھر میں داخل ہوا

اور جیب میں ہاتھ ڈالا تو پانچ ہزار دو سو روپے کی رقم جو بٹوہ میں تھی اس کو گم پایا۔ میں نے پولیس میں رپورٹ درج کرا دی۔ پولیس والے مجھے مجبور کرتے تھے کہ کسی پر شبہ کروں۔ چنانچہ وہ تانگہ کے اڈوں پہ مجھے لیجاتے اور مجھے اسی تانگہ والے کی شناخت کرنے کے لئے کہتے جسکے تانگہ میں روپے گم ہوئے تھے۔ مگر میں شناخت نہ کر سکتا تھا۔ میں نے پہلے روز ہی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو روپیہ کے گم ہونے کی اطلاع دیدی تھی۔ میں باقی تین ہزار روپے کا لوہا لیکر ربوہ پہنچا۔ جن احباب کے ذریعہ میں نے ربوہ میں یہ روپیہ لیا تھا انہیں تحریر لکھدی کہ میں یہ روپیہ آپکو ادا کر دونگا۔ اور اگر میں ادا نہ کر سکا تو میری اولاد یہ روپیہ ادا کرے گی۔ یہ خبر کسی ذریعہ سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بھی پہنچ گئی۔ حضور نے اسکے متعلق بعض احباب سے معلوم کیا کہ جب جمعدار فضل الدین کو آٹھ ہزار روپیہ دیا گیا تو روپے کی حفاظت کیلئے اس بوڑھے اور کمزور انسان کے ساتھ کیا کسی اور شخص کو بھی بھیجا گیا تھا؟ نفی میں جواب ملنے کے بعد حضور نے ایک تحریر وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ کو بھجوائی کہ یہ روپیہ جمعدار صاحب سے وصول نہ کیا جائے۔ یہ آپ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ جسے میں، میرے بچے اور میرے دوست آشنا کبھی نہیں بھول سکتے۔

تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا مجھے اپنے ایک بیٹے کے داخلہ اور فیس کے لئے سخت ضرورت پیش آئی۔ میری پنشن صرف ۲۳ روپے ہے۔ میں نے ربوہ پہنچکر ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے دفتر میں درخواست دی کہ مجھے خزانہ صدر انجمن سے ایک صد روپیہ بطور قرض دلایا جائے۔ میری کوئی جائداد اسوقت منقولہ اور غیر منقولہ نہیں ہے۔ صرف ۲۳ روپے ماہوار پنشن ہے۔ اس میں سے پندرہ روپے ماہوار بطور قسط اسی قرضہ میں ادا کرتا رہونگا۔ یہ درخواست جب منظوری کے لئے حضرت امیر المومنینؓ کے پاس پہنچی تو حضور نے دفتر میں ایک سو روپیہ نقد بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ یہ روپیہ جمعدار فضل الدین کو دیا جائے اور ان سے واپس نہ لیا جائے۔

میاں غلام محمد صاحب اختر لکھتے ہیں:۔

حضرت المصلح الموعودؓ کو اپنے خدام سے بڑی محبت تھی۔ حضورؓ کی محبت کا ایک واقعہ یوں ہے کہ ایک دن حضور سیر کو تشریف لے گئے تھے۔ خاکسار اور محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب بھی ساتھ تھے۔ سیر سے واپسی پر جب حضور موٹر سے اترے اور قصر خلافت کی سیڑھیوں تک پہنچے تو چوہدری اسد اللہ خان صاحب نے ایک خاص دوستانہ انداز میں خاکسار سے چٹکی لی۔ گویا وہ مجھے کوئی خاص بات یاد کرا رہے ہیں۔ بات یہ تھی کہ وہ مجھ سے کئی بار حضور سے عطر لینے کے لئے کہہ چکے تھے اور چاہتے تھے کہ میرے ذریعہ حضور از راہ [illegible] خواہش پہنچا دیں۔ چنانچہ جونہی چوہدری صاحب نے میرے چٹکی لی تو میں نے دیکھا کہ حضور بھی

از راہِ شفقت خدام نوازی پہ مائل ہیں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ "حضور چوہدری اسد اللہ خان میرے چٹکیاں لے رہے ہیں"۔ حضور فرمانے لگے "چٹکیاں تو محبت سے لی جایا کرتی ہیں۔ چوہدری صاحب بھی آپ سے محبت ہی کا اظہار کر رہے ہوں گے"۔ میں نے عرض کیا۔ میرے ساتھ محبت کے اظہار میں دراصل حضور سے عطر کے لئے درخواست ہو رہی ہے۔ حضور متبسم ہوئے اور فرمایا کہ "ذرا ٹھہر جائیں"۔ مجھے حضرت سیّدہ اُمّ ناصرؓ کی خدمت میں کسی کام کے لئے بھجوا دیا۔ میں واپس آیا تو مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب کے ہاتھ میں حضور کی طرف سے عطا کردہ ایک عطر کی شیشی تھی۔ شیشی دیکھتے ہی میں نے کہا کہ میرا حصہ بھی دیدو۔ چوہدری صاحب کہنے لگے کہ نہیں یہ تو حضور نے مجھے ہی عنایت فرمائی ہے۔ یہ بات حضور نے بھی سن لی تو فرمایا" ہاں اسی لئے تو میں نے تمہیں دوسری طرف بھجوا دیا تھا (اسی واقعہ کا ذکر مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب نے بھی کیا ہے)[ادارہ] چنانچہ میں دل گرفتہ سا ہو گیا اور اسی انداز میں ہم سب واپس آ گئے۔ حضور نے میرا چہرہ پڑھ لیا تھا کہ گویا اسے اس محرومی کا بہت احساس ہے۔

دوسرے ہی دن میں انجمن کے کاغذات پیش کرنے کے لئے حسب معمول حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ضروری کاغذات دکھائے۔ ہدایات لیں اور جب واپس آنے لگا۔ تو حضور نے فرمایا۔ "ذرا ٹھہرو"۔ چنانچہ میں رک گیا۔ حضور اندر تشریف لے گئے اور چند ہی لمحوں کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ حضور کے ہاتھ میں ایک نفیس اور خوبصورت چھڑی تھی جو کہ عرصہ سے حضور کے استعمال میں تھی آپ نے وہ چھڑی میز پر رکھی اور فرمانے لگے کہ "لو یہ چھڑی تمہارے لئے ہے"۔

عطر سے محرومی کا احساس تو مجھے تھا لیکن حضور نے اس طور پر مجھے چھڑی کا تحفہ دیکر نوازا کہ میں مسرور بھی تھا اور ایک روز قبل کے جذبات پہ نادم سا بھی۔

وہ چھڑی اب بھی میرے پاس بطور تبرک محفوظ ہے اور محرومیوں کے کئی احساسات کو سکون و اطمینان کی لہروں میں چھپا لیتی ہے۔

مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ لاہور

تحریر فرماتے ہیں:۔ ۱۹۲۸ء میں جب خاکسار بیرسٹری کی تعلیم کے لئے لندن پہنچا تو وہاں کی تہذیب اور ماحول چونکہ یہاں سے بالکل مختلف تھا۔ اس لئے طبیعت پہ بہت بوجھ تھا اور بے حد اداسی تھی۔ حتیٰ کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں واپس لاہور چلا جاتا ہوں اور جہاز میں سیٹ بھی بک کرا لی۔ برادرم مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو اپنے اس ارادے سے اطلاع بھی کر دی اور باوجود انکی سرزنش کے ارادہ قائم رکھا۔ ابھی روانگی کی تاریخ میں چند دن باقی تھے کہ حضرت اقدسؓ کا پیغام پہنچا کہ اگر تعلیم حاصل کئے بغیر واپس آؤ گے تو میں بہت ناراض ہوں گا۔ اس پیغام کا ملنا تھا کہ طبیعت کی تمام

افسردگی دور ہوگئی اور مَیں نے اُسی دن بیرسٹری میں داخلہ لیکر جہاز کی سیٹ منسوخ کرادی اور دل میں یہ راسخ یقین ہوا کہ اب بفضل اللہ تعالیٰ حصول تعلیم میرے لئے آسان اور مبارک ہوگی۔ اور ایسا ہی ہوا بھی۔ کیونکہ خاکسار کو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے کرم سے تین سال کا کورس دو سال میں ختم کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اگر حضور اقدس رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کا پیغام نہ پہنچتا تو خاکسار یقیناً اپنی تعلیم پوری نہ کرسکتا اور یہ آنحضور کا اس غلام زادہ پر ایک ایسا احسانِ عظیم ہے کہ خاکسار ساری عمر میں اس کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ دورانِ قیام انگلستان ایک امتحان کا جوابی پرچہ دیکر کمرۂ امتحان سے باہر نکلا تو دوسرے طلباء سے جوابات کا مقابلہ کرنے پر یہ احساس ہوا کہ جہاں دوسروں کے جوابات آپس میں ملتے ہیں میرے جوابات ان تمام سے مختلف ہیں۔ اس خیال کے ماتحت کہ میرا پرچہ خراب ہوا ہے حضرت اقدس رضؓ کی خدمت مبارک میں دعا کا تار دیا۔ اگلی صبح حضور کی طرف سے جواب ملا کہ فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ مَیں دعا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور کامیاب فرمائیگا۔ کالج جاکر میں نے اُن طالبعلموں کو جو پہلے دن مجھے کہہ رہے تھے کہ تم کامیاب نہیں ہوسکتے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ آپ لوگ پاس ہونگے یا فیل لیکن میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں ضرور کامیاب ہوجاؤنگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے میرے اس یقین کی وجہ دریافت کی تو میں نے اُنہیں حضور کا جوابی تار دکھا دیا۔ اور بتا دیا کہ یہ تار ہمارے امام کی طرف سے میری دعا کی التجاء کے جواب میں ہے۔ چنانچہ میں نے اُنہیں نوٹ کرادیا۔ جب اُس امتحان کا نتیجہ نکلا۔ تو میں خدا تعالےٰ کے فضل اور حضور اقدسؓ کی دُعاؤں کی برکت سے کامیاب تھا۔ اور اُن تمام سے میرے نمبر زیادہ تھے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

طالبعلمی کے زمانہ میں جتنا عرصہ خاکسار انگلستان میں مقیم رہا۔ ہر ہفتہ کی ڈاک سے حضورؓ کی خدمت میں دعا کے لئے عریضہ ضرور عرض کرتا تھا اور حضور کی طرف سے بھی نہایت شفقت بھرا اور اُمنگ پیدا کرنے والا جواب ملتا تھا۔

ایک مرتبہ میں ربوہ گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ حضور اعجاز نصر اللہ خان سے ناراض ہیں۔ خاکسار کو ازحد تکلیف ہوئی۔ حضور کی زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ تو فرطِ رقّت سے خاکسار کی ہوک نکل گئی اور آنسو بھی آگئے حضور نے ازراہِ شفقت دریافت فرمایا کہ کیا ماجرا ہے۔ عرض کیا کہ حضور میرا ایک ہی لڑکا تھا وہ مرگیا ہے۔ حضور نے چونک کر فرمایا کون! ہمارا اعجاز ؟ خاکسار نے عرض کیا۔ وہی۔ حضور نے دریافت فرمایا وہ کب؟ عرض کیا جب سے حضور اُس پر ناراض ہیں میرے لئے وہ مرچکا ہے۔ حضور نے بلا تأمل فرمایا۔" میں نے اُسے معاف کر دیا" کون کون سے احسان حضور کے یاد کئے جائیں اور کن کن کا ذکر کیا جائے۔

۱۹۴۹ء میں مجھے امریکہ جانے اتفاق ہوا۔ روانگی سے دو تین ہفتہ پیشتر حضورؓ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ بڑی جرأت سے عرض کیا کہ حضور وہ ظفر مرحمت فرمایا جائے جو حضور خود استعمال فرماتے ہیں۔ فرمایا

اس وقت اتنی مقدار میں موجود نہیں آپ اگلے ہفتہ آئیں۔ اگلے ہفتہ خاکسار حاضر ہوا تو حضورؓ نے ازراہِ شفقت ایک کافی بڑی شیشی مرحمت فرمادی۔

۱۹۴۷ء میں موسم گرما میں خاکسار نے ڈلہوزی اپر بکروٹہ پہ "شانتی کٹی" مکان کرایہ پر لیا۔ تاکہ حضور کے قرب میں گرمی کی تعطیلات گذارنے کی سعادت حاصل ہو۔ ایک دن صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب نے خاکسار کو بس کے اڈہ پر قریباً ۱۲ بجے دن فرمایا کہ حضرت اقدس پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو فرمارہے تھے کہ اسد اللہ خان کو اطلاع کردیں کہ وہ ایک بجے دوپہر "بیت الفضل" آئے۔ میں نے یہ خیال کرکے اگر کسی کام سے حضور نے لاہور وغیرہ بھجوانا ہوا تو بس کا وقت نہ نکل جائے اڈہ سے "بیت الفضل" تک کا فاصلہ دوڑ کر طے کیا۔ جب میں "بیت الفضل" پہنچا تو میرا سانس بہت چڑھا ہوا تھا اور حضور اقدس رضؓ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے خیمہ کے دروازہ پر کھڑے کچھ ہدایات فرمارہے تھے۔ خاکسار نے سلام عرض کیا تو حضور نے فرمایا آپ تو معلوم ہوتا ہے دوڑتے آئے ہیں۔ خاکسار نے اطلاع ملنے کا سارا واقعہ عرض کیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ "ہمارے چند عزیز دوپہر کے کھانے پر آرہے ہیں آپکو بھی کھانے پر بُلایا ہے"۔ خاکسار کے کپڑے خوب صاف نہ تھے۔ خاکسار نے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا۔ حضورؓ نے فوراً متبسّم ہوکر فرمایا۔ "ہم نے آپ کو کھانے پر بُلایا ہے آپکے کپڑوں کے لئے نہیں"۔ کیا بتاؤں کہ اس وقت کس قدر خوشی اس عاجز کو ہوئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے فرطِ انبساط سے میرا دل فیل ہوجائے گا۔ جب کھانے پر بیٹھے تو قادیان سے اسی دن حضور کے باغ سے آم ڈلہوزی پہنچے تھے۔ ایک نہایت ہی اعلیٰ اور کافی بڑا آم حضور نے برف لگے پانی سے نکال کر اُس میں سے صرف ایک چوسی لیکر خاکسار کو یہ کہہ کر مرحمت فرمایا "یہ آپ کھائیں"۔ خاکسار نے وہ آم لے لیا اور رومال میں لپیٹ کر اچکن کی جیب میں اس خیال سے ڈال لیا کہ "شانتی کٹی" میں جاکر یہ تبرک اپنے بیوی بچوں سمیت کھاؤنگا۔ تھوڑی دیر بعد حضور نے فرمایا۔ "آپ نے آم کھا بھی لیا"۔ میں نے عرض کیا حضور! رکھ لیا ہے تاکہ عزیزی اعجاز وغیرہ کو بھی اس میں سے حصّہ تبرک مل جائے۔ فرمایا "یہ آپ کھالیں اُن کے لئے اور بھی ہیں"۔ میں نے وہ آم وہاں ہی کھالیا اور اُسکی گٹھلی جیب میں ڈال لی۔ تاکہ اسے زمین میں لگادیا جائے۔ کھانے کے بعد جب میں گھر پہنچا تو والدۂ اعجاز نے مجھے بتایا کہ کوئی آدمی آموں کی ایک اچھی خاصی بڑی ٹوکری دے گیا ہے لیکن نہ یہ بتا کر گیا ہے کہ کہاں سے آئی ہے اور نہ ہی یہ کہ کس کے لئے ہے۔ مجھے حضورؓ کا ارشاد یاد آگیا۔ اور ہم نے وہ آم اپنی خوش قسمتی پہ شاداں ہوکر کھائے اور خدا تعالیٰ کا اور حضور کا شکر ادا کیا۔

تقسیم ملک سے چند سال پہلے ایک مقدمۂ قتل برادرم محترم چوہدری شکر اللہ خان صاحب مرحوم پہ بنادیا گیا جس کی وجہ سے مجھے لاہور سیالکوٹ اور ڈسکہ کے درمیان بہت ہی زیادہ سفر کرنا پڑا۔ برادرم مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ہندوستان سے باہر تھے۔ اِس لئے مجھے بہت فکر تھی اور ذہنی بوجھ بھی

بہت تھا۔ میری طبیعت میں جو ردِ عمل ہُوا یہ تھا کہ مجھے پیشاب کی جگہ خون ہی آتا تھا اور کافی مقدار میں آتا تھا۔ دسمبر کے نصف تک میں اس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ پہلو بدلنا بھی میرے لئے ممکن نہ رہا۔
ایک دن اسی طرح لیٹا ہُوا تھا کہ نیچے موٹروں کے کھڑا ہونے کی آواز آئی۔ والدہ اعجاز نے مجھے بتایا۔ کہ حضور اقدس رضؓ تشریف لائے ہیں۔ مجھے بہت خوشی ہوئی اور مَیں نے سوچا کہ حضور کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرونگا۔ چنانچہ حضور تشریف لائے اور حال دریافت فرمایا اور پھر باتوں کے دوران فرمایا۔ "آپ کا جلسہ پر جانے کو تو جی چاہتا ہوگا" میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور میں نے رندھی ہوئی آواز میں عرض کیا "حضور! وہ کون احمدی ہے جو جلسہ پر جانا نہ چاہے" اِس پر حضور نے اپنی مبارک آنکھیں اُٹھاکر خاکسار کی طرف دیکھا .... اور خاکسار نے دیکھا کہ حضور کی گردن مبارک سے نہایت خوبصورت سُرخی حضور کے چہرہ مبارک کی طرف بڑھنی شروع ہوئی اور حضور کا چہرہ اور گردن اور پیشانی اور کان مبارک سیب کی طرح بلکہ سیب سے کہیں زیادہ سُرخ خوبصورت اور چمکدار ہوگئے۔ حضورؓ نے اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی مبارک اُٹھاکر اور میری طرف اشارہ کرکے فرمایا "آپ انشاءاللہ تعالیٰ ضرور جلسہ پر آئیں گے" مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت عطا فرمادی ہے۔ حضور تھوڑی دیر تشریف فرماکر تشریف لے گئے تو مجھے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ میں نے پیشاب کے لئے بوتل لیکر پیشاب کیا تو اس میں ذرہ بھر بھی خون کی آلائش نہیں تھی۔ اور پھر اُس کے بعد دن بدن میری صحت ترقی کرتی گئی یہانتک کہ میں جلسہ سے تین یا چار دن پہلے قادیان پہنچکر حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوا تو حضور نے فرمایا "اچھا آپ آگئے؟" میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ حضور نے فرمایا ہو کہ میں ضرور جلسہ پر آؤں گا اور میں نہ آتا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔
حضور کے احسانات اور فیوض اِس قدر ہم پر ہیں کہ اُن کا ضبطِ تحریر میں لانا تو کجا اُن کا شمار کرنا بھی ممکن نہیں۔ اور یہی کہنا پڑتا ہے ؎

دامانِ نگہ تنگ و گُلِ حُسنِ تو بسیار — گُلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

مکرم مرزا فتح دین صاحب لکھتے ہیں:۔

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ اپنے خدام کے کھانے اور رہائش کا خاص خیال رکھتے تھے۔ سفر میں جب کھانا کھالیں۔ اور چلنا ہو۔ یا نماز پڑھنی ہو۔ تو پوچھیں گے۔ کیا سب آدمی کھانا کھا چکے ہیں۔ ایک دفعہ حضور باہر سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ خاکسار بھی دسترخوان پر موجود تھا۔ سب کو ایک ایک پراٹھا اور ایک ایک سادہ یا زیادہ روٹیاں دیں۔ جب کھانا کھا چکے تو نذیر احمد صاحب ڈرائیور جو SERVE کر رہے تھے تو انہیں فرمایا۔ آپ بھی کھانا کھالیں۔ حضور نے اپنے سامنے سے ایک پراٹھا الگ کردیا

کہ مَیں نے وہ اُٹھاکر رکھ لئے تھے۔ تا ایسا نہ ہو کہ کھانے والے اس بات کو بھول جائیں کہ SERVE کرنے والے نے بھی کھانا ہے۔ اور اس کے لئے پراٹھا نہ رہے۔ اس لئے میں نے اپنے علاوہ ان کا پراٹھا بھی اٹھاکر رکھ لیا تھا۔ یہ واقعہ حضورؓ کے اپنے خدام کے ساتھ حُسنِ سلوک پر روشنی ڈالتا ہے۔
ستمبر ۱۹۵۷ء میں جب پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے انتخاب کا سوال تھا۔ مختلف سیاسی پارٹیوں کے لیڈر گورنر جنرل سے ملاقاتیں کر رہے تھے۔ اور کسی فیصلہ کے بعد وزیر اعظم کا اعلان ہونا تھا۔ اس کشمکش میں کتنے دن گزر گئے۔ ایک دن عصر کے وقت پراچہ صاحبان سرگودھا سے کار میں حضورؓ سے ملنے کے لئے نخلہ گئے۔ انہوں نے حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اور عرض کیا کہ فیصلہ قریباً ہوگیا ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ صرف اعلان کا ہی انتظار ہے۔ مسلم لیگ نے ایم۔ آئی چندریگر کو انتخاب کیا ہے۔ یہ سن کر حضورؓ نے بے ساختہ فرمایا کہ یہ وہی صاحب ہیں جن کے متعلق میں نے کہا تھا کہ میری گردن تمہارے گورنر کے ہاتھ میں تھی۔ اب گورنر کی گردن میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ پھر پتہ ہے کیا حشر ہُوا۔ وہ خدا جو اس وقت زندہ تھا۔ وہ اب بھی زندہ ہے۔ آخر دو ماہ بھی نہ ہوسکے تھے ان کی وزارت کا جو نتیجہ نکلا سب کو معلوم ہے۔

مکرم مولوی محمد عرفان صاحب امیر صوبہ سرحد لکھتے ہیں:۔

مولوی عبدالقیوم صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل مانسہرہ ضلع ہزارہ جو خداداد قابلیت کے باعث زمانہ طالب علمی میں ہمیشہ تعلیم اور کھیلوں میں صفِ اوّل پر رہے۔ سال ۱۹۱۲ء میں تعلیم سے فارغ ہوکر وکالت شروع کی۔ اور وکالت میں بھی خدا کے فضل سے اچھے وکلاء میں شمار ہونے لگے۔ ۱۹۲۹ء میں وہ بیمار ہوگئے۔ اوّل اوّل اُن کا بایاں طرف کمزور ہونا شروع ہوا۔ اور زبان پر لُکنت پیدا ہوگئی۔ اور آہستہ آہستہ وہ وکالت سے معذور ہوکر صاحبِ فراش ہوگئے۔ علاج معالجہ کے باوجود کوئی فائدہ نہ ہُوا۔ انہوں نے اس علاج کے لئے ولایت کا سفر بھی کیا۔ لیکن صحتیاب نہ ہوئے۔ اور واپس آگئے۔ تقسیم ملک سے چھ سات سال قبل وہ بغیر کسی آدمی کی امداد کے چل نہ سکتے تھے۔ انہوں نے جلسہ سالانہ دیکھنے کی خواہش پر اور اپنی معذوری کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا۔ جلسہ شروع ہونے سے ایک ہفتہ قبل قادیان سے بذریعہ تار منی آرڈر کچھ رقم آگئی۔ معین رقم کا تو علم نہیں لیکن اندازاً ایک آدمی کا کرایہ سیکنڈ کلاس اور ایک آدمی کا کرایہ تھرڈ کلاس تھا۔ اور پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی چٹھی بھی آگئی کہ حضور نے آپ کیلئے اور آپ کے ہمراہ ایک رفیق کے لئے کرایہ بھجوانے کا ارشاد فرمایا ہے چنانچہ مولوی عبدالقیوم صاحب معہ ایک خادم کے عازم قادیان ہوگئے۔ خاکسار بھی اس سفر میں ساتھ تھا۔ سٹیج پر ایک آرام کرسی بچھادی گئی۔ چنانچہ مولوی صاحب کو سہارا دیکر جب سٹیج پر پہنچادیا جاتا تھا۔ تو

کرسی پر بیٹھے آرام سے جلسہ سنتے رہتے تھے۔ جلسہ کے خاتمہ پر حضور سے ملاقات ہوئی۔ تو حضورؓ نے انکو واپس جانے سے روک دیا۔ اور اسی طرح جب وہ تیسرے چوتھے روز واپسی کی اجازت مانگتے تو حضورؓ روک دیتے۔ غالباً دو ہفتہ تک مولوی صاحب قادیان ٹھہرے۔ اور پھر اسی طرح واپسی کا کرایہ حضورؓ نے عطا فرمایا۔ اور مولوی صاحب مانسہرہ پہنچے۔ خاکسار جلسہ ختم ہونے پر آگیا تھا۔ مولوی صاحب بمعہ خادم حضور کے ارشاد کے مطابق ٹھہرے رہے۔ اور جب حضور نے اُن کے اصرار پر اجازت دی تب واپس آئے تھے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو بھولنے والا نہیں۔

مکرم مخدوم محمد ایوب خانصاحب بی۔ اے (علیگ) آف میانی گھوگھیاٹ ضلع سرگودہا لکھتے ہیں:۔

مسجد مبارک ربوہ میں ایک روز ظہر کی نماز حضور پُرنور کے پیچھے ادا کی۔ نماز کے بعد حضور جب تشریف لے جانے لگے۔ تو میں نے اپنے لڑکے عزیزم مخدوم محمد اجمل کی صحت کے واسطے دعا کیلئے درخواست کی۔ حضور پُرنور ازراہِ شفقت ٹھہر گئے اور فرمانے لگے "صرف دعا کے لئے ہی نہ کہا کریں۔ ان کو دوائی مرکب افسنتین استعمال کرائیں" اور مخاطب فرما کر فرمانے لگے "میں آپ کو، آپ کے والد صاحبؓ کو اور آپکی اولاد کو جانتا ہوں" (یعنی سب کی طبیعت سے واقف ہوں) یہ پیارے کلمات سُنکر میں تو خوشی سے بھر گیا۔ کہ حضور پُرنور کی ہم معمولی آدمیوں پر ایسی نظرِ شفقت و احسان ہے۔

مکرم چوہدری علی محمد صاحب بی۔ اے بی ٹی اسسٹنٹ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۹۲۴ء میں انگلستان میں ایک مذہبی کانفرنس ہوئی جسے ویمبلے کانفرنس کہتے ہیں منتظمین کانفرنس کی طرف سے حضور کو بھی دعوت پہنچی کہ کانفرنس میں شریک ہو کر اپنا مضمون پڑھیں۔ جانے سے پہلے حضور نے جماعت کے احباب سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ ایک دن مسجد مبارک قادیان میں احباب جمع ہوئے۔ بہت سے احباب نے موافق اور مخالف تقریریں کیں۔ بعض دوستوں کا خیال تھا کہ حضور کو خود وہاں نہیں جانا چاہیئے بلکہ اپنے کسی نمائندے کے ذریعے مضمون پڑھ کر سُنا دیا جائے۔ مگر دوسرے فریق کا خیال تھا کہ حضور کے خود تشریف لے جانے میں زیادہ برکات ہیں۔ جب رائے شماری ہوئی تو اکثر احباب کی یہی رائے تھی کہ حضور خود بنفس نفیس تشریف لے جائیں۔ چنانچہ کثرت رائے کی بنا پر حضور خود تشریف لے گئے۔ یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل تھی کہ جو احباب مسجد مبارک کے پرانے حصے میں بیٹھے تھے (یعنی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تھی) اُن سب کی رائے یہی تھی کہ حضور خود تشریف لے جائیں۔ خاکسار راقم کا شمار بھی خوش قسمتی سے انہی احباب میں تھا جن کی رائے موافق تھی اور جو مسجد مبارک کے اُس

حصے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور کے ہمراہ جو دوست تشریف لے گئے تھے۔ اُن سب کے عمامے سبز رنگ کے تھے۔ مگر حضور کی اپنی پگڑی سفید رنگ کی ہی تھی۔ حضور جب لندن سے مظفر و منصور مراجعت فرما ہوئے تو قادیان میں داخل ہونے کا نظارہ بھی قابل دید تھا۔ بٹالہ پہنچکر حضور مع خدام ٹانگوں پر سوار ہوئے۔ جب قادیان کی سڑک کے موڑ پر پہنچے تو حضور اور خدام پیدل چلنے لگے۔ یہ میل بھر کا فاصلہ حضور نے مع خدام و اہالیان قادیان پیدل طے کیا۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب عربی میں دعائیں پڑھتے جاتے تھے اور باقی احباب انکو دُہراتے جاتے تھے۔ یہ نظارہ بھی عجیب کیف آور نظارہ تھا۔ اس واقعہ سے حضرت مصلح موعود کا احبابِ جماعت سے مشورہ لینے اور اُنکے جذبات کے خیال رکھنے کا پہلو نمایاں ہے۔

مکرم لطیف احمد خاں صاحب ننھّا بیان کرتے ہیں:۔

ایک دفعہ حضور قادیان سے ڈلہوزی بذریعہ موٹر تشریف لے جا رہے تھے۔ جب ہرچووال پہنچے تو سخت بارش شروع ہوگئی۔ ہم نے عرض کیا حضور بارش بہت ہے ہم سٹھیالی تک ساتھ جائیں گے حضور نے فرمایا بہت اچھا۔ جب سٹھیالی پہنچے تو بارش اتنی تھی کہ نہر کی پٹڑی پر موٹر چلنی مشکل ہوگئی۔ ہم بھی تنگ رہے پہیے ساتھ تھے۔ سڑک خراب موٹر آہستہ آہستہ چلتی جاتی تھی۔ حضور و النڈیر ڈکو اپنے ہاتھ سے کبھی سیب اور کبھی اور پھل وغیرہ دیتے جاتے تھے۔ جب گورداسپور پکی سڑک پر پہنچ گئے تو حضور نے -/۱۵ روپے دیئے اور فرمایا کہ ڈلہوزی فون کر دیا جائے کہ بارش کی وجہ سے ہم تیسری سروس سے آئیں گے۔ دوسری سروس نکل گئی ہے تاکہ انکو پریشانی نہ ہو۔ اور فرمایا کہ کھانا وغیرہ کھانا اور آرام کرکے واپس قادیان چلے جانا۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ حضور کو اپنے خدام سے کتنا پیار اور اُنس تھا کہ اپنے بچوں کا سا سلوک فرماتے تھے۔

ایک دفعہ سفر میں بارشوں کی زیادتی کیوجہ سے سڑکیں ٹوٹ گئیں اور حضور کو پالم پور میں مجبوراً لمبا عرصہ قیام کرنا پڑا۔ اس سفر میں دفتر کا سٹاف زیادہ نہ تھا۔ خاکسار کو کام کی زیادتی کی وجہ سے بخار ہوگیا۔ اور دو دن سخت تیزی کا بخار رہا۔ جہاں حضور نماز کے موقعہ پر اپنے خدام کا حال دریافت فرماتے وہاں دو دفعہ مغرب کی نماز کے بعد حضور اپنے دست مبارک سے عاجز کیلئے دودھ بھی لائے۔ سبحان اللہ کہاں وہ ایک جلیل القدر خلیفہ کا مقام اور کہاں اس کا ایک ادنیٰ خادم۔

قادیان میں ایک سال بارش نہ ہوئی۔ یہانتک کہ احراریوں۔ ہندوؤں وغیرہ سب نے بارش کیلئے دعائیں کیں مگر بارش نہ ہوئی۔ حضورؓ ڈلہوزی سے تشریف لائے۔ مغرب کے قریب کوٹھی دارالحمد میں احباب استقبال کے منتظر تھے۔ مولوی ابوالعطاء صاحب نے عرض کی کہ حضور بارش کیلئے دعا فرمائیں۔ ہندو احراریوں نے بھی بہت دعا کی ہے۔ حضور نے فرمایا ان کی دعا سے تو بارش ہوئی نہیں۔ ہم آ گئے ہیں۔

انشاءاللہ بارش ہوگی۔ چنانچہ حضورؓ لوگوں سے ملاقات فرماتے رہے اور اسی اثناء میں بادل بھی اُٹھنا شروع ہوگیا۔ اور مجھے یاد ہے کہ خاکسار اور نذیر احمد صاحب ڈرائیور نے جلدی جلدی مسجد مبارک کے چوک سے موٹر کا سامان اُتار کر قصرِ خلافت میں پہنچایا۔ اور جب موٹر بند کرکے خاکسار اور نذیر صاحب گھر جانے لگے تو بارش شروع ہوگئی اور ریتی چھلہ پہنچنے تک پانی ہی پانی تھا۔ بڑی مشکل سے ہم گھر پہنچے۔ یہ کتنا بڑا نشان تھا۔ سبحان اللہ۔ جو اپنی آنکھوں سے ایک گھنٹہ میں پورا ہوتا دیکھا کہ "اب ہم آگئے ہیں بارش ہوگی"۔

۱۹۴۲ء میں حضور پالم پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک دن حضورؓ کا پروگرام بیج ناتھ ٹرپ کا بنا۔ چونکہ کاروں میں جگہ کم تھی اسلئے حضور نے خاکسار اور مرزا فتح دین صاحب سپرنٹنڈنٹ کو فرمایا کہ آپ بس پر آجائیں ہم وہاں انتظار کرینگے۔ پہلے تو ہمارا ارادہ نہ جانے کا ہوا۔ کیونکہ بس کی آمد کی امید نہ تھی سڑک ٹوٹی ہوئی تھی۔ مگر پھر ہم دونوں اس وجہ سے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانے پر انتظار کرینگے۔ ہم چل پڑے ۱½ بجے ۸ رک بنگلا میں پہنچے تو حضور کھانا تناول فرما رہے تھے۔ ہمیں دیکھکر مسکرا کر فرمایا کہ انتظار کرکے کھانا شروع کیا ہے۔ اتنی دیر کیوں ہوگئی۔ ہم نے عرض کیا کہ بس نہیں آئی ہم پیدل آئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت حضورؓ نے پیالیوں میں کھانا ڈال کر اپنے ہاتھ سے ہمیں دیا۔ سبحان اللہ جب شفقت کے یہ نظارے آنکھوں کے سامنے آتے ہیں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں کہ ہمارا آقا کتنا بلند اخلاق اور اپنے خدام پر کس قدر مہربان تھا۔

۱۹۴۱ء کا واقعہ ہے کہ حضور ڈلہوزی میں تھے وہاں سے ایکدن سیر کے لئے دیان کنڈ جو ایک اونچی پہاڑی تھی تشریف لے گئے۔ وہاں چائے کا بھی پروگرام تھا۔ مگر اتنے میں بارش ہونی شروع ہوگئی اور ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ میں اور خان میر خان صاحب اور نذیر احمد صاحب ڈرائیور آگ جلانے میں مصروف تھے مگر لکڑیوں کے گیلا ہونے کی وجہ سے بڑی دقت تھی۔ اور پتھروں کے چولھے پر جھکے پھونکے مار رہے تھے کہ اتنے میں حضور خود دو چار سوکھی لکڑیاں لئے ہوئے تشریف لے آئے۔ اور ہمارے سروں پر چھتری کردی۔ ہم نے وہ لکڑیاں رکھ کر آگ جلائی۔ اور جب تک پانی اُبل نہیں گیا حضور چھتری کا سایہ کئے دھوئیں میں ہمارے پاس ہی کھڑے رہے۔

مکرم ملک حبیب الرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز سرگودہا ڈویژن لکھتے ہیں:۔

۱۹۳۳-۳۴ء کا ذکر ہے۔ میں ان دنوں جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان میں ٹیچر تھا۔ میرے ایک معزز غیر احمدی دوست جو خاندانِ سادات سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر محکمہ کوآپریٹو بنک کی طرف سے غبن کا ایک مقدمہ بنادیا گیا۔ ہندو مجسٹریٹ نے انہیں ڈیڑھ سال قید بامشقت اور تقریباً دو ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ یہ خاندان نہایت معزز تھا اور اُسوقت گردش میں تھا۔ مجھے اور میری طرح بہت سے دوسرے لوگوں کو

دُکھ ہوا۔ اور میں نے اُن کی امداد کا پُورا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ وہ صاحب میرے ہمراہ قادیان آئے اور ہم اپنے والد صاحب حضرت حافظ نبی بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیکر حضرت اقدسؓ کے حضور حاضر ہوئے۔ دعا کے لئے درخواست کی، اور عرض کیا کہ اگر حضور محترم چوہدری ظفراللہ خانصاحب کو ارشاد فرمائیں کہ سیشن کورٹ ڈیرہ غازیخان میں انکی طرف سے پیش ہوں۔ تو حضور کا اس خاندان پر احسانِ عظیم ہوگا۔ اور یہ خاندان ہمیشہ کی ذلت اور نکبت سے بچ جائیگا۔ اسپر حضور نے فوری طور پر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو حکم دیا کہ وہ چوہدری صاحب کی خدمت میں لکھدیں کہ ان کے مقدمہ کی پیروی کی جاوے۔ یہ ماہ فروری ۱۹۳۴ء کی بات ہے۔ اپریل ۱۹۳۴ء سے مکرم چوہدری صاحب سر میاں فضل حسین صاحب مرحوم کی جگہ وائسرائے کی کونسل میں ممبر مقرر ہوچکے تھے۔ ان ایام میں اُن کا ڈیرہ غازیخان سیشن کورٹ میں جانا امرِ محال تھا۔ لیکن حضور کے ارشاد کے ماتحت جناب چوہدری صاحب وہاں تشریف لے گئے اور سیشن جج نے انہیں دونوں سزاؤں سے بری کردیا۔ اور اس طرح ایک معزز سادات خاندان اس ذلت سے محفوظ ہوگیا۔

۱۹۳۸-۳۹ء کی بات ہے کہ مجھے ہر ماہ معدہ میں درد کا شدید دورہ ہونا شروع ہوا۔ بہت علاج کئے لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اور میں بالکل لاچار ہوگیا۔ آخر تنگ آکر میں امرتسر میڈیکل ہسپتال میں داخل ہوگیا۔ مختلف اقسام کے ٹسٹ کئے جانے کے بعد ڈاکٹروں نے فیصلہ دیا کہ مجھے اپنڈے سائٹس ہے۔ اور پتے میں پتھری بھی ہے۔ لہذا دونوں اپریشن ہونگے۔ جس سے میں سخت گھبرا گیا اور موقع پاکر ہسپتال سے نکل کر سیدھا قادیان پہنچا۔ اور اپنے آقا کے حضور تمام حالات عرض کئے۔ حضور نے از راہ شفقت فرمایا کہ آپکو اپنڈے سائٹس قطعاً نہیں ہے۔ ہاں پتے میں پتھری ہوسکتی ہے۔ میں دعا کرونگا۔ اسپر میں مطمئن ہوکر واپس اپنی ڈیوٹی پر چلاگیا۔ اور معمولی دیسی و ہومیو پیتھک علاج شروع کیا۔ خداتعالیٰ کے فضل سے تین ماہ کے اندر مجھے کافی افاقہ ہوا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد بیماری کا نام ونشان نہ رہا۔ اور باوجود سخت بدپرہیزی کے آج تک یہ تکلیف دوبارہ نہیں ہوئی۔ یہ سب حضور کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ ورنہ یہ دوائیں تو میں پہلے بھی ایک عرصہ تک استعمال کرتا رہا تھا۔

مکرم میاں روشن دین صاحب صراف آف اوکاڑہ لکھتے ہیں:۔

۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے کہ میرا لڑکا ضیاءالدین احمد ٹائیفائیڈ سے بیمار ہوگیا۔ اور میں اسے لیکر قادیان چلاگیا۔ یہ وہ دن تھے جب حضور نے سورۃ یونس سے سورۃ کہف تک درس دیا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ دعا کیلئے یاد دہانی کرواتے رہنا۔ کئی ڈاکٹر صاحبان بھی درس کی وجہ سے آئے ہوئے تھے۔ مثلاً ڈاکٹر حاجی خانصاحب کراچی ڈاکٹر حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب۔ ڈاکٹر عنایت اللہ شاہ صاحب اور ڈاکٹر محمد الدین صاحب یہ سب علاج بھی کرتے رہے۔ آخر سب نے مشورہ دیا کہ اسے لاہور لے جائیں۔ حضورؓ کی خدمت میں ڈاکٹروں کا مشورہ رکھا

گیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ مجھے لاکر دکھاویں۔ چنانچہ میں بچہ کو اٹھاکر لے گیا۔ تو حضور نے دعا فرماتے ہوئے اجازت دی کہ لے جاویں۔ اور فرمایا کہ میں دعا کرتا رہونگا۔ وہاں لے جانے پر میو ہسپتال کے سول سرجن نے مایوس ہوکر کہہ دیا کہ یہ لڑکا نہیں بچے گا اسے واپس لے جاؤ۔ چنانچہ بچہ کو واپس لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں سے یہ کرشمہ دکھایا کہ پیٹ میں جو غدودیں پیپ سے بھر گئی تھیں ان کی پیپ ناف کے ذریعہ خارج ہوتی گئی۔ اور لڑکا خدا تعالیٰ کے فضل سے صحت یاب ہوگیا۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ امرتسر سے قادیان جارہے تھے اور حضرت ام المومنینؓ بھی اسی گاڑی پر دہلی سے قادیان تشریف لے جارہی تھیں۔ حضرت مولوی صاحب نے ضیاء الدین کو حضرت ام المومنینؓ کے پاس بھجوادیا اور فرمایا کہ یہ لڑکا حضرت امیر المؤمنینؓ کی دعا کا زندہ معجزہ ہے۔

مکرمہ صالحہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری رحمت علی صاحب مسلم ایم اے سرگودھا۔ لکھتی ہیں:۔

میں قریباً چار پانچ سال کی تھی کہ جب مجھے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بسم اللہ کروانے کے لئے بھیجا گیا۔ میرے ہاتھ میں کچھ نقدی اور قاعدہ یسرنا القرآن تھا۔ حضرت اقدسؓ اُس دن مسجد مبارک سے متصل مکان کے بڑے کمرے میں تشریف فرما تھے جو پاکستان پہنچنے کے وقت سیدہ ام وسیم صاحبہ کی رہائش گاہ تھی۔ حضرت اقدسؓ نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا اور اعوذ باللہ سے شروع کروایا۔ حضورؓ نے قاعدہ کے لفظوں یا نقطوں پر انگلی رکھی ہوئی تھی۔ حضور لفظ بولتے تھے اور میں دُہراتی جاتی تھی۔ میری نگاہ تو قاعدہ پر تھی مگر میں اس عظیم ہستی کی طرف دیکھے جارہی تھی جس کے لئے دنیا کی بے شمار قومیں انتظار میں بیٹھی تھیں۔ اس کے بعد حضور نے دعا فرمائی اور میں واپس گھر آگئی۔

سنہ ۱۹۳۲ء میں ہمارے مکان واقعہ دارالرحمت قادیان کی بنیاد رکھنے کے لئے حضرت اقدسؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ میں اباجان (ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحبؓ) کا رقعہ لیکر حضور کی خدمت میں گئی۔ گرمی کا موسم تھا۔ ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی۔ حضرت اقدس سیّدہ ام طاہرؓ کے مکان کے برآمدے میں تھے۔ میں نے چھتری برآمدے کے قریب رکھی اور حضور کو سلام کے بعد رقعہ پیش کیا۔ حضور سفید بستر پر لیٹے ہوئے اخبار پڑھ رہے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں حضور کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئی لیکن میرے مشفق آقا نے اپنے تکیہ کی طرف اشارہ کرکے اُسکے ایک طرف اُوپر بٹھالیا۔ اسکے بعد حضور مجھ سے مختلف باتیں پوچھتے رہے۔ حضور کو اسدن بخار تھا۔ اسلئے فرمایا کہ پھر کسی دن بنیاد رکھیں گے۔ چند دن کے بعد مجھے دوبارہ بھیجا گیا جس وقت میں گئی اُسوقت حضور حضرت سیدہ اُمِّ ناصر صاحبہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ اندر چند ملنے والے آئے ہوئے تھے۔ حضرت سیّدہؓ کے قریب محترم شیخ نیاز احمد صاحب کی اہلیہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ جنہوں نے کہا کہ میں صبح سے حضرت اقدسؓ کے انتظار

میں بیٹھی تھیں۔ کیونکہ انکے مکان کی بھی بنیاد رکھنی تھی۔ جب حضرت اقدسؓ کو ہم نے یاد دہانی کروائی تو حضور اُسی وقت بنیاد رکھنے کے لئے تیار ہوگئے۔ اور فرمایا کہ جاؤ نذیر سے کہو کہ موٹر تیار کرے ہم اکٹھے جائیں گے۔ ہم جلدی سے نذیر صاحب کو موٹر تیار کرنے کا کہہ کر گھر آئے کہ حضور کے تشریف لانے کی اطلاع کردیں۔ ہمارے گھر پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد حضور شیخ صاحب کی بنیاد رکھنے کے بعد ہماری بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لائے۔ قادیان کے بزرگ کثرت سے موجود تھے۔ کرسیوں کا انتظام تھا۔ حضرت اقدسؓ نے بنیاد رکھی اور لمبی دعا فرمائی۔ محلہ کے مرد عورتیں اور بچے حضور پُر نور کی زیارت کے لئے اردگرد جمع تھے بڑا پر رونق منظر تھا۔ جو اتنک آنکھوں کے سامنے ہے۔ حضور کرسی پر رونق افروز تھے اور سب سے ہنس ہنس کر باتیں کررہے تھے۔

مکرم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب سابق متعلم جامعہ لکھتے ہیں:۔

محترم داداجان حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت محترم والد صاحب خلیفہ صلاح الدین صاحب مرحوم اور آپکے دوسرے بہن بھائی عمر میں بہت چھوٹے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بالکل اپنے بچوں کی طرح سب کا خیال رکھا۔ انکی نگرانی فرمائی اور تعلیم کے بارے میں ہر سہولت مہیا فرمائی۔ بڑے ہوتے پر سب کی شادیاں کیں۔ پھر سب کی اولادوں پر بھی شفقت فرماتے رہے۔ آپ گھر کی معمولی معمولی باتوں میں دلچسپی لیتے اور مفید مشورے عنایت فرماتے۔ ہماری پھوپھی جان حضرت ام ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی بہنوں کا ایک والدہ کی طرح خیال فرماتی رہیں۔

ماسٹر محمد حسین صاحب مرحوم کی روایت ہے کہ ایک رات آپ اپنی دوکان میں جو کہ احمدیہ چوک قادیان میں واقعہ تھی دیر تک کام کرتے۔ دو بجے کے قریب حضرت امیر المومنین اور حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں سے گذرے آپکے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ ماسٹر صاحب کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ ابھی اطلاع آئی ہے کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی ہے۔ ہم بیمار پُرسی کے لئے جارہے ہیں۔ رات کا اندھیرا سرد یوں کی رات لالٹین کی روشنی اور پھر قصر خلافت سے حضرت ام المومنینؓ کے ہمراہ بہشتی مقبرہ والے باغ کا لمبا فاصلہ یہ سب اُس جذبۂ محبت کا پتہ دیتا ہے جو آپ میں پایا جاتا ہے۔

میرے والد صاحب خلیفہ صلاح الدین صاحب مرحوم کی شادی میں چند رکاوٹیں تھیں۔ حضورؓ نے اپنی طرف سے آپکا پیغام حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر رضی اللہ عنہ کے ہاں بھجوایا اور فرمایا کہ اس کا ذمہ میں لیتا ہوں اور نکاح میرے نکاح کے ساتھ ہوگا۔ سو آپکے نکاح ہمراہ حضرت ام متین صاحبہ کے موقع پر ہی والد صاحب مرحوم کا نکاح پڑھا گیا۔ حضور نے اس ذمہ داری کو پوری طرح نبھایا۔ ہم سب بھائی بہنوں سے حضور کا سلوک بچوں کا سا رہا۔ خاص طور پر خاکسار کو حضور نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ آپ فرمایا کرتے کہ

یہ میرا بیٹا ہے۔ والد صاحب مرحوم و مغفور کو آپ نے تحریری طور پہ فرمایا کہ اس تمہارے لڑکے کو میں لیتا ہوں۔

حضور اقدسؓ نے خاکسار کی پیدائش سے قبل ہی فرما دیا تھا کہ لڑکا ہوگا اور اس کے چھ بھائی اور ہونگے۔ پھر آپؓ نے سب کے نام تجویز فرمائے۔ محترم سید میر داؤد احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور نے میرے سامنے ڈکشنری منگوائی اور سات نام تجویز فرمائے۔ چار لڑکوں کی پیدائش کے بعد حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور سے فرمایا کہ بھائیوں کے ساتھ بہنیں اچھی لگتی ہیں۔ دعا کریں کہ اب لڑکی پیدا ہو۔ حضور نے کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ ہاں اب لڑکی ہوگی۔

ہم سات بھائیوں میں سے تین وفات پا گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہن عطا فرمائی میری ہمشیرہ کے پیدا ہونے پر حضور نے فرمایا کہ "بس یہ آخری بچی ہے"۔ اور ساتھ ہی اس کا نام امۃ الآخر تجویز فرمایا۔ یہ واقعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق باللہ اور قبولیت دعا کا ایک چمکتا ہوا نشان ہے۔

شرفِ انسانیت اور حسنِ تربیت کی ایک مثال

محترمہ بیگم صاحبہ سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ فرماتی ہیں:۔

۱۹۵۷ء کی بات ہے حضرت ابا جانؓ (سیدنا مصلح موعودؓ) نخلہ میں مقیم تھے۔ ہم لوگ بھی ان دنوں وہیں تھے۔ میرا بچہ سید قمر سلیمان احمد جسے پیار سے بیّ کہتے ہیں جس کی عمر اسوقت تین سال تھی باہر بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں بچوں کا شور بلند ہوا اور بیّ روتا ہوا اندر داخل ہوا اور بچوں کی ایک قطار اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے داخل ہوئی۔ حضور صحن میں زمین پر تشریف فرما تھے حضور نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ معلوم ہوا کہ بیت الخلاء کی صفائی کرنے والے خاکروب نے جس کا نام صادق مسیح تھا۔ بیّ کے گلے میں بازو ڈال کر پیار سے اس کا گال چوما تھا۔ اس پر بچوں نے اپنی معصومیت کے ساتھ بیّ کو چھیڑنا اور چڑانا شروع کر دیا۔

حضرت ابا جانؓ نے یہ دیکھ کر بیّ کو اپنے قریب بلایا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں خاکروب نے کس جگہ پیار کیا تھا۔ اس نے اپنے گال پہ انگلی رکھ کر بتایا کہ اس جگہ پیار کیا تھا حضور نے بیّ کو اپنے ساتھ چمٹا کر عین اسی جگہ اس کو چوما اور فرمایا بس اب چپ کر جاؤ میں نے تمہیں پیار کر لیا ہے۔ اور بچے جو بیّ کو چھیڑ رہے تھے حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔

الہامات حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

اللہ تعالےٰ نے اپنی سنّتِ قدیمہ کے مطابق سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا فرمایا۔ اور سلسلہ احمدیہ کی قیادت کے لئے اپنے الہامات سے راہنمائی فرمائی۔ اخبار غیبیہ اور بعض اہم امور پر مشتمل بعض الہامات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں:

(ادارہ)

فتنے ہیں اور ضرور ہیں۔ مگر تم جو اپنے آپ کو اتحاد کی رسی میں جکڑ چکے ہو خوش ہو جاؤ کہ انجام تمہارے لئے بہتر ہوگا تم خدا کی ایک برگزیدہ قوم ہوگے اور اسکے فضل کی بارشیں انشاء اللہ تم پر اس زور سے برسیں گی کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔

"میں جب اس فتنہ (پیغام) سے گھبرایا اور اپنے رب کے حضور گرا تو اس نے میرے قلب پر یہ یہ مصرعہ نازل فرمایا

شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل

اتنے میں مجھے ایک شخص نے جگا دیا اور میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مگر مجھے پھر غنودگی آئی۔ اور اس غنودگی میں اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ اس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے۔ کیا ہوا اگر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ دوسرا مصرعہ الہامی تھا یا بطور تفہیم تھا۔

(ضمیمہ الفضل ۲۵ر مارچ ۱۹۱۴ء جلد ۱ نمبر ۱۴)

"کل پھر میں نے اپنے رب کے حضور میں نہایت گھبرا کر شکایت کی۔ کہ مولا میں ان غلط بیانیوں کا کیا جواب دوں۔ جو میرے خلاف کی جاتی ہیں اور عرض کی کہ ہر ایک بات حضور ہی کے اختیار میں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس فتنہ کو دُور کر سکتے ہیں۔ تو مجھے ایک جماعت کی نسبت بتایا گیا کہ لَیُمَزِّقَنَّھُمْ یعنی اللہ تعالےٰ ضرور ضرور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابتلاء ہیں۔ مگر انجام بخیر ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم اپنی دعاؤں میں کوتاہی نہ کرو۔

(ضمیمہ اخبار الفضل ۲۵ر مارچ ۱۹۱۴ء جلد ۱ نمبر ۱۴، اشتہار "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" ص۱)"

خلافت جوبلی کے سال ۱۹۳۹ء میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تقریر فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:۔

"غیر مبائعین کے پاس دوسری بڑی چیز جتھا تھی۔ انہیں اس بات پر بڑا گھمنڈ تھا کہ جماعت کا ۹۵ فیصدی حصہ ان کے ساتھ ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں مجھ پر الہام نازل کیا کہ لَیُمَزِّقَنَّھُمْ۔ اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ چنانچہ خدا کی قدرت وہی خواجہ کمال الدین صاحب جن کے مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ ایسے گہرے تعلقات تھے کہ خواجہ صاحب اگر رات کو دن کہتے تو وہ بھی دن کہنے لگ جاتے۔ اور وہ اگر دن کو رات کہتے تو بھی رات کہنے لگ جاتے۔ ان کی خواجہ صاحب کی وفات سے دو سال پہلے آپس میں وہ لڑائی ہوئی در ایک دوسرے

ہوا ایسے ایسے اتہامات لگائے گئے کہ حد ہوگئی۔ پھر سید محمد حسین صاحب اور ان کی انجمن کے دوسرے ممبروں میں احمدیہ بلڈنگس میں علی الاعلان لڑائی ہوئی۔ یہاں تک کہ بعضوں نے کہدیا۔ ہم عورتوں کو پکڑ کر یہاں سے نکال دیں گے ..... غرض جسطرح الہام میں بتایا گیا تھا اُسی طرح واقعہ ہوا۔ اور اُن کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ اسکے مقابلہ میں وہ پچیس سالہ نوجوان جسے بہ تحقیر سے بچہ کہا کرتے تھے اُسے خدا تعالیٰ نے ایسی طاقت دی کہ جب بھی کوئی فتنہ اُٹھتا ہے اُسی وقت وہ اُسے اِس طرح کچل کر رکھ دیتا ہے جس طرح مکھی اور مچھر کو مسل دیا جاتا ہے۔ اور کسی کی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ مقابلہ میں دیر تک ٹھہر سکے۔"

(خلافت راشدہ ۲۶۳/۲۶۲ ۔ شائع کردہ الشرکۃ الاسلامیہ)

○

"مَیں ابھی سترہ سال کا تھا۔ جو کھیلنے کودنے کی عمر ہوتی ہے۔ کہ سترہ سال کی عمر میں خدا نے الہاماً میری زبان پر یہ کلمات جاری کئے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے ایک کاپی پر لکھ لئے۔ کہ "اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ" کہ وہ لوگ جو تیرے متبع ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں قیامت تک ان لوگوں پر فوقیت اور غلبہ دیگا۔ جو تیرے منکر ہوں گے ".....سترہ سال کی عمر میں خدا تعالیٰ نے مجھے وہ الہام کیا اور آج میری عمر سے اڑتالیسواں سال گزر رہا ہے۔ اس گذشتہ تیس اکتیس سال کے عرصہ میں دنیا نے اس الہام کی صداقت میں جو کچھ دیکھا وہ اتنا واضح ..... ہے کہ اسکے بعد خدا تعالیٰ کی نصرت کے متعلق مجھے ایک منٹ کیلئے بھی شبہ نہیں ہو سکتا اور مَیں واضح سے واضح الفاظ میں دنیا کے سامنے یہ دعویٰ پیش کرنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر ان مقابلوں میں مجھے زک پہنچ جائے یا میری قائم کی ہوئی باتیں فیل ہو جائیں تو یقیناً میں جھوٹا ہوں گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ رجون ۱۹۳۶ء الفضل ۹ رجولائی ۱۹۳۶ء نمبر ۱۵، جلدہ ۲ ص ۵،۴)

○

"اِس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔" گو لوگ نبی کے لفظ سے بھی گھبراتے ہیں مگر مَیں تو سمجھتا ہوں کہ اگر ہم میں نبی نہیں آیا تو مرنے کا مقام ہے۔ مجھے تو خود خدا تعالیٰ نے بغیر فرشتہ کے واسطہ کے بتایا ہے کہ تم میں نبی آیا ہے اور آئندہ بھی آئیں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ مئی ۱۹۱۴ء الفضل ۲۷ رمئی ۱۹۱۴ء جلد نمبر ا نمبر ۲۵۰)

○

"باوجود اسکے کہ جماعت پر خطرناک زلزلے آئے۔ لیکن اس شدہ کی بنائی ہوئی عمارت پر کوئی غالب نہ آسکا اور یہ

عمارت زلازل سے محفوظ رہی۔ یوں بھی تو تفرقہ دور ہو چکا تھا۔ لیکن خدا نے جلسہ سالانہ پر دکھلا دیا کہ جماعت ٹوٹی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے اِسے مضبوط کر دیا۔ مجھے یہ یقین ہے اور غالباً یہ شائع بھی ہو چکا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے الہام کیا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا۔ وہ آگ بجھ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ اُسے بجھاتا رہیگا۔ اور کوئی تم میں تفرقہ نہیں ڈال سکے گا۔ کیونکہ دلوں کی حکومت خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

(الفضل، رجنوری ۱۹۱۵ء جلد ۲ نمبر ۸۸ ص ۳)

○

"حضرت صاحب کی وفات سے پہلے ایام کا ذکر ہے کہ ملک مبارک علی صاحب تاجر لاہور روز شام کو اس مکان پر آجاتے۔ جس میں حضرت صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور جب حضرت صاحب باہر سیر کو جاتے تو وہ اپنی بگھی میں بیٹھ کر ساتھ ہو جاتے تھے۔ مجھے سیر کے لئے حضرت صاحب نے ایک گھوڑی منگوا دی ہوئی تھی۔ میں بھی اس پر سوار ہو کر جایا کرتا تھا اور سواری کی سڑک پر گاڑی کے ساتھ ساتھ گھوڑی دوڑاتا جاتا تھا۔ اور باتیں بھی کرتا جاتا تھا۔ لیکن جس رات حضرت صاحب کی بیماری میں ترقی ہو کر دوسرے دن آپ نے فوت ہو جانا تھا میری طبیعت پر کچھ بوجھ سا معلوم ہوتا تھا۔ اسلئے میں گھوڑی پر سوار نہ ہوا۔ ملک صاحب نے کہا میری گاڑی میں ہی آجائیں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ لیکن بیٹھتے ہی میرا دل افسردگی کے ایک گہرے گڑھے میں گر گیا۔ اور یہ مصرعہ میری زبان پر جاری ہو گیا۔ کہ

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

ملک صاحب مجھے اپنی باتیں سناتے تو میں کسی ایک آدھ بات کا جواب دیتا۔ پھر اسی خیال میں مشغول ہو جاتا۔ رات کو ہی حضرت صاحب کی بیماری یکدم ترقی کر گئی اور صبح آپ فوت ہو گئے۔"

(تقدیر الٰہی ص ۱۸۹، ۱۹۰۔ تقریر جلسہ سالانہ ۲۶ ردسمبر ۱۹۱۹ء)

○

"حضرت صاحب جب دمشق میں پہنچے۔ اور دوسرے دن تک لوگوں کی آمد و رفت شروع نہ ہوئی۔ تو حضور نے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں میں تحقیقِ حق کا جوش پیدا کرے۔ اس پر حضور کو یہ الہام ہوا۔ "مُبَشِّرٌ مُکَرَّمٌ"۔ اسکے بعد خدا نے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے جو جو سامان کئے اور لوگوں میں جس طرح ہل چل مچی۔ اس کا مختصراً ذکر کرتا ہوں۔ حضرت صاحب کی تشریف آوری کا اعلان اخبارات میں ہوا۔ بعض مولوی صاحبان حضور سے مل کر سلسلہ کے حالات سے واقف ہو گئے۔ بعض ایڈیٹروں اور بعض علماء کو حضور کے خدام گھروں پر جا کر سلسلہ کی تبلیغ کر آئے۔ اکثر لوگوں سے گفت و شنید بازاروں اور ہوٹلوں میں کی گئی۔ اور اسی طرح دمشق میں

احمدیت کے متعلق عام چرچا ہوگیا ۔ جماعت کی خدمت اسلام اور تبلیغ و اشاعت کے کام کو محبت کی نظر سے دیکھا اور شوق سے سناگیا ۔ جامع امویہ میں ہم لوگ جمعہ کی نماز سے تھوڑی دیر پہلے جبکہ اذان ہو چکی تھی ہو آئے ۔ جہاں اکثر عوام اور بہت سے مولوی صاحب جمع تھے ۔ پھر جامع امویہ میں خطیب نے ہمارے متعلق ذکر کر کے اور بھی شہرت کر دی ۔ خطبہ جمعہ میں اُس نے ہمارے متعلق اعلان کیا ۔ گو مخالفت کی ۔ اور سخت سُست کہا ۔ مگر بہرحال اشتہار دیدیا جس کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ بہت سے لوگ اور کئی مولوی محض خطبہ جمعہ میں ہمارا ذکر سُنکر ہوٹل میں آئے اور آج اٹھ اگست اتنے لوگ آئے ۔ کہ ہوٹل میں کوئی کرسی باقی نہ رہی ۔ اور اکثر لوگ کھڑے ہو کر گفتگو سنتے رہے ــــ حافظ روشن علی صاحب صبح سے تبلیغ میں الگ مشغول ہیں ۔ حلب کے ایڈیٹر صاحب کو سلسلہ کے متعلق اکثر حصہ دلائل لکھا چکے ہیں ۔"

(الفضل ۶ ستمبر ۱۹۲۴ء نمبر ۲۵ جلد ۱۲ صفحہ ۵)



"مَیں نے کئی دفعہ اپنی ایک رؤیا سنائی ہے ۔ کہ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک چبوترہ پر کھڑے بچہ کی شکل میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے ۔ اور پرے مَیں نے حضرت مریم کو اترتے دیکھا ۔ وہ کچھ اُونچی چبوترہ پر کھڑی ہوگئیں ۔ پھر وہاں سے وہ ایک قدم نیچے اتریں ۔ اور حضرت مسیح نے اُوپر کی طرف قدم بڑھایا ۔ حضرت مسیح ان کی طرف جھکے اور مریم ان پر جھک گئیں ۔ اس وقت میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوگئے

'LOVE CREATS LOVE'

"محبت محبت سے پیدا ہوتی ہے ۔ پس محبت محبت سے ہی پیدا ہوتی ہے ۔ مگر محبت پیدا کرنے کیلئے بھی سامان ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں ۔ (۱) حسن ۔ (۲) احسان ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نے خدا تعالےٰ کا حسن بھی دیکھا یعنی اس کی صفات پر غور کیا ۔ اور احسان بھی دیکھے ۔ اپنے ساتھ خدا تعالیٰ کے تعلقات پر نظر کی مگر باوجود اسکے اس کے دل میں محبت نہ پیدا ہوئی ۔ اس سے معلوم ہوا اس کی حالت اس بچہ کی سی ہے جو اپنی ماں سے محبت نہیں کرتا اور محبت کا مادہ اس میں سے مارا گیا ہے"

(منہاج الطالبین صفحہ ۹۴ ۔ تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء)



"جب مَیں ابھی بچہ تھا ۔ اور خلافت کا کوئی وہم و گمان نہ تھا ۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں ۔ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی إِنَّ الَّذِينَ اتبعوك فوق الَّذِينَ كفروا إلى يوم القيامة ۔ یعنی تیرے ماننے والے مخالفوں پر قیامت تک غالب رہیں گے ۔ اس وقت میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے ۔ کیونکہ میرے اتباع کا تو کوئی خیال بھی میرے ذہن میں نہ آسکتا تھا کہ بھی ہوں گے ۔ یہ عبارت قرآن کریم کی ایک آیت سے لی گئی ہے ۔ جو حضرت مسیح ناصری کے متعلق ہے ۔ مگر آیت میں وجاعلُ الّذین ہے اور میری زبان پر اِنَّ الّذِیْنَ کے لفظ جاری کئے گئے ہیں"

(الفضل جلد ۱۲ نمبر ۸۶ مجریہ ۱۷ جنوری ۱۹۲۵ء)



"وہ الٰہی بشارت جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے یہ ہے کہ :۔

رات کو تہجد کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر نازل فرمایا ۔ میں سو رہا تھا ۔ کہ یکدم میری آنکھ کھلی ۔ مَیں نے دیکھا ایک سیکنڈ کے اندر اندر وہ شعر کئی دفعہ میری زبان پر اور قلب پر جاری ہوا ۔ جو لوگ الہامی دنیا سے واقفیت رکھتے ہیں ۔ جانتے ہیں کہ ایک سیکنڈ میں بعض دفعہ اتنے تواتر سے الہام نازل ہوتا ہے جسے دوسرے وقت بیان کرنے کے لئے کئی منٹ درکار ہوتے ہیں ۔ ایک ہی سیکنڈ گزرا ہوگا ۔ کہ کئی دفعہ یہ شعر میری زبان پر جاری ہوا ۔ ؎

ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز ‏ جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا

تہجد کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر میرے دل پر جاری کیا ۔ اور اتنے زور سے اور اتنی جلدی جلدی میری زبان پر آیا کہ اس کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی ۔ اور جب میں بیدار ہوا تو نیم خواب کی حالت میں بھی تین چار دفعہ یہ شعر میری زبان پر آیا ۔ ؎

"ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز ‏ جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا"

اللہ تعالیٰ کی پیاری نگاہیں ہی ہیں ۔ جن کے دیکھ لینے کے بعد دنیا کا کوئی غم انسان کے دل میں باقی نہیں رہتا ۔ اس شعر کا یہ بھی مطلب ہے ۔ کہ جسے خدا تعالیٰ پیار کی نگاہ سے دیکھ لے ۔ اغیار کی عداوتوں اور شرارتوں سے اُسے کوئی خطرہ نہیں رہتا ۔ اور یہ بھی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل محبت ہوتی ہے ۔ وہ دشمنوں کی شرارتوں کی کچھ پروا نہیں کرتا"

(الفضل ۱۰ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ نمبر ۱۱۰ ۔ جلد ۲۲)



"تین چار روز کی بات ہے ۔ مَیں پالم پور میں ہی تھا ۔ اور صبح کی نماز کے لئے آنے کو تیار تھا ۔ چارپائی سے پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا تھا ۔ کچھ سستی کی سی حالت تھی ۔ کہ جاگتے ہوئے میرے قلب پر یہ فقرہ نازل ہوا ۔ "تم گناہ سے افسردگی اور افسوس تو پیدا کر سکتے ہو ۔ مگر ہمدردی نہیں"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ اگست ۱۹۳۵ء ۔ الفضل ۱۶ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ نمبر ۴ جلد ۲۳)

"گذشتہ اتوار کو ہی میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں ایک عربی کا شعر پڑھ رہا ہوں۔ اور خیال کرتا ہوں۔ اور گویا مجھ پر الہام ہوا ہے۔ اور یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ یہی شعر یا ایسا ہی کوئی دوسرا شعر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی الہام ہوا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو وہ شعر میری زبان پر تھا۔ مگر افسوس ایک مصرعہ یاد رہ گیا۔ دوسرا بھول گیا۔ وہ مصرعہ یہ ہے۔

"تاتی الیک الروح کالدخان"

یعنے انسانی روح دھوئیں کی طرح تیری طرف آتی ہے۔ دوسرا مصرعہ مجھے یاد نہیں رہا۔ لیکن اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ تو جب اُسے چھو دیتا ہے۔ تو وہ سورج کی طرح یا سورج سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی ہے۔"

(الفضل ۲۰ر اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ نمبر ۴۹ جلد ۲۳)

"مصری صاحب کے اعلان کے بعد پانچ دن کی بات ہے۔ یعنی اتوار اور ہفتہ کی درمیانی شب کی۔ کہ میں جاگ رہا تھا۔ اور کلی طور پر بیدار تھا۔ کہ یکدم ربودگی کی حالت طاری ہوئی۔ اور الٰہی تصرف کے ماتحت کچھ فقرے میرے دماغ پر نازل ہونے شروع ہوئے۔ پہلے ایک دو تو جلدی گزر گئے۔ مگر تیسرا یہ تھا۔ کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے" اور بے اختیار زبان سے نکلا۔ مبارک ہو۔ مبارک ہو۔ اور میرے دل پہ یہ اثر ہے کہ یہ "مبارک ہو مبارک ہو" میرے نفس کی طرف سے ہے۔ اور پہلا حصہ الہامی ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس فتنہ کو دبانے کے لئے آرہی ہے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ر جولائی ۱۹۳۷ء۔ الفضل ۱۷ر جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۶ نمبر ۱۶۴ جلد ۲۵)

"ابھی چند روز ہوئے مجھے الہام ہوا جو اپنے اندر دعا کا رنگ رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "اے خدا میں چاروں طرف سے مشکلات میں گھرا ہوا ہوں تو میری مدد فرما"۔ اور پھر اس کے تین چار روز بعد الہام ہوا۔ جو گویا اس کا جواب ہے۔ کہ

"میں تیری مشکلات کو دور کر دونگا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں تیرے دشمنوں کو تباہ کر دوں گا"

آخری الفاظ تباہ کر دوں گا یا برباد کر دوں گا یا مٹا دونگا تھے صحیح طور پر یاد نہیں رہے"

(الفضل ۳۰ر جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۰ نمبر ۱۷۵ جلد ۲۵)

"اب بھی میں سفر سے واپسی پر ریل میں آرہا تھا کہ میں نے پھر دعا کرنی شروع کر دی۔ دعا کرتے کرتے چند سیکنڈ کیلئے غنودگی کا ایک جھٹکا آیا۔ جیسا کہ الہام کے وقت غنودگی آتی ہے۔ کشفی حالت میں ایک بادشاہ میرے سامنے سے گزارا گیا۔ پھر الہام ہوا "ABDICATED"۔

(الفضل ۴ر جون ۱۹۴۰ء صفحہ ۴ جلد ۲۸ نمبر ۱۲۶)

آج سے پانچ دن پہلے اتوار کے روز اسی مسجد میں کھڑے ہو کر میں نے تمہیں اپنا یہ الہام سنایا تھا۔ کہ ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب ایک بادشاہ میری آنکھوں کے سامنے سے گزارا گیا۔ اور پھر مجھے الہام ہوا کہ ایب ڈی کیٹڈ (Abdicated) ..... چنانچہ اس الہام پر ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ خدا تعالیٰ نے بلجیم کے بادشاہ لیوپولڈ کو ناگہانی طور پر معزول کروا دیا۔"

(الفضل ۵ر جون ۱۹۴۰ء صفحہ ۵ جلد ۲۸ نمبر ۱۲۶)

"میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ یہ سلسلہ سب سے زیادہ خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ یا الٰہی تو اپنا فضل کر اور یہی دعا کرتا ہوا میں سو گیا۔ صبح کے قریب کا وقت تھا۔ کہ میرے سامنے ایک کاغذ لایا گیا۔ جس پر کچھ لکھا تھا۔ میں نے اُسے پڑھنا شروع کیا۔ مگر کشف میں ہی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ رات کا وقت ہے۔ اور وہ ٹھیک طرح پڑھا نہیں جاتا۔ کئی بار میں نے کوشش کی۔ مگر ٹھیک طور پر پڑھا نہیں گیا۔ لیکن آخر پڑھا گیا اس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:۔

"اُکلھا دائمٌ وظلھا"

اس کے بعد یہ الفاظ میرے دل پر اور زبان پر بھی نازل ہونے شروع ہوئے۔ اور بہت دیر تک اتنی دیر کہ گھنٹہ یا معلوم نہیں کتنے عرصہ تک میری زبان پر یہ الفاظ جاری رہے۔ زبان بھی یہی الفاظ کہتی تھی اور دل بھی بار بار دہرائے جاتے تھے"..... اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اکلھا دائم وظلھا کہ اللہ تعالیٰ نے احمدیت کے پھلوں کو اور اس کے سایہ کو دائمی بنانے کا فیصلہ کر دیا ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ر جون ۱۹۴۲ء۔ الفضل ۵ر جولائی ۱۹۴۲ء دکی نمبر ۲۰۶ جلد ۱۱)

"۲۹ر رمضان المبارک کو حضور نے قرآن کا درس ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:۔
چند روز ہوئے مجھے الہام ہوا۔ "موتٌ حسنٌ موتٌ حسنٌ فی وقتٍ حسنٍ"

یعنے حسن کی موت بہت اچھی موت ہے ۔ اور اچھے موقعہ پر ۔ میں سمجھتا ہوں اس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے انجام بخیر کی خبر دی ہے ۔ اور جبکہ میں نے کہا ہے انسان کے لئے اصل چیز انجام بخیر ہی ہے ۔ اسلئے اپنے واسطے بھی اور جماعت کے دوسرے دوستوں کے لئے بھی انجام بخیر کی دُعا کی جائے ۔"

(الفضل ۱۸ر نومبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۵ نمبر ۲۶۹ جلد ۳۰)

"مجھے گزشتہ سے پیوستہ شب ذیل کا الہام ہوا ہے جو مجھے اس وقت سے پہلے سمجھ نہیں آتا تھا۔ میں اسے اب اوّلین موقعہ پر آپ تک پہنچا رہا ہوں ۔ الہام فارسی زبان میں (وائے بر علم کہ عالم را کند بربادو خوار) تھا ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے ۔ کہ افسوس ہے ایسے علم پر جو کہ اپنے رکھنے والے کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ علم جو آپ کو دیا گیا ہے ۔ اسے آپ کو ایسے رنگ میں استعمال نہیں کرنا چاہیئے جو خود آپ کی ہلاکت کا خطرہ پیدا کر دے ۔

مجھے خدا کی طرف سے یہ علم دیا گیا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کا وقت آ رہا ہے ۔ مگر آپ کو کچھ اور وقت انتظار کرنا ہوگا ۔ اور آپ کو وقت کے آنے سے پہلے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیئے ۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ خدا کے سامنے اس شخص کی طرح ہوں گے ۔ جو خدا کی دی ہوئی طاقتوں کو خود اپنے ہاتھ سے ضائع کر دیتا ہے ۔ لیکن اگر حکومت اپنے فیصلہ میں نظر ثانی نہ کرے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہے تو آپ کو خود بہادر بننا چاہیئے ۔ اور قبل اس کے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور فیصلہ کو بدل دینا چاہیئے ۔

جو کچھ مجھے خدا کی طرف سے معلوم ہوا ہے ۔ وہ میں نے آپ کو پہنچا دیا ۔ اور میری خدا سے دعا ہے کہ میرا پیغام آپ کو بروقت مل جائے ۔ اور یہ کہ خدا تعالیٰ آپ کے دل کو اس پیغام کے قبول کرنے کیلئے کھول دے ۔"

[پیغام حضرت امیر المومنین بنام مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی جو بمبئی گورنمنٹ کے واسطہ سے انہیں بھجوایا گیا ۔ روقت کیا شنبہ و دو شنبہ) اور بذریعہ تار ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے ۲۲ر فروری ۱۹۴۳ء کو ایک بجکر ۵ منٹ پر کراچی سے بنام الفضل بھیجا جو چار بجکر بارہ منٹ پر وصول ہوا) ۔ "الفضل ۲۴ر فروری ۱۹۴۳ء جلد ۳۱ نمبر ۴۷"]

"گذشتہ دنوں میں جب میں لاہور میں تھا ۔ ایک دن میڈیکل کالج کے کچھ طالبعلم مجھ سے ملنے کے لئے آئے ان میں سوائے ایک لڑکے کے سب لڑکیاں تھیں ۔ لڑکا فورمین کرسچن کالج کا تھا اور لڑکیاں سب میڈیکل کالج

میں پڑھتی تھیں ۔ ان کے آنے سے پہلے جب میں نماز پڑھ رہا تھا نماز کا آخری سجدہ تھا کہ یکدم مجھے الہام ہوا ۔ "عظمت کے بھوکے ہیں" ۔ اس سے پہلے بھی کوئی فقرہ تھا جو مجھے بھول گیا مگر وہ اسی قسم کا تھا ۔

"شہرت کے طالب ہیں ۔ عظمت کے بھوکے ہیں"!

میں حیران ہوا کہ نامعلوم کون شخص آج مجھے ملنے والا ہے ۔ تھوڑی دیر کے بعد میڈیکل کالج کے چند طالبعلم آئے اور انہوں نے مجھ سے ملاقات کا وقت لیا ۔ گفتگو کے دوران میں انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب کے آنے کی کیا ضرورت تھی ۔ میں نے انہیں بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ یہ اصلاحات فرمائی ہیں ۔ ان اصلاحات کے بغیر اسلام کبھی زندہ نہیں ہو سکتا تھا ۔ مثال کے طور پر میں نے انہیں بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح ناصری کی وفات کا مسئلہ پیش کیا ۔ حالانکہ مسلمان اب تک یہ تسلیم کرتے آئے تھے کہ وہ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں ۔ میری یہ بات سُنکر نہایت ڈھٹائی سے وہ کہنے لگیں ۔ آپ عجیب آدمی ہیں دنیا میں وہ کون آدمی ہے جو حیات مسیح کا قائل ہو ۔ سب مانتے ہیں کہ مسیح مرچکے ہیں ۔ اب جو شخص تمام مسلمات کے خلاف اس طرح کہدے اُسے کیا جواب دیا جا سکتا ہے ۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ اپنے والدین کو خط لکھیں اور دریافت کریں ۔ کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ درست ہے یا نہیں ۔ آپ کے والدین تو ہمیشہ ہم سے اسی بات پر جھگڑتے رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر ہیں اور تم انہیں وفات یافتہ تسلیم کرتے ہو ۔ پرانی کتابیں موجود ہیں جن میں لوگوں نے تسلیم کیا ہے ۔ کہ حضرت مسیح زندہ ہیں ۔ اس پر وہ کہنے لگیں وہ کتابیں آپ کی اپنی لکھی ہوئی ہونگی ہماری کتابوں میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہو سکتی ۔

جس قوم میں ایسی ڈھٹائی پیدا ہو جائے ۔ اسکے لئے اپنا لٹریچر بدلنا کونسی بڑی بات ہے ...... دوسری بات ناسخ و منسوخ کے متعلق میں نے پیش کی ۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت منعقدہ ۸ ، ۹ ر اپریل ۱۹۴۳ء صفحہ ۱۲۳)

پرسوں صبح میری آنکھ کھلی تو میرے دل پر یہ الفاظ بطور القاء جاری تھے ۔ کہ

يد الله فوق ايديهم ۔ يد الله فوق ايديهم

اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کے متعلق ہے مگر یہ الفاظ ہیں بہت مبارک ۔ اس آیت کا پہلا حصہ نہیں تھا صرف اتنا ہی فقرہ تھا ۔ کہ يد الله فوق ايديهم ، يد الله فوق ايديهم

(الفضل ۲۱ ر اپریل ۱۹۴۴ء صفحہ ۱ جلد ۳۲ نمبر ۹۲)

"دوسرا ایک الہام ہے جو اپنے اندر بڑی بشارت رکھتا ہے ۔ گو اس میں فکر کا پہلو بھی ہے کیونکہ اسکی

ذریعہ ایک ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ اور ذمہ داری بہت کم لوگ ادا کیا کرتے ہیں۔ بہرحال آج رات مجھے یوں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھے یوں مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ "اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی"۔ گویا اسلامی فتوحات جو آئندہ ہونے والی ہیں ان میں عورتوں کی اصلاح کا بہت بڑا دخل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر اسکے فضل و کرم سے پچاس فی صدی عورتوں کی اصلاح ہو جائے۔ یا شاید قادیان کی عورتیں مراد ہوں تو ترقی اسلام کے سامان مہیّا ہو جائیں گے[۴۴]۔۔۔۔ پچاس فیصد عورتوں کی اصلاح کے معنے یہ ہیں کہ اگر ہم ایسا کر لیں تو پچاس فی صد مرد خدمتِ دین کیلئے تیار ہو جائیں گے۔ کیونکہ بسا اوقات مردوں کی قربانی میں عورتیں ہی روک بن کر کھڑی ہوتی ہیں"۔ لیکن اگر پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح ہو جائے اور بجائے اس کے کہ اپنے مردوں کو خدمت دین سے روکیں ان کو ترغیب و تحریص دلائیں کہ جاؤ اور اسلام کی خدمت کرو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کے ساتھ ہی پچاس فی صدی مردوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔

(الفضل ۲۹ اپریل ۱۹۴۴ء ص ۱، ۲، ۳ جلد ۳۲ نمبر ۹۹)

"آج رات یہ الہامی فقرہ مجھ پر نازل ہوا۔ کہ "اے خدا میرے دشمن سے انتقام لے" فرمایا۔ اس وقت دشمن کے معنے میری سمجھ میں نہ آئے کہ اسکی مراد کوئی ایسا دشمن ہے جو سردار ہے اور جس کے ماتحت بعض اور لوگ بھی ہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ اسکی مراد کون ہے۔ فرمایا
اس الہام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دشمن جسکے ماتحت اور لوگ بھی ہیں کسی ایسی گرفت میں آنیوالا ہے۔ واللہ اعلم اسکی مراد کون ہے"

(الفضل ۲۹ اپریل ۱۹۴۴ء ص ۱، ۲، ۳ جلد ۳۲ نمبر ۹۹)

"آج جب صبح اٹھا تو میرے دل پر الہامی طور پر یہ فقرہ جاری تھا جسکے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کہ

"وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا"

یہ الہام میرے دل پر بار بار نازل ہوا اور بار بار اُسے دوھرایا گیا۔

(الفضل ۲۹ اپریل ۱۹۴۴ء ص ۲ جلد ۳۲ نمبر ۹۹)

حاشیہ: اس الہام کے ذریعہ جماعت کے افراد پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ ان میں سے ہر شخص عورتوں اور لڑکیوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرے"

"آج عصر کے بعد مجھے الہام ہوا۔ کہ "اینما تکونوا یاتِ بکم اللّٰہ جمیعًا"۔ اس الہام میں تبشیر کا پہلو بھی ہے اور انذار کا بھی۔ تفرقہ جو ایک رنگ میں پہلے ہو گیا ہے۔ یعنے ہماری جماعتیں پاکستان کی طرف چلی گئی ہیں اور کچھ ہندوستان کی طرف۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اُن کے اکٹھا ہونے کی کوئی صورت پیدا کر دے۔ اگر ہمارا قادیان ہندوستان کی طرف چلا جائے تو اکثر جماعتیں ہم سے کٹ جاتی ہیں۔ کیونکہ ہماری جماعتوں کی اکثریت مغربی پنجاب میں ہے۔ اسلئے دوستوں کو اس معاملہ میں خاص طور پر دعاؤں سے کام لینا چاہیئے۔ جب کسی شخص کا کوئی بچہ بیمار ہوتا ہے تو اُسے دعا کا کتنا احساس ہوتا ہے۔ اور یہ معاملہ تو کسی ایک شخص سے نہیں۔ بلکہ جماعت کے لاکھوں آدمیوں سے تعلق رکھتا ہے اسلئے تمام دوستوں کو نہایت تضرع اور انکسار کے ساتھ دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں ہماری مدد فرمائے۔ اور ایسے سامان پیدا فرمائے۔ جو ہماری بہتری اور ترقی کا موجب ہوں"۔

(الفضل ۱۸ اگست ۱۹۴۷ء ص ۱، ۲ جلد ۳۵ نمبر ۱۹۴)

"جب میں قادیان سے یہاں آیا تو اس سے ایک دن پہلے جبکہ میں دعائیں کر رہا تھا۔ میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ "اَغْرَقْنٰهُمْ" یعنی ہم نے ان کو غرق کر دیا۔ اس الہام کو اللہ تعالیٰ نے عجیب رنگ میں پورا کیا ہے۔ آج ہی قادیان سے ایک دوست کا خط آیا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ۱۱ ستمبر کو دشمن نے حملہ کی تیاری کی۔ اللہ تعالےٰ نے بارش کے ذریعہ سے رد کر دیا۔ اسکے بعد پھر دوسرے دن عین اس وقت جب حملہ کی اطلاعیں آتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعہ سے اُسے پسپا کر دیتا رہا۔ اسی طرح انہی ایام میں ایک اور فقرہ میری زبان پر یہ جاری ہوا۔ بلجت آیاتی یعنی میرے نشانات روشن ہو گئے"

(الفضل جلد ۱ نمبر ۴ یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء)

"دوسرا الہام کل ہی ہوا۔ جو تہجد سے کچھ دیر پہلے مجھ پر نازل ہوا۔ اس کے الفاظ یہ تھے۔ "ذٰلِكَ تقدیر العزیز الرحیم"۔ قادیان کے متعلق ہی دُعا کر رہا تھا۔ کہ یکدم یہ الہام میری زبان پر جاری ہوا۔ اور پھر کافی دیر تک جاری رہا۔ قرآن کریم میں یہ آیت تین دفعہ آئی ہے مگر تینوں جگہ العزیز العلیم کے الفاظ آتے ہیں۔ لیکن جو الفاظ مجھ پر نازل ہوئے ان میں العزیز العلیم کی بجائے العزیز الرحیم کے الفاظ آئے ہیں یعنے ذٰلِكَ تقدیر العزیز الرحیم۔ اس الہام کے معنے تو ظاہر ہی ہیں۔ اور عبارت میں بھی کوئی پیچیدگی نہیں۔ مگر چونکہ آیت کا سیاق و سباق

بھی ایک نئے معنے پیدا کرتا ہے ۔ اسی لئے میں نے قرآن کریم میں دیکھا کہ ذالك تقدیر العزیز العلیم کس سیاق وسباق میں آتا ہے ۔ اس کے دیکھنے سے مجھے ایک عجیب بات معلوم ہوئی ہے ۔ جس کی طرف پہلے میرا ذہن نہیں گیا تھا ۔ وہ یہ ہے کہ ذالك تقدیر العزیز العلیم قرآن کریم میں تین دفعہ آیا ہے ۔ سورۃ انعام میں آیا ہے ، سورۃ حٰم سجدہ میں آیا ہے اور سورۃ معارج میں آیا ہے ۔ جب ان تینوں جگہوں کو ایک وقت دیکھا تو مجھے عجیب بات معلوم ہوئی کہ تینوں جگہ اس آیت سے پہلے نظام عالم کا ذکر آیا ہے ۔ اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قانون کبھی نہیں بدلا کرتا ۔"

(الفضل ۱۱ رنومبر ۱۹۴۷ء جلد ۱ صفحہ ۲ نمبر ۸۴)



" آدھی رات کے قریب اچانک میری آنکھ کھل گئی ۔ میں جاگ اُٹھا اور دعائیں وغیرہ کرتا رہا ۔ اسی حالت میں جبکہ میں جاگ رہا تھا اور غنودگی وغیرہ کی حالت نہیں تھی ۔ مجھے ایک آواز آئی جو کافی بلند تھی کسی نے کہا " السلام علیکم " یہ آواز اس قدر واضح تھی اور اتنی بلند تھی ۔ کہ واہمہ کے کسی گوشہ میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا ۔ کہ یہ کوئی کشفی یا الہامی آواز ہے ۔ بلکہ وہ بالکل ایسی ہی آواز تھی ۔ جیسے کوئی سمجھتا ہے ۔ کہ اسے کوئی آواز دے رہا ہے ۔ میں نے خیال کیا کہ غالباً میری آنکھ کھل گئی ہے ۔ نماز کا وقت ہے ۔ اور کوئی شخص مجھے نماز کی اطلاع دینے کیلئے آیا ہے ۔ میں نے وعلیکم السلام کہا اور پوچھا کون ہے ۔ مگر کون ہے کا کسی نے جواب نہ دیا ۔ پھر میں نے دوبارہ کہا کون ہے ۔ مگر پھر بھی کوئی شخص نہ بولا ۔ پھر میں نے سمجھا در حقیقت یہ الہامی آواز ہے ۔ اور میں نے اُسے ظاہر پر محمول کیا ۔ پھر معلوم ہوا کہ اس وقت آدھی رات ہے ۔ اور اس وقت کسی کے آنے کا امکان ہی نہیں ہو سکتا ۔"

اسی قسم کے السلام علیکم کا معاملہ میرے ساتھ پہلے بھی بعض دفعہ ہوا ہے ۔ مگر نیم خوابی اور غنودگی کی حالت میں اسی قسم کا نظارہ میں نے پہلی دفعہ دیکھا ہے ۔

ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ میرے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے ۔ اور السلام علیکم کرکے کہتا ہے ۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں ۔ غرض یہاں تو کئی دفعہ ایسا ہوا ہے ۔ اور بظاہر جاگنے کی حالت میں ہوا ہے ۔ لیکن اس دفعہ السلام علیکم اتنا واضح تھا ۔ کہ شبہ ہی نہیں ہو سکتا کہ یہ کسی قسم کی غنودگی کی حالت ہو ۔"

(الفضل ۶ر اپریل ۱۹۴۹ء صفحہ ۳ جلد ۳ نمبر ۸۰)



" مجھ پر ایک غنودگی سی طاری ہو گئی ۔ اس نیم غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا ۔ کہ میں خدا تعالیٰ کو

مخاطب کرکے یہ شعر پڑھ رہا ہوں ؎

جاتے ہوئے حضور کی تقدیر نے جناب　　پاؤں کے نیچے سے میرے پانی بہا دیا

میں نے اُسی وقت سوچنا شروع کیا ۔ کہ اس الہام میں ' جاتے ہوئے ' سے کیا مراد ہے ۔ اس پر میں نے سمجھا ۔ کہ مراد یہ ہے ۔ کہ اس وقت تو پانی دستیاب نہیں ہو سکا ۔ لیکن جس طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاؤں رگڑنے سے زمزم پھوٹ پڑا تھا ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت پیدا کریگا ۔ کہ جس سے ہمیں پانی بافراط میسر آنے لگے گا ۔ اگر پانی پہلے ہی مل جاتا ۔ تو لوگ کہہ دیتے ۔ کہ یہ وادی بے آب وگیاہ نہیں ۔ یہاں تو پانی موجود ہے ۔ پھر اس وادی کو بے آب وگیاہ کہنے کے کیا معنے ۔ اب ایک وقت تو پانی کے بغیر گذر گیا ۔ اور باوجود کوشش کے ہمیں پانی نہ مل سکا ۔ آئندہ خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت ایسی ضرور پیدا کر دیگا ۔ کہ جس سے ہمیں پانی مل جائیگا ۔ اس لئے فرمایا کہ ؎

جاتے ہوئے حضور کی تقدیر نے جناب　　پاؤں کے نیچے سے میرے پانی بہا دیا

پاؤں کے نیچے سے مُراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اسمٰعیلؑ قرار دیا ہے ۔ جس طرح وہاں اسمٰعیل علیہ السلام کے پاؤں رگڑنے سے پانی بہہ نکلا تھا اسی طرح یہاں خدا تعالیٰ میری دعاؤں کی وجہ سے پانی بہا دیگا ۔"

(الفضل ۸ راگست ۱۹۴۹ء صفحہ ۵ جلد ۳ نمبر ۱۸۸)



" آج ۱۹ رنومبر کو صبح کی نماز پڑھ کر دائیں طرف مُنہ کرکے لیٹا ہوا تھا ۔ کہ یکدم جاگتے ہوئے ایک کشفی نظارہ دیکھا کہ ایک کھلی جگہ میں ٹہل رہا ہوں ۔ اور تمام صحن میں چیونٹیاں ہی چیونٹیاں پھر رہی ہیں ۔ صحن اُن سے بھرا ہوا ہے ۔ میں خیال کرتا ہوں ۔ کہ میرے پاؤں تلے چیونٹیاں نہ روندی جائیں ۔ اور پاؤں بچا کر اور خالی جگہ دیکھ کر اس پر پاؤں رکھتا ہوں ۔ اس وقت دل میں خیال آتا ہے ۔ کہ یہ کیا جگہ ہے ۔ اور اتنی چیونٹیاں کیوں ہیں ۔ اس خیال کے آتے ہی دل میں اس کا یہ جواب گذرتا ہے ۔ کہ حضرت سلیمانؑ کی وادی ہے ۔ اور میں حضرت سلیمان کا مثیل ہوں ۔ اسپر وہ نظارہ جاتا رہا ۔ اس نظارہ کے جاتے ہی مجھے خیال آیا ۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے چند دن بعد مجھے الہام ہوا تھا ۔ اعملوا آل داود شکراً ۔ کہ اے داؤد کی نسل شکریہ کے ساتھ زندگی بسر کرو ۔ سو یہ نظارہ بھی اسی الہام کے تسلسل میں ہے ۔"

(الفضل ۲۲ رنومبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۲ نمبر ۲۶۹ جلد ۳۸/۴)



" ۱۷ یا ۱۸ مارچ کو مجھے الہام ہوا ۔ کہ

" سندھ سے پنجاب تک دونوں طرف متوازی نشان دکھاؤں گا "

جس وقت یہ الہام ہو رہا تھا ۔ ساتھ ہی دل میں ڈالا جاتا تھا ۔ کہ متوازی کا لفظ دونوں طرف کیساتھ لگتا ہے اور دونوں طرف سے مراد یا تو دریائے سندھ کے دونوں طرف اور یا ریل اور سڑک دونوں طرف ہیں جو پاکستان کے مشرقی علاقوں کو ملاتی ہے ۔ اسی طرح میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ یہ نشان ہمارے لئے مبارک اور اچھے ہونگے ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر مبارک چیز اپنی شکل میں خوشکن بھی ہو ۔ بعض دفعہ انذاری نشان بھی خدائی سلسلہ کیلئے مبارک ہوتے ہیں ۔ کیونکہ

ان کے ذریعہ سے لوگوں کی توجہ صداقت کے قبول کرنیکی طرف پھر جاتی ہے ۔ بہر حال اس الہام سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسا بڑا نشان یا ایسے کئی نشان ظاہر ہوں گے جو کہ دریائے سندھ کے جنوبی علاقوں یا شمالی علاقوں میں عمومیّت کیساتھ وسیع اثر ڈالیں گے جسکے یہ معنی بھی بنتے ہیں کہ شمالی اور جنوبی سندھ یا بلوچستان تک انکا اثر جائیگا ۔ اور ادھر دریائے سندھ کے اس پار بھی ۔ اور اس پار بھی یعنی ڈیرہ غازیخاں ۔ میانوالی ۔ کیمبل پور اور صوبہ سندھ کے علاقوں تک بھی اس کا اثر جائیگا ۔ یا ان علاقوں میں سے اکثر حصّوں پر ان کا اثر پڑیگا ۔ "دونوں طرف" سے شبہ پڑتا ہے ۔ کہ خدانخواستہ اس سے کسی طوفان کی طرف اشارہ نہ ہو ۔ کیونکہ بظاہر دونوں طرف ظاہر ہونیوالا نشان دریا کی طغیانی معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ نے اسکی وضاحت نہیں فرمائی ۔ ہمیں بھی اس انتظار میں رہنا چاہیئے ۔ کہ خدا تعالیٰ جس صورت میں چاہے نشان دکھائے ہاں یہ ضرور بتایا گیا ہے ۔ کہ یہ نشان ہمارے لئے کئی رنگ میں مبارک ہوگا ۔"

(الفضل ۲۹ر مارچ ۱۹۵۱ء ص۳ جلد ۳۹/۵ نمبر ۷۵)



"اسی طرح ایک اور رؤیا میں مجھے دکھایا گیا ۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کی عظمت اور شان کے متعلق ہی تھا ۔ اس الہام میں انگریزی کا ایک فقرہ بتایا گیا ۔ میں تو بہت انگریزی نہیں جانتا اسلئے شاید اسکے یاد رکھنے میں مجھ سے غلطی ہو گئی ہو ۔ مگر وہ ایسا شاندار ہے کہ اب تک مجھے یاد ہے اور کم سے کم اکثر الفاظ وہی ہیں جو مجھے رؤیا میں سنائے گئے ۔ کوئی میرے کان میں کہتا ہے :-

Hearken I tell thee in thy ears that the earth would be shaken for three to one they don't care for me for a thread.

three to one کا یہ مطلب ہے کہ جسطرح شرط میں جسکو زیادہ یقین ہوتا ہے وہ اپنی بات کی تائید میں دوسرے کی تھوڑی رقم کے مقابلہ میں زیادہ رقم شرط کے طور پر رکھنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے ۔ اسیطرح اللہ تعالیٰ بھی اپنی بات پر زور دینے کیلئے اس فقرہ کو استعمال کرتا ہے ۔ لیکن اس رؤیا کے دیکھنے کے وقت مجھے اس جملہ کے معنی معلوم نہ تھے ۔ میں اسوقت سفر میں تھا ۔ جب یہاں آیا تو انگریزی خواں احباب سے اسکے معنی پوچھے انہوں نے کہا ہمیں تو معلوم نہیں ۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد میں نے یہی محاورہ ایک انگریزی اخبار میں پڑھا ۔ ولایت میں گھوڑوں پر شرط لگاتے ہیں ۔ کہ اگر ہمارے گھوڑے سے فلاں گھوڑا جیت گیا ۔ تو ہم ایک کے مقابلہ میں تین دیں گے یا اسیطرح کچھ اور ۔ غرض اس رؤیا کا مطلب یہ ہے کہ میرے کان میں آواز آئی کہ سُن میں تیرے کان میں تجھے ایک بات بتاؤں اور وہ یہ کہ زمین ہلائی جائیگی ۔ یہ سات آٹھ سال کی رؤیا ہے ۔ ممکن ہے اسکی مراد موجودہ جنگ ہی ہو ۔ کیونکہ لوگ میرے کلام کو بھول چکے ہیں ۔ اور اس میں اس بات پر شرط لگانے کیلئے بھی تیار ہوں ۔ اگر کوئی میرے کلام میں ایک چیز پیش کرے تو میں اسکے تگنی پیش کرونگا کہ لوگ میری اتنی بھی پرواہ نہیں کرتے جتنی تاگے کی ۔"

(لیکچر جلسہ سالانہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۱۶ء ذکر الٰہی ص)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کے

رؤیاء و کشوف

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو سلسلہ احمدیہ کے مستقبل اور بعض دیگر اہم امور کے بارہ میں رؤیا و کشوف کے ذریعہ خبریں عطا کیں۔ یہ اخبار غیبیہ نہایت آب و تاب سے پوری ہوئیں۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بعض رؤیا و کشوف آپ کے اپنے الفاظ میں ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔ (ادارہ)

"تین یا چار سال ہوگئے ہیں کہ قادیان میں طاعون بڑی سخت پڑی۔ عصر کے وقت میں نے دیکھا کہ میری ران میں سخت درد ہو رہا ہے۔ اور مجھے بخار بھی تھا۔ میں کمرہ کے اندر چلا گیا اور اندر سے دروازہ بند کر کے چارپائی پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کا تو مسیح موعود سے یہ وعدہ تھا کہ اِنّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار۔ تو خدا تعالیٰ تو اپنے وعدوں کو جھٹلایا نہیں کرتا۔ اور اب میں اپنے آپ میں طاعون کے آثار پاتا ہوں۔ لیکن پھر میں نے اپنے نفس کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ یہ تو خدا تعالیٰ کا وعدہ مسیح موعود کے ساتھ تھا اور یہ فیوض اور برکات ان ہی کے زمانہ میں رہیں۔ اب وہ بھی اس دنیا میں نہیں ہیں نہ ہی وہ برکات ہیں۔ تو میں نے پھر دعا کی۔ میں جاگتا ہی تھا اور کمرے کی تمام چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے عذاکر دیکھا وہ ایک نور تھا جو میرے کمرے کے نیچے سے نکل رہا تھا اور آسمان کی طرف کمرے کی چھت پھاڑ کر جا رہا تھا۔ اس کا نہ شروع تھا نہ ہی اس کا انتہا تھا۔ لیکن اس نور میں سے ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک سفید اور بالکل سفید چینی کا پیالہ تھا۔ اور اس پیالہ میں دودھ تھا۔ اس نے وہ پیالہ مجھے پکڑا دیا۔ میں نے وہ دودھ پی لیا۔ میں جب دودھ پی چکا تو میں نے دیکھا کہ نہ تو مجھے کوئی درد تھا اور نہ بخار بلکہ میں اچھا بھلا تھا اور مجھے کوئی ذرّہ بھر بھی تکلیف نہ تھی۔"

(الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۱۴ء جلد ۱ نمبر ۴۰)

"حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی کا واقعہ ہے۔ کہ منشی فرزند علی صاحب نے مجھ سے کہا۔ کہ میں تم سے قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ان سے میری اس قدر واقفیت بھی نہ تھی۔ میں نے عذر کیا۔ مگر انہوں نے اصرار کیا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی منشاء الٰہی ہے۔ آخر میں نے ان کو شروع کرا دیا۔ ایک دن میں پڑھا رہا تھا کہ میرے دل میں بجلی کی طرح ڈالا گیا۔ کہ آیت ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم الآیہ۔ سورۃ بقرہ کی کلید ہے اور اس سورۃ کی ترتیب کا راز اس میں رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سورہ بقرہ کی ترتیب پورے طور پر میری سمجھ میں آگئی۔"

(منصب خلافت ص۴۔ تقریر فرمودہ ۱۲ر اپریل ۱۹۱۴ء)

"میں نے دیکھا۔ کہ ایک پارسل میرے ہاں آیا ہے۔ محمد چراغ کی طرف سے آیا ہے۔ اس پر لکھا ہے محمود احمد پرمیشر اس کا بھلا کرے۔ خیر اس کو کھولا۔ تو وہ روپوں کا بھرا ہوا صندوقچہ ہو گیا۔ کہنے والا کہتا ہے۔ کہ کچھ تم خود رکھ لو۔ کچھ حضرت صاحب کو دیدو۔ کچھ صدر انجمن احمدیہ کو دیدو۔" پھر حضرت صاحب کہتے ہیں کہ محمود کہتا ہے کہ "کشفی رنگ میں آپ مجھے دکھائے گئے۔ اور چراغ کے معنے سورج سمجھائے گئے۔ اور محمد چراغ کا یہ مطلب ہوا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہ سورج ہے اس کی طرف سے آیا ہے۔"

(تقریر فرمودہ ۱۲ر اپریل ۱۹۱۴ء۔ منصب خلافت ص۵۱)



"رؤیا میں مَیں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ مَیں نے دیکھا کہ میرا دل ایک کٹورے کی طرح ہے۔ جیسے مراد آبادی کٹورے ہوتے ہیں۔ اس کو کسی نے ٹھکورا ہے جس سے ٹن ٹن کی آواز نکل رہی ہے اور جوں جوں آواز دھیمی ہوتی جاتی ہے۔ مادہ کی شکل میں منتقل ہوتی جاتی ہے۔ ہوتے ہوتے اس سے ایک میدان بن گیا ہے اس میں سے مجھے ایک تصویر سی نظر آئی جو فرشتہ معلوم ہونے لگا۔ میں اس میدان میں کھڑا ہو گیا۔ اس فرشتہ نے مجھے بلایا اور کہا کیا میں تم کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ اُس نے سکھانا شروع کی۔ سکھاتے سکھاتے جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن تک پہنچا تو کہنے لگا تمام مفسرین میں سے کسی نے اس سے آگے کی تفسیر نہیں لکھی۔ سارے کے سارے یہاں آکر رہ گئے ہیں۔ لیکن میں تمہیں اگلی تفسیر بھی سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ساری سکھائی جب میری آنکھ کھلی تو مَیں نے اس بات پر غور کیا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ تمام مفسرین نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن تک کی تفسیر کی ہے آگے کی کسی نے نہیں کی۔ اس کے متعلق میرے دل میں یہ تاویل ڈالی گئی کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن تک تو بندے کا کام ہے جو اس جگہ ختم ہو جاتا ہے آگے اھدنا الصراط المستقیم سے خدا کا کام شروع ہو جاتا ہے تو تمام مفسرین کے اس حصہ کی تفسیر نہ لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس حصہ کی تفسیر کو کر سکتا ہے جو انسانوں کے متعلق ہے۔ اور جن کا عمل کو انسان کرتا ہے ان کو بیان کر سکتا ہے مگر اس حصہ کی تفسیر کرنا اس کی طاقت سے باہر ہے جس کا کرنا خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے"

(الفضل ۱۵ر جولائی ۱۹۱۶ء صفحہ ۸ جلد ۴ ع ۳)



"ایک دفعہ رؤیا میں ایک فرشتہ نے مجھے اس (سورۃ فاتحہ۔ ناقل) کی تفسیر پڑھائی ہے۔ اس کے بعد جہاں کہیں مجھے بولنا پڑا ہے۔ خدا تعالیٰ نے نئے معنے ہی مجھے سمجھائے ہیں۔ ایک واقعہ لطیفہ کے طور پر یاد ہے۔ چھ سال کی بات ہے۔ کہ میں امرتسر ٹورنامنٹ پر گیا۔ وہاں ہمارے لڑکے جیت گئے۔ مَیں راستے میں مکان کو آتا ہوا ذکر کرتا آتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر دفعہ سورۃ فاتحہ کے نئے معنے سمجھاتا ہے۔ جب ہم گھر پہنچے تو ماسٹر عبدالرحیم صاحب جو کہ ہمارے ساتھ تھے کہنے لگے۔ کہ کچھ غیر احمدی اس خوشی میں کہ ہمارے سکول نے سکھوں پر فتح پائی ہے۔ ہمارے ساتھ آگئے ہیں ان کو کچھ سنانا چاہیئے۔ اور مجھے کہا کہ سناؤ۔ میں نے چاہا کہ کوئی آیت پڑھ کر وعظ کردوں۔ لیکن اس وقت کوئی آیت مُنہ پر نہ آئی۔ آخر میں نے سورۃ فاتحہ ہی پڑھی۔ اور مَیں ڈرا کہ آج ہی مَیں نے ایک دعویٰ کیا تھا۔ شاید اب اُس کی سزا ملنے لگی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ سے دعا کی تو خدا تعالیٰ نے مجھے عجیب معنے سمجھائے۔ میں نے کہا کہ سورۃ فاتحہ ابتداء میں مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن مکہ میں مسلمانوں کا مقابلہ یہود اور نصاریٰ سے نہ تھا۔ بلکہ کفار اور مشرکین سے تھا۔ اس لئے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم کی دُعا کی بجائے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المشرکین چاہیئے تھا۔ کیونکہ عیسائیوں سے تو دس سال بعد جا کر لڑائی جھگڑے شروع ہوئے اور اگر یوں نہ ہوتا تو کم از کم یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشرکین مکہ کا بھی ذکر ہوتا۔ لیکن ان کا ذکر بالکل ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ دعا بطور ایک پیشگوئی کے تھی۔ کہ مکہ کے مشرکین میں سے تو کوئی رہے گا نہیں بلکہ یہ تو تباہ ہو جائیں گے۔ لیکن یہودی اور عیسائی قیامت تک رہیں گے۔ اور وہی مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔ اس لئے ان کے شر سے بچنے کے لئے اس دُعا میں ان کا ہی ذکر فرمایا ہے"

(الفضل ۱۷ر جون ۱۹۱۴ء صفحہ ۴ جلد ا تفسیر کبیر سورۃ کوثر صفحہ ۴۷۶)



جس دن ہم ڈلہوزی پہنچے مجھے ایک الہام ہوا جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں وہ بہت ہی اہم ہے۔ اور اپنی طرز میں بھی نرالا ہے۔ اس الہام کے الفاظ قریباً یہ تھے۔ قریباً کا لفظ مَیں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ بعض الفاظ کے متعلق مجھے شبہ ہے کہ ان کی قرأت اس رنگ میں ہے یا اُس رنگ میں۔ بہرحال الہام کا اکثر حصہ اس رنگ میں یاد ہے۔ کہ انّما انزلت السورۃ الفاتحۃ لتدمیر فتنۃ الدّجال۔ اور فتنۃ الدّجال کی دوسری قرأت فتنۃ الشیطان بھی آتی ہے...... جاگنے پر مجھے خیال آیا کہ سورۃ فاتحہ کا وہ نزول جو شیطانی فتنہ کے استیصال کیلئے ہوا۔ اس سے مراد وہ سورۃ فاتحہ ہے جو قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں جو سورۃ فاتحہ نازل ہوئی ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک ہے اور وہ تمام حملے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر اب تک ہوئے یا قیامت تک ہوتے چلے جائیں گے وہ شیطانی فتنہ سے تعلق رکھتے ہیں..... لیکن سورۃ فاتحہ کا نزول جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوا یا آپ کے بعد مجھے اس کا علم دیا گیا اور سورۃ فاتحہ سے کئی قسم کے علوم سکھائے گئے وہ دجالی فتنہ کے زمانہ کے لئے مخصوص ہے"

(الفضل ۱۶ر مئی ۱۹۴۴ء صفحہ ۱)



"جنوری ۱۹۰۹ء میں مَیں نے یہ رؤیا دیکھی کہ ایک مکان ہے۔ بڑا عالیشان۔ سب تیار ہے۔ لیکن اس کی چھت ابھی پڑنی باقی ہے۔ کڑیاں پڑ چکی ہیں۔ ان پر اینٹیں رکھ کر مٹی ڈال کر کوٹنی باقی ہے۔ ان کڑیوں پر کچھ پھونس پڑا ہے۔ اور اس کے پاس میر محمد اسحٰق صاحب کے ہاتھ میں ایک ڈبیہ دیا سلائیوں کی ہے اور وہ اس پھونس کو آگ لگانی چاہتے ہیں۔ میں انہیں منع کرتا ہوں کہ ابھی آگ نہ لگائیں۔ نہیں تو کڑیوں کو آگ لگنے کا خطرہ ہے۔ ایک دن اس پھونس کو جلایا تو جائیگا ہی لیکن ابھی وقت نہیں۔ بڑے زور سے منع کر کے اور اپنی تسلی کر کے میں وہاں سے لوٹا ہوں۔ لیکن تھوڑی دُور جا کر مَیں نے پیچھے سے کچھ آہٹ سُنی۔ اور

منہ پھیر کر کیا دیکھتا ہوں کہ میر محمد اسحٰق صاحب دیا سلائی کی تیلیاں نکال کر اس کی ڈبیہ سے جلدی جلدی رگڑتے ہیں۔ وہ نہیں جلتیں۔ پھر اور نکال کر ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ جلد اس پھونس کو آگ لگا دیں۔ میں اس بات کو دیکھ کر واپس بھاگا کہ ان کو روکوں لیکن میرے پہنچتے پہنچتے انہوں نے آگ لگا دی تھی۔ میں اس آگ میں کود پڑا۔ اور اُسے میں نے بجھا دیا۔ لیکن تین کڑیوں کے سرے جل گئے۔ یہ خواب میں نے اسی دن دوپہر کے وقت مولوی سید سرور شاہ صاحب کو سنائی۔ جو سنکر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ یہ خواب تو پوری ہو گئی ہے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ میر محمد اسحاق صاحب نے چند سوالات لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح کو دیئے ہیں۔ جن سے ایک شور پڑ گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو یہ رؤیا لکھ کر دی۔ اور آپ نے وہ رقعہ پڑھ کر فرمایا۔ کہ خواب پوری ہو گئی ہے اور ایک کاغذ پر مفصل واقعہ لکھ کر مجھے دیا۔ کہ پڑھ لو۔ جب میں نے پڑھ لیا تو لے کر پھاڑ دیا۔ اس رؤیا کے گواہ مولوی سید سرور شاہ صاحب ہیں۔ ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ رؤیا حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ اور ان سوالات کے جواب میں بعض آدمیوں کا نفاق ظاہر ہو گیا اور ایک خطرناک آگ لگنے والی تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اس وقت اپنے فضل سے بجھا دی۔ ہاں کچھ کڑیوں کے سرے جل گئے اور ان کے اندر ہی اندر یہ آگ دہکتی رہی۔ اس خواب میں یہ بھی بتایا گیا تھا۔ کہ یہ پھونس آخر جلا ہی دیا جائے گا۔ اور بعد میں ایسا ہی ہوا۔"

(برکاتِ خلافت صفحہ ۳۹-۴۰۔ تقریر جلسہ سالانہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۴ء)

ایک ناصرِ دین لڑکے کی پیشگوئی

"۲۶ ستمبر ۱۹۰۹ء کو ایک خط حضرت صاحبزادہ صاحب (حضرت مصلح موعودؓ۔ ناقل) نے منشی فخرالدین صاحب ملتانی کو لکھا جس کے بعض فقرات کا فوٹو الفضل مورخہ ۸ اپریل ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔ اس خط کے بعد اللہ تعالےٰ نے آپ کو فرزند ارجمند بخشا (یہ پیشگوئی حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی ولادت کے ساتھ پوری ہوئی)۔ خط کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"قادیان ۲۷ ستمبر ۱۹۰۹ء (بحروف انگریزی)۔" مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا۔ جو دین کا ناصر ہو گا۔ اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہو گا۔"

والسلام خاکسار مرزا محمود احمد"

(الفضل ۸ اپریل ۱۹۱۵ء صفحہ نمبر ۴ ۱۲ جلد ۲)

"خدا تعالیٰ نے رؤیا میں مجھے منہ در منہ کھڑے ہو کر کہا ہے کہ مسیح موعود نبی تھے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ ستمبر ۱۹۱۵ء۔ الفضل ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء جلد ۳ نمبر ۴)

"قریباً تین چار سال کا عرصہ ہوا جب میں نے دیکھا۔ کہ میں اور حافظ روشن علی صاحبؓ ایک جگہ بیٹھے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجھے گورنمنٹ برطانیہ نے افواج کا کمانڈران چیف مقرر فرمایا ہے۔ اور میں سابق کمانڈران چیف افواج ہند کے بعد مقرر ہوا ہوں۔ اور اُن کی طرف سے حافظ صاحب مجھے عہدہ کا چارج دے رہے ہیں۔ چارج لیتے لیتے ایک امر پر میں نے کہا۔ کہ فلاں چیز میں تو نقص ہے۔ میں چارج کیونکر لے لوں۔ میں نے یہ بات کہی ہی تھی۔ کہ نیچے کی چھت پھٹی (ہم چھت پر تھے) اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اس میں سے برآمد ہوئے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ سر اومور کریسے کمانڈران چیف افواج ہند ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ بلکہ لارڈ کچنر سے مجھے یہ چیز اسی طرح ملی تھی۔"

"حضرت مولوی صاحب کی وفات پر میری طبیعت اس طرف گئی۔ کہ یہ رؤیا تو ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی اور اس میں بتایا گیا تھا۔ کہ مولوی صاحب کے بعد خلافت کا کام میرے سپرد ہو گا۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح مجھے بلباس سر اومور کریسے کے دکھائے گئے۔ اور افواج کی کمانڈ سے مراد جماعت کی سرداری تھی۔ کیونکہ انبیاء کی جماعتیں بھی ایک فوج ہوتی ہیں۔ جن کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ دین کو غلبہ دیتا ہے۔"

"اس رؤیا کا جب غور سے مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ ایک ایسی زبردست شہادت معلوم ہوتی ہے۔ کہ جس قدر غور کریں اسی قدر عظمت الٰہی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اس رؤیا میں حضرت مسیح موعود کو لارڈ کچنر کے نام سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اور حضرت خلیفہ اوّل کو سر اومور کریسے کے نام سے۔ اور جب ہم ان دونوں افسروں کے عہدہ کو دیکھتے ہیں۔ تو جس سال حضرت مسیح موعودؑ نے وفات پائی تھی۔ اسی سال لارڈ کچنر ہندوستان سے رخصت ہوئے تھے۔ اور سر اومور کریسے کمانڈر مقرر ہوئے۔ مگر یہ بات تو چھپی تھی۔ عجیب بات یہ ہے۔ کہ جس سال اور جس مہینہ میں سر اومور کریسے ہندوستان سے روانہ ہوئے ہیں۔ اسی سال اور اسی مہینہ یعنی مارچ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح فوت ہوئے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام پر مقرر فرمایا۔"

"اس رؤیا میں یہ جو دکھایا گیا ہے کہ چارج میں ایک نقص ہے۔ اور میں اس کے لینے سے انکار کرتا ہوں تو وہ ان چند آدمیوں کی طرف اشارہ تھا۔ کہ جنہوں نے اس وقت فساد کھڑا کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس رؤیا کے ذریعہ سے حضرت مولوی صاحب پر سے یہ اعتراض دُور کیا ہے جو بعض لوگ آپ پر کرتے ہیں کہ اگر حضرت مولوی صاحب اپنے زمانہ میں ان لوگوں کے اندرونہ سے لوگوں کو علی الاعلان آگاہ کر دیتے۔ اور اشارات پر ہی بات نہ رکھتے یا جماعت سے خارج کر دیتے۔ تو آج یہ فتنہ نہ ہوتا۔ اور مولوی صاحب کی طرف سے قبل از وقت یہ جواب دیدیا کہ یہ نقص میرے زمانہ کا نہیں بلکہ پہلے کا ہی ہے۔ اور یہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہی بگڑ چکے تھے ان کے بگڑنے میں میرے کسی سلوک کا دخل نہیں۔ مجھ سے پہلے ہی ایسے تھے۔" (برکاتِ خلافت صفحہ ۵۴ تا ۵۶)

"آج صبح حضرت رکشا میں بیٹھ کر سیر کو نکلے ..... فرمایا "آج میں نے ایک رؤیا دیکھی ہے۔ کسی سے غیر مبائعین کا

ذکر کر رہا ہوں۔ اور کہا کہ بالفرض ہماری جماعت سے کوئی غلطی بھی ہو جائے۔ تو بھی "ہم عشقی ہیں۔ شقی نہیں"۔ مجھے ان الفاظ پر غور کر کے ایک لُطف آتا ہے۔ صرف عین اُڑا نے سے عشقی سے شقی ہو جاتا ہے "

(الفضل ۱۸ ستمبر ۱۹۱۷ء صٓ۲ نمبر ۲۳ جلد ۵)

"حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔ آج میں نے عجیب رؤیا دیکھی ہے۔ تمام یاد نہیں مگر آخری حصہ یاد ہے۔ فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ کا موقعہ ہے اور میں لیکچر دے رہا ہوں۔ جس کا آخری حصہ یہ ہے۔ کہ میرا مضمون ہے۔ کہ دو قسم کے انسان دنیا میں ہوتے ہیں۔

اوّل وہ جنکی ذات خدا کو محبوب ہوتی ہے۔ مگر اُن کے کام محبوب نہیں ہوتے۔ دوم وہ جنکی ذات بھی محبوب ہوتی ہے اور ان کے کام بھی محبوب ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ جنکی ذات تو محبوب ہوتی ہے مگر کام محبوب نہیں ہوتا ان کی ذات کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرتا ہے۔ مگر کام کی حفاظت نہیں کرتا یعنی ان کا کام مٹ جاتا ہے۔ مگر دوسری قسم کے لوگ جن کی ذات اور کام دونوں محبوب ہوتے ہیں وہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی ذات کی بھی حفاظت کرتا ہے اور کام کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ اگر ان کی ذات پر کوئی حملہ کرے تو اس کو مٹا دیتا ہے۔ اگر ان کے کام کو کوئی مٹانا چاہے تو وہ بھی ناکام رہتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس کو سزا دیتا ہے۔ ان دونوں قسموں کے لوگوں کی مثال میں میں نے کہا۔ کہ پہلی قسم کے لوگوں میں جنکی محض ذات سے محبت تھی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ ان کی ذات سے خدا تعالیٰ کو محبت ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص ان کی ہتک کا مرتکب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ مواخذہ کریگا۔ لیکن ان کے کام ہمیشہ کے لئے نہ تھے۔ اسلئے ان کے کام کی حفاظت اللہ تعالیٰ نہیں کر رہا۔ ایک وقت تک ان کا کام مفید تھا۔ حفاظت کی گئی۔ اب اس کی کوئی حفاظت نہیں۔ دوسری قسم میں میں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش کیا۔ اور کہا کہ ان کی ذات اور کام محبوب ہے ان کی ذات کی بھی اللہ تعالیٰ حفاظت کر رہا ہے اور ان کے کام کی بھی۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی "

(الفضل ۱۷ فروری ۱۹۲۱ء صٓ۵ نمبر ۶۲ جلد ۸)

۲۷ دسمبر ۱۹۲۱ء کے دوسرے اجلاس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی تقریر سے قبل حضور کی ایک نظم پڑھی گئی جس کے متعلق حضور رضی اللہ عنہ نے حسب ذیل مختصر سی تقریر فرمائی :۔

"ڈاکٹر احمد حسین صاحب اس وقت میری ایک نظم پڑھیں گے۔ اسکے متعلق ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں جو اس نظم کا محرک ہے۔ وہ ایک رؤیا ہے۔ جب میں کشمیر گیا ہوا تھا۔ تو میں نے وہاں ایک رات دیکھا۔ کہ میں ایک پہاڑی کی طرف جا رہا ہوں۔ اور ایک شعر میری زبان پر جاری ہے۔ وہ شعر تو مجھے یاد نہیں رہا۔ مگر اس کا مطلب یاد ہے۔ جو یہ ہے کہ گویا وہ طور پہاڑ ہے۔ اور میں اس مضمون کا شعر پڑھ رہا ہوں۔ کہ دیکھو طور پہ

خدا جلوہ گر ہے۔ میں اس جلوہ کو خود دیکھتا ہوں۔ اور دوسروں کو دکھاتا ہوں "

(الفضل ۲۶ دسمبر تا ۲ جنوری ۱۹۲۲ء ۹ و ۵۰/۵۱)

" مجھے القاء کے طور پر بتایا گیا۔ کہ رمضان کا مہینہ نبیوں کا زمانہ ہے۔ اور اسکے چاند کو وہی لوگ دیکھتے ہیں جو عقل و خرد رکھتے ہیں۔ اور مصائب اور تکلیفوں کے زمانہ میں نبی کا ساتھ دیتے ہیں۔ لیکن نیچے والی عقل رکھنے والے اس چاند کی پرواہ نہیں کرتے اور اسلئے نہیں دیکھتے کہ ہم کو روزے رکھنے پڑیں گے یعنی نبیوں کے ساتھ ہو کر مشقت اٹھانی پڑے گی۔ ہاں عید جو نبی کی ترقی کا زمانہ ہوتی ہے اس کا انتظار کرتے ہیں۔ اور اسکے چاند کو دیکھنے کے مشتاق ہوتے ہیں "

(الفضل ۳ رجون ۱۹۲۴ء بحوالہ خطبات عیدین صٓ۲۳۸)

" مجھے رؤیا میں بتایا گیا کہ میں انگلستان گیا ہوں اور ایک فاتح جرنیل کی طرح اس میں داخل ہوا ہوں۔ اور اس وقت میرا نام ولیم فاتح رکھا گیا۔ میں جب شام میں بیمار ہوا اور میری بیماری بڑھتی گئی تو مجھے سب سے زیادہ خوف یہ تھا کہ کہیں میری شامتِ اعمال کی وجہ سے ایسے سامان نہ پیدا ہو جائیں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ کسی اور صورت میں بدل جائے اور میں انگلستان میں پہنچ ہی نہ سکوں۔ اور اس خوف کی یہ وجہ تھی کہ میں اس خواب کی بنا پر یقین رکھتا تھا کہ انگلستان کی روحانی فتح صرف میرے انگلستان جانے کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن آخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں انگلستان پہنچ گیا ہوں۔ اور اب میرے نزدیک انگلستان کی فتح کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ آسمان پر اس کی فتح کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ اور اپنے وقت پر اس کا اعلان زمین پر بھی ہو جائیگا۔ دشمن ہنسے گا اور کہے گا کہ یہ بے ثبوت دعویٰ تو ہر ایک کر سکتا ہے۔ مگر اسکو ہنسنے دو کیونکہ وہ اندھا ہے اور حقیقت کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس نظم کے متعلق سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی فرمائی اور وہ مصلحتِ الٰہی کے ماتحت اور رنگ میں پوری ہوئی تو سب ہندوستان میں اس پر تمسخر کیا گیا۔ اس وقت کے نواب صاحب بہاولپور کے دربار میں بھی اس کا ذکر ہوا اور انہوں نے بھی اس کے غلط ہونے کی تائید میں رائے دی۔ ان کے پیر خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں والے اس وقت دربار میں موجود تھے۔ اس بات کو سنکر جوش میں آگئے اور فرمایا کہ جو کہتا ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی وہ غلط کہتا ہے۔ وہ نظم مر چکا ہے مجھے وہ مُردہ نظر آرہا ہے۔ وہ دُنیا کے کیڑوں کو وہ زندہ نظر آتا ہے "

(الفضل ۴ اکتوبر ۱۹۲۴ء صٓ۳ نمبر ۳ جلد ۱۲)

" ایک دفعہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک دوست کو سمجھا رہا ہوں کہ ورزش نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ مگر

یوں ہم اسے گناہ نہیں کہتے ۔ لیکن ایک انسان جن کی زندگی پر لاکھوں انسانوں کی زندگی کا مدار ہو ۔ اگر وہ اپنی زندگی کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ گناہ کرتا ہے ۔"

(منہاج الطالبین صفحہ ، تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء)

○

" تھوڑے ہی دن ہوئے میں نے ایک رؤیا دیکھی کہ میں خطبہ پڑھ رہا ہوں جس میں کہتا ہوں کہ ہمیں اپنے بچوں کی صحت کا خاص خیال رکھنا چاہیئے ۔ کیونکہ اس وقت جو بوجھ ہمارے کندھوں پر ہے اس سے ہزار گنے زیادہ بوجھ ان کے کندھوں پر ہوگا ۔ پس ہماری آئندہ پیدا ہونے والی نسلیں دیکھیں گی کہ دنیا کی زبردست طاقتیں اور قومیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گی کہ اب احمدیت کو کوئی مٹا نہیں سکتا ۔ مگر خدا تعالیٰ اسی پر راضی نہ ہوگا ۔ وہ جماعت کو اور بڑھاتا جائیگا ۔ جب تک لوگ یہ نہ کہہ اُٹھیں کہ دنیا میں احمدیت ہی ایک مذہب ہے ۔"

(منہاج الطالبین صفحہ ۶۶ ۔ تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء)

○

" آج جب صبح کی نماز پڑھ کر میں نے سلام پھیرا تو معاً دائیں طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ۔ اس پر میں نے کہا کہ ہمارا اندازہ غلط ہے ۔ اس دفعہ بھی لوگ ہمارے اندازہ سے زیادہ ہی آئیں گے ۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائیں اور پھر لوگ کم آئیں ۔ بادشاہ کے آنے پر تو لوگ آیا کرتے ہیں ۔ چنانچہ آج جلسہ گاہ شہادت دے رہا ہے ۔ اس بات کی کہ باوجود جلسہ گاہ کے پہلے کی نسبت زیادہ وسیع ہونے کے اب زیادہ آدمیوں کی گنجائش نہیں ۔ اور یہ ہمارے لئے نشان ہے ۔ کیونکہ دوسری مجالس میں دنیوی فوائد ہیں اور یہاں دنیوی نقصان ہیں ۔ ان مجالس میں لوگ خوشی کا اظہار کرتے ہیں ۔ اور یہاں آنے پر دوسرے لوگ ناراض ہوتے ہیں ۔ ہمارا معاملہ دوسرے لوگوں سے بالکل الگ ہے ۔"

(الفضل ۱۱ر جنوری ۱۹۲۶ء صفحہ ۳ نمبر ۵۵ جلد ۱۳)

○

" ایک رؤیا یاد آیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں جبکہ میری عمر ۱۲ یا ۱۳ سال کی ہوگی دیکھا تھا ۔ میں نے دیکھا قیامت کا دن ہے اور خدا کے حضور لوگوں کو پیش کیا جا رہا ہے ۔ خدا تعالیٰ ایک مضبوط خوبصورت جوان کی شکل میں کرسی پر بیٹھا ہے ۔ دائیں طرف حضرت خلیفہ اوّل اور دوسرے کئی لوگ بیٹھے ہیں ۔ میں بھی انہی میں ہوں ۔ وہاں ایک دائیں طرف کوٹھڑی ہے ۔ ایک بائیں طرف ۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے حضور ایک شخص پیش کیا گیا جو بہت مضبوط اور تنومند تھا ۔ اس کا چہرہ سُرخ تھا ۔ یاد نہیں رہا ۔ خدا تعالیٰ نے اس سے کچھ پوچھا یا نہیں ۔ اور اگر پوچھا تو میں نے نہیں سُنا ۔ مگر بغیر اس کے کہ وہ جواب دیتا اس کے چہرہ کی رنگت متغیر ہونے لگی ۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ اُسے کوڑھ ہو گیا ہے پھر اس کے جسم کا

گوشت پوست پیپ بننے لگا ۔ آخر سر سے لے کر پیر تک وہ پیپ بن گیا ۔ اس پر فرشتوں نے کہا ۔ یہ جہنمی ہے آؤ اسے جہنم میں پھینکیں ۔ چنانچہ اسے بائیں طرف کی کوٹھڑی میں پھینک دیا گیا ۔ پھر ایک اور شخص لایا گیا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے سوال نہیں کیا ۔ یا مجھے یاد نہیں رہا ۔ اس کا چہرہ چمکنے لگا ۔ اور اس کا سارا جسم نور بن گیا ۔ اس پر فرشتے بغیر خدا کے حکم کے کہنے لگے کہ یہ جنتی ہے ۔ چلو اسے جنت میں لیجائیں چنانچہ اسے جنت میں لے گئے ۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا تم اپنی پیٹھوں کی طرف دیکھو جس کے پیچھے پختہ دیوار ہو وہ جنتی ہے ۔ اور جس کے پیچھے دیوار کچی ہو وہ دوزخی ہے ۔ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ وہاں پھر دکھائی نہ دیا ۔ اور ہم پر اتنی ہیبت طاری ہو گئی کہ کوئی ڈر کے مارے اپنے پیچھے نہ دیکھتا ۔ ہر ایک ڈرتا کہ نہ معلوم اسے کیا نظر آئے ۔ جب اسی حالت میں عرصہ گذر گیا تو حضرت خلیفہ اوّل نے مجھے کہا تم میرے پیچھے دیکھو میں تمہارے پیچھے دیکھتا ہوں ۔ میں نے کہا بہت اچھا ۔ اور میں نے ڈرتے ڈرتے ان کے پیچھے دیکھا اور انہوں نے میرے پیچھے دیکھا ۔ اور یکدم میں نے چلا کر کہا آپ کے پیچھے پکی دیوار ہے ۔ اُنہوں نے کہا آپ کے پیچھے پکی دیوار ہے ۔ میرے نزدیک ایک دوسرے کے پیچھے دیکھنے کے معنی یہی ہیں کہ ایمان کی تکمیل ایک دوسرے کی مدد سے ہو سکتی ہے ۔"

(الفضل ۳ر جنوری ۱۹۳۰ء صفحہ ۳ نمبر ۵۲ جلد ۱۷)

○

" ایک رؤیا دیکھا کہ میں لاہور گیا ہوں ۔ اور کالجوں کے تمام طلباء میں دہریت پھیل رہی ہے ۔ اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا کے متعلق مجھ سے سوال کرتے ہیں ۔ میں دل میں خیال کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ یہ کہا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے قرآن سکھاتا ہے ۔ اور ہر اعتراض کا جواب سمجھاتا ہے ۔ یہ گروہ جو اس وقت کوشش کر رہا ہے کہ سوالات کر کے خدا تعالیٰ کی ہستی کو مشتبہ کر دے ۔ اسے اس وقت کیا جواب دونگا ۔ جو تسلّی بخش ہو ۔ میں اب جو سوچتا ہوا ٹہل رہا ہوں ۔ کہ اس عرصہ میں یکدم ایسا معلوم ہوا کہ آسمان سے میرے قلب پر ایک کھڑکی کھلی ہے جس سے مجھے اطمینان ہو گیا ۔ کہ ان کو جواب میں سمجھا سکونگا اس کے تھوڑی دیر کے بعد ان کا پیغام آیا کہ ہماری تسلّی ہو گئی ہے ۔ اور ہم سب آپ سے کچھ نہیں پوچھنا چاہتے ۔"

(الفضل ۲۲ / ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء صفحہ ۷ جلد ۱۸ نمبر ۸۰)

○

" میرے راستہ میں ایک دفعہ ایک سخت مشکل پیش آئی ۔ ایسی کہ ناک میں دم کر دینے والی تھی ۔ اور میں سمجھتا تھا کہ اس روک کو دور کرنے کے ظاہری سامان مفقود ہیں ۔ میں نے دعا کی ۔ مگر جب نتیجہ میں دیر ہونے لگی تو میں نے عہد کیا کہ اس وقت تک کہ دعا قبول ہو زمین پر سویا کرونگا ۔ چارپائی پر نہ لیٹوں گا ۔ چنانچہ میں زمین پر سویا ۔ آدھی رات کے قریب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ عورت کی شکل میں مجھے بطور والدہ سمجھا

ہوں۔ آیا وُسکے ہاتھ میں ایک باریک سی چھڑی تھی جو درخت کی تازہ کٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اُسکے سر پر کچھ پتے بھی لگے ہوئے ہیں۔ چہرہ سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے غصہ ہے اور پیار کی جھلک بھی نظر آتی ہے میرے نزدیک آکر اور چھڑی کو گھماتے ہوئے اس تمثیل سے مجھے کہا کہ چارپائی پر لیٹتا ہے یا نہیں؟ پھر اُس نے مجھے آہستہ سے چھڑی مارنی چاہی جیسے اس شخص کو تنبیہہ کرتے ہیں جس کے متعلق پیار کا غلبہ ہوتا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ چھڑی مجھے لگی یا نہیں مگر میں معاً کود کر چارپائی پر چلا گیا اور اس کے ساتھ میری آنکھ کھل گئی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میں چارپائی کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے بعد دوسرے ہی دن وہ بات جس کا مجھے فکر تھا خدا تعالیٰ کے فضل سے حل ہو گئی۔"

(الفضل جلد ۲۲/۹۹ ۱۴ رفروری ۱۹۳۵ء)

○

"میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے سوال کرتا ہے۔ کہ قرآن کریم میں مختلف مسائل کا تکرار ہوا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ میں اسے یہ جواب دیتا ہوں کہ قرآن کریم میں کوئی تکرار نہیں لفظ تو الگ رہے قرآن کریم میں تو زیر اور زبر کا بھی تکرار نہیں۔ جو زیر ایک جگہ استعمال ہوئی ہے اس کی غرض دوسری جگہ آنے کی پہلی زیر سے مختلف ہے۔ اور جو زبر ایک جگہ استعمال ہوتی ہے۔ دوسری جگہ آنے والی زبر سے اس کے معنے مختلف ہیں۔"

(انقلاب حقیقی صفحہ ۴۴-۴۵۔ تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۳۷ء)

○

"میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوں اور منہ مشرق کی طرف ہے۔ میرے سامنے حکومت برطانیہ کی خفیہ خط و کتابت پیش کی جا رہی ہے۔ ایک کے بعد دوسری چٹھی میرے پاس آتی ہے۔ یہ چٹھیاں انگریزی حکومت کی طرف سے فرانسیسی حکومت کے نام ہیں۔ ایک چٹھی میرے سامنے آئی۔ جس میں حکومت برطانیہ نے فرانسیسی حکومت کو لکھا ہے کہ ہمارا ملک سخت خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ جرمن اس پر حملہ آور ہونیوالا ہے۔ اور قریب ہے کہ اسے مغلوب کر لے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں۔ کہ انگریزی حکومت اور فرانسیسی حکومت کا الحاق کر دیا جائے۔ یہ چٹھی پڑھ کر میں بہت گھبرایا اور قریب تھا کہ میری آنکھ کھل جاتی کہ یکدم ایک آواز آئی کہ یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔

میں خیال کرتا تھا کہ جرمنی فرانس کے شمالی حصہ کو لے کر انگلستان پر حملہ کرے گا۔ اور اس حملہ کی وجہ سے انگلستان خطرہ میں گھر جائیگا۔ تو وہ فرانس سے درخواست کریگا کہ ہماری حکومت اور اپنی حکومت کو ملا دو۔ میں اس کی یہی تعبیر سمجھتا تھا۔ کیونکہ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ جو ملک مغلوب ہونے لگتا ہے۔ وہ دوسرے سے امداد کی درخواست کرتا ہے۔ ...... مگر اللہ تعالیٰ نے میرے اس رؤیا کو عجیب رنگ میں پورا کیا کہ آج تک

جب سے آدم پیدا ہوا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ جب فرانس گرنے لگا تو برطانیہ نے خیال کیا کہ اگر فرانس صلح نہ کرے۔ تو کچھ نہ کچھ مزاحمت اس کی طرف سے ہوتی رہے گی۔ اس کے جہاز بھی لڑتے رہیں گے۔ نوآبادیاں بھی جنگ کو کسی نہ کسی صورت میں جاری رکھیں گی۔ لیکن اگر وہ صلح کر لے تو اس کے جہاز بھی جرمنی کو مل جائیں گے۔ نوآبادیاں بھی مل جائیں گی اور اس صورت میں جرمنی کے حملہ کا سارا زور ہم پر پڑیگا۔ اور اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حکومت برطانیہ نے وہ کام کیا جس کی نظیر آج تک جب سے دُنیا پیدا ہوئی کوئی نہیں ملتی۔ یعنی اس نے فرانسیسی حکومت کو تار دیا کہ دونوں ملکوں کی حکومت ایک کر دی جائے اور فرانس کا برطانیہ سے الحاق کر دیا جائے۔ حکومت ایک ہو۔ پارلیمنٹیں ملا دی جائیں۔ خوراک کے ذخائر اور خزانہ بھی ایک ہی سمجھا جائے۔ اور یہ وہ تحریک ہے جو مجھے خواب میں دکھائی گئی تھی۔"

(الفضل ۲۸ رجون ۱۹۴۰ء نمبر ۱۴۶ جلد ۲۸)

○

"جب پادری مارٹن کلارک والا مقدمہ تھا۔ تو اس وجہ سے کہ وہ ایک انگریز پادری تھا۔ اور وہ افسر بھی جس کے رُوبرو مقدمہ پیش تھا۔ انگریز اور پادری منش آدمی تھا۔ آپ نے بہت سے لوگوں کو دعا کیلئے کہا۔ گھر میں والدہ صاحبہ سے بھی کہا۔ میری عمر اُس وقت ۹-۱۰ سال کی ہوگی۔ مجھے بھی آپ نے دُعا کیلئے فرمایا۔ میں نے اس رات ایک رؤیا میں دیکھا۔ کہ

"میں اس گلی سے آرہا ہوں جو ہمارے گھر کے مشرق کی طرف ہے۔ اور جو کہ مرزا سلطان احمد صاحب کے گھر کی طرف چلی جاتی ہے۔ ہمارے گھر کی پرانی گلی وہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ میں آرہا ہوں۔ اور آگے پولیس کے سپاہی کھڑے ہیں وہ مجھے اندر جانے سے روکتے ہیں۔ مگر میں چلا گیا ہوں۔ ہمارے گھر میں ایک تہ خانہ ہوا کرتا تھا جو ہمارے دادا صاحب مرحوم نے گرمیوں میں آرام کیلئے بنوایا تھا۔ اسکی کھڑکیاں گلی میں بھی کھلتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خیال سے کہ بچے اندر جا کر کھیلتے ہیں اور اندھیری جگہ ہونے سے سانپ بچھو وغیرہ کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ اسکی سیڑھیاں نصف تک بند کرا دی تھیں۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ اس جگہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا کیا ہوا ہے اور آپ کے سامنے اُپلے رکھ رہے ہیں اور وہاں اُپلوں کا ڈھیر لگا دیا گیا ہے۔ پھر دیا سلائی سے آگ لگاتے ہیں۔ یہ نظارہ دیکھ کر میں خواب کی حالت میں ہی گھبراتا ہوں۔ اور اس سپاہی کو وہاں سے ہٹانا چاہتا ہوں۔ مگر دوسرے سپاہی مجھے روکتے ہیں۔ اتنے میں میری نظر اوپر اُٹھی تو ایک عبارت موٹے لفظوں میں لکھی ہوئی نظر آئی۔ جو یہ تھی کہ

"خدا کے بندوں کو کون جلا سکتا ہے"

پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اُس میں سے یا تو میں نے اُپلے ہٹا دئے۔ یا وہ خود بخود ہٹ گئے۔ اور حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لے آئے۔

پس خدا تعالیٰ پر کسی تکلیف کا آنا تو درکنار وہ تو اپنے بندوں پر بھی ایسے مصائب نہیں آنے دیتا۔ لیکن جو لوگ جھوٹے دعوے کرتے ہیں ان کے ساتھ ضرور ایسے سامان لگے ہوتے ہیں کہ جو ان کی خدائی کے دعوے کو باطل کر دیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ جون ۱۹۴۱ء۔ الفضل ۳ جولائی ۱۹۴۱ء)

○

"اسی طرح مجھے بتایا گیا کہ تار آئی ہے کہ امریکہ نے برطانیہ کی امداد کیلئے اٹھائیس سو ہوائی جہاز دیا ہے۔"
یہ خبر بھی ایسی تھی کہ جسے کوئی انسانی دماغ وضع نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس میں ایک طرف تار کا لفظ تھا دوسری طرف امریکہ کا لفظ تھا۔ تیسری طرف اٹھائیس سو ہوائی جہازوں کا ذکر تھا۔ میں نے یہ خواب کبھی چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو لکھ کر بھیج دی تھی اور انہوں نے کئی وزراء کے آگے اسے بیان کر دیا۔ میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ کسی نے مجھے اطلاع دی کہ باہر سے فون آیا ہے۔ میں گیا اور امرتسر کے دفتر سے پتہ لگایا۔ کہ کہاں سے فون آیا ہے۔ بتایا کہ شملہ سے۔ میں نے کہا کنکشن ملا دو۔ تھوڑی دیر کے بعد چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کی آواز آئی جو جوش اور خوشی سے کانپ رہی تھی۔ انہوں نے کہا مبارک ہو۔ میں نے کہا خیر مبارک مگر یہ تو بتائیں یہ مبارک کیسی ہے۔ انہوں نے کہا آپ کو یاد ہے۔ آپ نے فلاں مہینے میں ایک چٹھی لکھی تھی جس کا مضمون یہ تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ امریکہ سے تار آئی ہے کہ امریکہ نے اٹھائیس سو ہوائی جہاز انگریزوں کو بھجوایا ہے۔ میں نے کہا مجھے یاد ہے۔ وہ کہنے لگے پھر آج یہ خواب پوری ہو گئی ہے۔ اور امریکہ سے انگریزی نمائندہ کی تار آئی ہے کہ امریکہ نے اٹھائیس سو ہوائی جہاز انگریزوں کو دیئے ہیں۔"

(الفضل ۱۳ جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۹، نمبر ۱۵۷ جلد ۲۹)

○

"۱۹۴۱ء میں مجھے قادیان سے نکلنے کی خبر دی گئی اور مجھے دکھایا گیا کہ لڑائی ہو رہی ہے۔ گولیاں چل رہی ہیں۔ اور ہم کسی نئے مرکز کی تلاش میں کسی دوسری جگہ گئے ہیں۔ حالانکہ ۱۹۴۱ء میں کسی کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ہمیں قادیان سے ہجرت کرنی پڑے گی۔ اور ایک نیا مرکز ہمیں بنانا پڑے گا۔"

(سیر روحانی جلد دوم صفحہ ۶۵)

○

"مجھے یاد ہے میں بہت چھوٹا تھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور اس نے ایک تقریر شروع کی جس میں کہا کہ انسان کا دل خدا تعالیٰ کے لئے بطور آئینہ ہے وہ اس میں اپنی شکل دیکھتا ہے۔ اور پتہ لگاتا ہے کہ اس میں نقص ہے یا خوبی ہے اور جیسی اسے اس میں شکل نظر آتی ہے ویسا ہی وہ آئینہ کو سمجھتا ہے۔ جس طرح عورتیں سنگار کیلئے اور شکل دیکھنے کیلئے آئینہ استعمال کرتی ہیں۔ مگر اس وقت تک جب تک وہ صحیح صحیح شکل دکھاتا ہے۔ مگر جب وہ خراب ہو جاتا ہے۔ چاندی اتر جاتی ہے اور وہ شکل کو بگاڑ دکھاتا یا بالکل نہیں دکھاتا اور بجائے حسن ظاہر کرنے کے

بدصورت اور بدنما دکھاتا ہے تو وہ اسے اٹھا کر زمین پر مارتی ہے (یہ کہتے ہوئے فرشتہ نے بھی اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور وہ اس آئینہ کو جو اس کے ہاتھ میں تھا زمین پر دے مارا۔ وہ چھن کر کے چکنا چور ہو گیا اور وہ چھن کی آواز بھی میرے کان میں پڑی) اور اس فرشتہ نے کہا کہ یہی آئینہ جسے عورت اپنا حسن دیکھنے کے لئے استعمال کرتی تھی۔ مکدر ہو جانے پر وہ اسے چور چور کر دیتی ہے۔ یہی حال بندہ اور اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جب انسان کا دل صاف آئینہ کی طرح نہیں رہتا۔ وہ اسے بے پرواہی سے زمین پر پھینکتا اور چکنا چور کر دیتا ہے۔"

(خطبہ عید الفطر فرمودہ یکم اکتوبر ۱۹۴۳ء۔ الفضل ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء جلد ۳۱ نمبر ۲۳۹)

○

"میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیت الدعا میں بیٹھا دعا کر رہا ہوں کہ یکدم مجھ پر ظاہر کیا گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراہیمؑ تھے۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ اس وقت میں اور بھی کئی ابراہیم ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے متعلق بتایا گیا کہ آپ بھی ابراہیم ہیں اور آپ کا نام مجھے ابراہیم ادھم بتایا گیا۔ ادھم ایک بادشاہ تھے، جو بادشاہت چھوڑ کر تصوف کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ پس مجھے بتایا گیا کہ حضرت خلیفہ اولؓ ابراہیم ادھم ہیں۔ پھر مجھے بتایا گیا کہ ایک ابراہیم تم بھی ہو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ فروری ۱۹۴۴ء۔ الفضل ۷ مارچ ۱۹۴۴ء)

○

"ایک دفعہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ ایک اور شخص کے ساتھ فرما رہے تھے اتصدقنی ولا تؤمن بی اور سے تو میری تصدیق تو کرتا ہے مگر میری بات نہیں مانتا۔ گویا یہ ایک حدیث ہے جو کہ رسول اللہ صلعم کے منہ سے میں نے سنی۔ لوگ تو احادیث کے متعلق یہ بحثیں کیا کرتے ہیں کہ یہ احاد میں ہے۔ یہ تواتر سے۔ فلاں کے راوی ثقہ ہیں۔ فلاں کے نہیں۔ مگر یہ وہ حدیث ہے جو میں نے رسول کریمؐ سے خود سنی کہ اتصدقنی ولا تؤمن بی یعنی تو میری بات کو تو سچا سمجھتا ہے۔ مگر اس پر عمل نہیں کرتا۔"

(الفضل ۱۰ مئی ۱۹۴۴ء ۱ تا ۶ جلد ۳۲/۱۰۸)

○

"جب غیر مبائعین کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کو گھٹایا جانے لگا تو اس وقت میں نے خدا تعالیٰ کو دیکھا اور اس نے مجھے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں پہاڑیوں پر سے گزر رہا ہوں۔ گزرتے گزرتے ایک مقام پر میں نے خدا تعالیٰ کا بہت جلوہ دیکھا۔ اس وقت میں نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا پایا اور خدا تعالیٰ نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یقین دلایا۔ الفاظ مجھے یاد نہیں۔ مگر مفہوم یہی تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی تھے۔"

(الفضل ۱۰ مئی ۱۹۴۴ء صفحہ ۱ تا ۹ جلد ۳۲/۱۰۸)

"میر محمد اسحاق صاحب کی وفات سے پہلے جب میں لاہور گیا ہوا تھا۔ تو بدھ کے دن میں نے ایک رؤیا دیکھا۔ جو اسی دن میں نے لاہور کے بعض دوستوں کو سنا دیا۔ دوسرے دن جمعرات کو ہم واپس آگئے تھے، اور اسی شام کو وہ بیمار ہو کر دوسرے دن وفات پا گئے۔ میں اُس روز کھانا کھا کر لیٹا ہی تھا کہ نیم غنودگی کی سی کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت ام المومنین کہہ رہی ہیں۔ کہ

"تالے کیوں نہ کھولے گئے"

اور میں ان کو جواب دیتے ہوئے کہتا ہوں کہ کسی کی طاقت ہے کہ بغیر خدا تعالیٰ کی طاقت کے "تالے کھول سکے۔ چنانچہ آتے ہی میر محمد اسحٰق صاحب بیمار ہو گئے اور وفات پا گئے۔ حضرت ام المومنین کا یہ فرمانا کہ "تالے کیوں نہ کھول لئے" بتاتا تھا کہ کوئی ایسا واقعہ ہوگا جس کا ان کے ساتھ تعلق ہوگا، اور جس میں ہمیں ناکامی ہوگی۔ میں نے بھی یہی کہا تھا کہ "کسی کی طاقت ہے کہ بغیر خدا تعالیٰ کی اجازت کے "تالے کھول سکے"

چنانچہ دعاؤں اور علاج وغیرہ سے کوئی فائدہ نہ ہوا، اور میر صاحب انتقال کر گئے۔

(فرمودہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۴ء۔ الفضل ۲۵ جون ۱۹۴۴ء صا جلد ۳۲/۱۴۷)

"ایک دفعہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ جیسے فوجی سپاہیوں کی قطار ہوتی ہے۔ اسی طرح بہت لوگ ایک قطار میں کھڑے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سب کو پریڈ کرا رہا ہے۔ میں بھی اُسی جگہ ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک لکیر کھینچی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جو لوگ اِس لکیر سے آگے گزر جائیں گے وہ جنتی ہوں گے میں بھی بڑھتے بڑھتے اس لکیر سے گزر گیا تو یکدم میرے منہ سے نکل گیا۔ میں بھی یہاں پہنچ گیا اور یہ کہتے ہی میری آنکھ کھل گئی"

(الفضل ۱۰ مئی ۱۹۴۴ء ۱ تا ۶ جلد ۳۲/۱۰۸)

"حضرت مولوی شیر علی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضور جب ایک دفعہ سندھ کے سفر سے تشریف لائے اور جماعت کے دوست حضور کے استقبال کیلئے موٹر کی طرف تشریف لے گئے اور حضور موٹر سے اتر آئے اس وقت حضور نے فرمایا کہ میں نے راستہ میں ریل میں کٓھٰیٰعٓصٓ کے متعلق ایک نظارہ دیکھا ہے۔ جس میں بتایا گیا کہ میرا نام کٓھٰیٰعٓصٓ ہے۔ میرے سامنے فرشتوں یا آدمیوں کے گروپ آئے۔ ہر پہلا گروپ حرف ک کا تھا۔ دوسرا ھا کا اسی طرح تمام حروف گروپس کی شکل میں میرے سامنے نمودار ہوئے اور مجھے بتایا گیا کہ یہ میرا نام ہے"

(خاکسار۔ دستخط شیر علی عفی عنہ۔ الفضل فروری ۱۹۴۵ء)

چوہدری حمید احمد خالد ایم۔ اے پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے چھپوا کر دفتر مجلۃ الجامعہ ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا۔